حسینی انقلاب سے
اخلاقی دروس

از:
السید محمد تقی السید یوسف الحکیم

مترجم:
السید افتخار حسین نقوی النجفی

پیشکش: منتہائے نور مرکز تحقیقات، اسلام آباد

فہرست

مقدمہ..15

تمہید 18

باب اوّل: حسین بن علی علیہما السلام 35

امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب 46

امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں کے بارے 51

امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب کی جھلکیاں: 52

۲۔امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب 56

روایات کی روشنی میں: 56

امام حسین علیہ السلام کے متعلق مختلف شخصیات کے بیانات 71

باب دوم: 86

امام حسین علیہ السلام کی کرامات اور اخلاقیات 87

امام حسین علیہ السلام کے مکارم اخلاق سے متعلق واقعات: 87

امام حسین علیہ السلام کی برکات وکرامات 98

بارش کیلئے آپؑ کی دعاء 98

ایک گناہگار آدمی کیلئے دعاء 99

ایک عورت کے زندہ کیے جانے کیلئے دعاء 100

آپ کی زیارت کے نتیجہ میں بیمار کا شفاء یاب ہو جانا 103

اظہاریہ 103

باب ۳: حسینی انقلاب کے اخلاقی پہلو 105

اوّل: خیر خواہی اور لوگوں کی ہدایت 105

امام حسین علیہ السلام کا دشمن افواج سے خطاب 107
امام حسین علیہ السلام کی خیر خواہی کے اقدامات 110
حر کے لشکر سے امام حسین علیہ السلام کا خطاب 111
قاتلوں سے امام حسین علیہ السلام کا مکالمہ 112
اصحابِ حسین علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاقی نمونے 116
زھیر بن القین کا بیان 117
ذمہ دار شخص کی ذمہ داری 121
اسلامی مقدسات کی حفاظت کرنا 127
امام حسین علیہ السلام مکہ میں 128
مکہ کی حرمت کو امام حسین علیہ السلام نے بچایا 130
یزید ملعون کا عمل 130
مقدس مقامات کیلئے آداب 132
اوقات کی اہمیت 133
امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے ایام 134
۳۔ مصیبت پر صبر اور معاملہ اللہ کے سپرد کرنا 134
مقتل کے میدان میں جانے والے 135
اصحاب کے قتل کے بعد 135
امام حسین علیہ السلام کا صبر بے مثال 142
علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد 144
۲: مصیبت کو زبان پر جاری کرنا 144
۳: اللہ پر یقین غیر متزلزل 145
علی اکبر علیہ السلام کی شہادت کے بعد 146

۳: فائدہ کی سچائی اور سچ کی کسوٹی 148
حضرت مسلمؑ کی شہادت کی اطلاع 150
کوفہ نہ جانے کا مشورہ 150
اولاد عقیلؑ سے گفتگو 151
عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر کے بعد 152
اس بیان سے حاصل شدہ نتائج 153
بنی ہاشم کیلئے امام حسین علیہ السلام کا خط 155
بطن عقبہ میں امام حسین علیہ السلام کا خطاب 156
کربلاء شبِ عاشور میں خطاب 157
عمر بن سعد کا رویہ 159
امام حسین علیہ السلام کے اخلاقیات 162
امام حسین علیہ السلام کا گریہ کرنا 162
ہر حال میں سچائی 163
۵۔ سخاوت اور شکستہ دل انسان کی فریادرسی 164
ابن زیاد کا حر کے نام خط 167
۶۔ اللہ کی قضاء پر یقین اور رضایت (راضی ہونا) 174
ذی حسم کے مقام پر امام حسین علیہ السلام کا خطاب 175
حضرت زہیر بن قین کا امام حسینؑ کے خطاب کے بعد بیان 176
امام حسینؑ کربلاء کی سرزمین پر 178
اس کریمانہ اخلاق سے حاصل شدہ نتائج 182
حضرت ابراھیم کی خواہش 182
یقین کے درجات 189

حق الیقین کی منزل 189
ایک رات کی مہلت 191
روز عاشور نماز ظہر 192
قوم اشقیاء کی حالت 193
امام حسینؑ کی مناجات 194
امام حسینؑ اپنے جد کی قبر پر: 194
امام حسینؑ کے آخری لمحات 195
امام حسینؑ کے بارے روایات سے حاصل شدہ نتائج 196
اللہ سے غافل نہ ہوں 196
رسول اللہؐ کا اپنے بارے اعلان 197
رسول اللہؐ کا ہدایت نامہ 198
مہربان باپ کی اپنے بیٹے کیلئے قیمتی راہنمائی 199
اللہ کا خوف رکھنا 200
بندہ کا کام 201
اللہ سے دعاء میں تسلسل 202
۸۔ مومنین کے ساتھ مہربانی، شفقت اور اچھا برتاؤ کرنا 204
امام حسینؑ کی آغاز سفر سے آخرت تک روش 205
حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت پر آپ کا بیان 205
اپنے ایک صحابی کے بیٹے کی قید پر آپ کا بیان 206
غلام جون کا واقعہ 207
حضرت قاسمؑ کے ساتھ ہمدردی 208
ایک اور نوجوان سے شفقت 209

امام حسینؑ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب 210
حضرت عباسؑ دریائے فرات پر 210
اس عنوان سے حاصل شدہ دروس 211
صدر شفقت ورحمت 211
صبر الٰہی اور نرم مزاجی 212
رواداری ونرمی سے پیش آنا 212
رواداری اور حکمت 213
دوسروں کے ساتھ مہربان ہونا 213
نرمی برتنے والا 214
زمین میں رحمت کروگے توآخرت میں رحمت پاؤ گے 215
امام حسینؑ کے اخلاق کا فیضان 216
۹۔ حق سے وابستگی 217
کربلاء میں جنگ سے پہلے اپنے اصحاب سے گفتگو 217
سیدالشہداء امام حسینؑ کو تمام حالات کا علم تھا 218
آپ کے ساتھی 218
حضرت عباسؑ کامثالی موقف 219
اُم وھب کا کربلاء میں شاندار موقف 220
وحی کی پیروی اور صراط مستقیم پر قائم رہنا 221
اللہ کی مضبوط رسی 222
صالحین کے اوصاف 222
مومنین کی شان 223
نجات پانے والی جماعت 223

حق کو تھامنا 224
مسلمانوں کے اُمور 224
اولیاء کی شان 225
حق کی معرفت اور حق پر عمل 226
حق و باطل کو مخلوط کرنا 226
اُولوالامر کا غلط معنیٰ 227
حق کی معرفت حاصل کرنا 227
حق سے وابستگی 227
کربلاء کی مثال سامنے رکھیں! 228
امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک کرنے کے منفی اثرات 228
امام حسینؑ سے جنگ کرنے والوں کا اعتراف 229
آج کی اُمت کے حالات 230
اُمت کی عظمت رفتہ کی بحالی کیلئے 230
حق سے وابستگی 231
حقیقی کافر 231
اہل البیتؑ افتراق وانتشار سے امان 233
کربلائی تحریک / مرکزی نقطہ 233
۱۰۔ حق کے راستہ میں قربانی اور باطل کے خلاف جنگ 234
امام حسینؑ اور حق کا دفاع 235
امام حسینؑ کی تحریک 236
حضرت علی اکبرؑ کو جنگ کیلئے بھیجنے کے وقت 237
امام حسینؑ کا اعزاز 238

حضرت عباسؑ کاایثار 239
شبِ عاشور کاواقعہ 240
اصحاب کا بیان 242
مسلم بن عوسجہ کا بیان 243
سعید بن عبداللہ کا بیان 243
زھیر بن القین 244
میدان میں جانے کی سبقت 245
کربلاء والوں کے بیانات سے سبق آموز باتیں 246
اللہ کی راہ میں قتل ہونا 246
جنت میں جانے کیلئے آزمائش 246
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی 247
ادائیگی میں کوتاہی کا نتیجہ 247
کربلاوالوں کی معرفت 248
تمام واجبات میں اہم فریضہ 248
الٰہی مقاصد کا حصول 249
حسینی پیروکار کی خصوصیت 249
تاریخ پر طائرانہ نظر 250
قربانیوں کا سلسلہ 250
ہماری ذمہ داری 251
قربانی کی اعلیٰ مثال 251
ہر ذریعہ کا استعمال 252
امام حسینؑ کے دشمنوں کا رویہ اور ان کی اخلاقی پستی 252

انسان کا شیطان بن جانا 253
دین، ایمان، اخلاق اور انسانیت مخالف اعمال........................ 254
یزید کا پہلا حکم نامہ 254
عبید اللہ بن زیاد کا کردار.. 254
عبید اللہ کیلئے یزید کا واضح حکم 255
ھانی بن العروۃ کی گرفتاری کے بعد 255
غیر اخلاقی، غیر اسلامی، غیر انسانی رویے 257
عبید اللہ کی کوفہ آمد 257
جاسوسی کا عمل.. 257
ابن زیاد کے غلام معقل کا کردار 258
رشوت کا عمل 258
۳۔ امام حسینؑ کے دشمنوں کی آگہی و معلومات 259
شمر کی گستاخی 264
قاتلوں کا اظہار 264
عبید اللہ بن زیاد ملعون کا عمر بن سعد (لعن) کیلئے حکم نامہ........................ 265
دریا پر پہرہ 266
حر کے پاس عبید اللہ ابن زیاد ملعون کا خط آتا ہے 266
جنگ کا آغاز 268
امام حسینؑ کا جنگ سے گریز کرنا 269
۷۔ نماز پڑھنے کی اجازت نہ دینا.. 269
نماز کیلئے مہلت مانگنا.. 269
۸۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل کرنا 270

عبداللہ الرضیع (شیر خوار) کی شہادت 270

پیاسے بچے کیلئے پانی طلب کرنا 271

عبداللہ بن حسن مجتبیٰؑ کی شہادت 272

۹۔ سروں کا قلم کرنا 273

حضرت مسلم بن عقیل وھانی بن عروہ کی شہادت 273

جانب کوفہ سفر کے دوران 274

امام حسینؑ کیساتھ لوگوں کا شامل ہونا 274

عبداللہ بن یقطر کی گرفتاری 275

امام حسینؑ اور آپؑ کے ساتھیوں کے سروں کا قلم کرنا 276

شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنا 277

امام حسین علیہ السلام کے جسم کی بے حرمتی 277

۱۲۔ جرم کی انتہائی بھیانک تصویر 278

امام حسینؑ دشمنوں کے حصار میں 279

ایک تیر آپؑ کے دل پر آلگا 279

امام حسینؑ کے قتل کے بعد 281

۱۳۔ حسینی خیام کی تاراجی 282

۱۴۔ خیام کو آگ لگانا 283

۱۵۔ رسولؐ کے خوشبودار پھول سبط حسین مظلومؑ 284

کے چہرہ پر چھڑی مارنے کی جسارت 284

۱۶۔ یزید ملعون اور اس کے حواریوں کی خوشحالی 285

۱۷۔ خاندان رسالت مآب کو قیدی بنا کر شہر بہ شہر پھرانا 287

کربلاء میں بے گور و کفن لاشے اور خاندان عصمت کی اسیری 288

۱۸۔ نیزوں پر سروں کو چڑھایا 288

کوفہ کی گلیوں میں سروں کا گھمایا جانا 289

۱۹۔ شراب خوروں کی محفل 289

۲۰ ۔ حسینؑ کے مبارک دانتوں پر چھڑی مارنا 290

۲۱۔ امام حسینؑ کے سر مبارک کو بلندی پر آویزاں کرنا 291

۲۲۔ ویران جگہ پر آل رسولؐ کو قید میں رکھنا 292

۲۳۔ آل رسولؐ کے قتل سے غصہ ٹھنڈا کرنا 293

امام حسینؑ کے دشمنوں کی بداخلاقی کے موارد سے 295

حاصل شدہ دروس و فوائد 295

کافروں و قاتلوں کا انجام 295

۱۔ جھوٹ اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا 296

جھوٹ بولنے کی سزا اور نقصانات 297

معاشرہ میں ذمہ دار شخص بارے 298

اُمت کی پسماندگی کے اسباب 299

۲۔ دھوکہ، فریب، چالاکی و دغابازی 299

دھوکہ دہی اور بری خواہشات کے اثرات 301

انسان کی ذمہ داری 303

اپنی خواہش کو اللہ کی رضایت پر مقدم کرنا 303

امام حسینؑ کے قاتل 305

۴۔ بندگان پر ظلم اور شہروں، آبادیوں میں فساد بپا کرنا 306

کربلاء میں اسلامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی 306

ظلم کرنے والوں کے بارے 307

ظلم سے دُور رہنے کا حکم 309
۵۔ محترم ہستیوں کی توہین کرنا 309
پہلی حرمت: رسول اللہؐ کی حرمت ہے 312
دوسری حرمت: اہل بیت رسولؐ کی حرمت کو پامال کرنا...................... 313
اس عنوان سے حاصل شدہ دروس 313
رسول اللہؐ اور انکے احکام کی پیروی واطاعت................................ 314
اُمت کیلئے ہدایت نامہ 315
غیبت امامؑ کا زمانہ 316
اخلاقی اصلاحی انقلاب.. 317
اخلاقیات کی اصلاح کیلئے انقلاب 318
اختتامیہ از مترجم 321

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز ترجمہ: ۲۷ اپریل ۲۰۲۳ء

دفتر منتہائے نور مرکز تحقیقات اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ نستعین

الحمد للہ علیٰ کل حال اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد و عجل فرجھم والعن اعدائھم من الاولین والآخرین۔

مقدمہ

اسلامی تاریخ میں امام حسین علیہ السلام کا قیام ایک اہم موڑ شمار ہوتا ہے بلکہ انسانی تاریخ بھی ایسا ہی ہے؛ یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے دین اسلام اپنے صحیح راستہ پر واپس آگیا جبکہ اُموی منصوبہ اس کو بالکل ختم کر دیتا۔ مسلمانوں کو ان کے اعتقادات، احکام، اخلاقیات میں برحق دین کی طرف پلٹا دیا جبکہ اس میں تحریف اور کھوٹا پن آگیا۔ دین کی تحقیر ہو چکی تھی، ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ انسان کے لئے اس کی انسانیت کو واپس لے آیا۔ یہ تمام انقلابات کے لیے بنیادی اساسی انقلاب قرار پایا، ظلم کے خلاف عدل کے قیام کے انقلابات، مظلوم کے ظالم کے خلاف انقلابات، پورے عالم میں اصلاحی تحریکوں کے لیے یہ تحریک مقتداء و راہنماء قرار پائی، ایسی تحریک جس نے عوام کو جگایا اور انسان کو آزادی کی نعمت سے نوازا۔

ایسا یقین جس میں شک کی گنجائش نہیں اور یہ امر واضح و روشن ہے کہ بابرکت حسینی انقلاب (اس انقلاب لانے والے پر لاکھوں درود و سلام ہوں) کی انواع و اقسام کے لیے متعدد جہات و جوانب ہیں، ان جہات میں ہر جہت اپنی ذات میں ایک مستقل مدرسہ و مکتب ہے جس میں انسان فقہی اور معہم اسباق لیتا ہے۔ دین

کے متعلق، اخلاق بارے، سیاست کے میدان میں، اجتماعیات کے اعتبار سے اور ان کے علاوہ دوسرے عناوین، اس سے وعظ و نصیحتیں اور عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔

دین کی صحیح معرفت اور اسے غیر صحیح سے جدائی کا پہلو، حق پر ثابت قدم رہنا اور راہ خدا میں جہاد کا پہلو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اخلاص کا پہلو، اللہ سبحانہ کے حضور مطلق تسلیم کا پہلو، پانچویں جہت ظلم کے سامنے ڈٹ جانا اور فسادیوں کے دعوؤں کی کلی کھلنا اور ان کے ناکارہ ہونے پر روشنی پڑنا، اس کے علاوہ بہت سارے عناوین بنتے ہیں۔ ہم ان بہت سارے عناوین سے ایک انتہائی اہم پہلو کو لیں گے اور وہ حسینی انقلاب، مکارم الاخلاق، اقدار قابل تقلید نمونے ہیں کہ سید الشہداء علیہ السلام نے انہیں اپنے انقلاب کے دوران پیش کیا ہے۔آپ کی تحریک مکارم اخلاق کا ایک مکمل مرتب منظومہ ہے۔

ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حق سے وابستہ سپاہ میں اخلاقی فضائل کو بیان کریں گے جو امام حسین علیہ السلام، آپ علیہ السلام کی اولاد، آپ کے اہل بیت علیہا السلام اور آپ کے اصحاب تشکیل پاتے تھے اور آپ کے مدمقابل اخلاق رذیلہ جو وباطل کی سپاہ کے تھے جو یزید اور اس کے اعوان اور پیروکاروں سے عبارت تھے ایک عمومی عنوان اس کے لیے حسینی انقلاب کے اخلاقیات بنتا ہے۔ گراں اخلاقیات سے فردوس بنی (اجتماع) میں کس طرح استفادہ کی اجاسکتا ہے۔

واضح ہے کہ ہم تقابل بیان کرنے کے درپے نہیں کیونکہ ایسا ممکن نہیں کہ ہم یزید ملعون، ننگ انسانیت کیساتھ امام حسین علیہ السلام جو شرف انسانیت ہیں اس کا تقابل کریں کسی بھی حوالے سے ایسا کرنا ممکن نہیں، حسین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے فرزند ہیں آپ کے ریحان ہیں اور آپؐ کی اُمت میں آپ کے خلیفہ ہیں اور جنتیوں کے سردار ہیں۔آپ اہل البیتؑ سے ہیں اللہ تعالیٰ نے رجس کو دور

کیااور آپ اہل البیتؑ کو پاک وطاہر قرار دیاان کے ساتھ کسی کو ملایا نہیں جاسکتااور نہ ہی کسی کاان سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

یزید لعنتی کی حسین علیہ السلام سے کیا نسبت،زمین کہاں،آسمان کہاں، تحت الثری کو کیاثریا سے نسبت،درانتی کا کیا ربط تلوار سے ،ہم جو کچھ یہاں بیان کرنے چلے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام اورآپؑ کے انصار کس اعلیٰ اقدار پر تھے اوریزیداوراسکے انصار واعوان کس قدر پستی میں ہیں۔

اصل بحث شروع کرنے سے پہلے تمہید کے طور پر ضروری ہے کہ اخلاق کی اہمیت کو بیان کیاجائے اور یہ کہ دنیااورآخرت میں اس کے اثرات کیا ہیں اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی زندگی بارے مختصر بیان اور آپ کے کچھ فضائل ومناقب کو بیان کریں اورآپ کے اخلاق کے نمونے بیان کریں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے علماء نے جو کچھ لعنتی یزید کے بارے کہاہے اس کو بیان کیا جائے۔

السید محمد تقی السید یوسف الحکیم

النجف الاشرف

تمہید

اخلاق کی اہمیت اور اخلاق کے فرد اور سوسائٹی پر اثرات اسلامی شریعت میں، سابقہ آسمانی شریعتوں میں بھی ایسا ہی ہے اور اسی طرح وضعی نظاموں میں دوسرے عناوین کے ساتھ ہے۔ یہ بحث تین بنیادوں پر مرکوز ہے۔

ا۔ **عقائد:** مؤمن پر لازم ہے کہ ان امور کا عقیدہ رکھے۔ان کا تعلق اصول الدین اور دوسرے اعتقادات سے ہے اس میں یہ طے شدہ ہے کہ اعتقادات میں تقلید جائز نہیں۔

۲۔**احکام:** حلال وحرام اور شرعی تکالیف اور فرائض کی ذمہ داریوں کا بیان ہے۔جو عبادات ومعاملات میں تقسیم ہوتے ہیں۔یہ سب فروع دین وغیرہ سے متعلق ہیں اس میں یہ بات معلوم رہے کہ تقلید ضروری ہے،اگرانسان خود مجتہد یا محتاط نہ ہو۔

۳۔**اخلاق:** یہ انسانی روش وسلوک کے اعلیٰ نمونوں کا مجموعہ ہیں جس کے بارے مکمل وکامل مربوط نظم دہ پروگرام ہے اور اخلاقیات ہیں جو رہبر ورہبریت سے جڑے ہوئے ہیں یہ انسان کے تعلقات کو چار گرپوں کو نظم دیتا ہے۔

ا۔انسان کا اللہ سے تعلق ورابطہ

۲۔انسان کا اپنی ذات سے تعلق ورابطہ

۳۔انسان کا اپنے گھرانہ اور خاندان سے تعلق ورابطہ

۴۔انسان کا اپنی سوسائٹی اور اپنے اجتماع سے رابطہ و تعلق

اخلاق کی اہمیت کے پیش نظر شریعت مقدسہ میں بہت زیادہ اور بار بار تاکید کی گئی ہے اور اس حوالے سے بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

النبی ﷺ تمام خیر و کمال کی صفات سے آراستہ ومزین ہیں لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب معظم ومکرم میں اس طرح وصف بیان کیا ہے:

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ"[1]

ترجمہ: اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔

یہ بات اخلاق کی اہمیت اوراس کے بڑے اثرات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انسان کی انسانیت اخلاق سے ہی محقق ہوتی ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا:

" هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"[2]

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے اَن پڑھوں میں،ان سے رسول بھیجاہے جو ان پراللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اوران کا تزکیہ کرتے ہیں اورانہیں کتاب اورحکمت کی تعلیم دیتاہے،اگرچہ اس سے پہلے یہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں بھی اخلاق کی طرف اشارہ ہے جسے تزکیہ نفس کے لفظ سے بیان کیاہے اور تزکیہ نفس کو کتاب اور حکمت کی تعلیم سے پہلے لایا گیاہے۔اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کی حدود کوان الفاظ سے بیان کیا ہے؛۔

"انما بعثت لأتمم مكلارم الاخلاق"[3]

---

[1]۔سورۃ القلم آیت نمبر ۴۔

[2]۔سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۲۔

[3]۔بحار الانوار،ج۱۶،ص۲۱۔

ترجمہ: میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مکارم اخلاق کو تمام (پورا) کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

بناء براین کسی ایک بھی فرد اور اجتماع کی بہتری کے لئے اخلاق کی اہمیت پوشیدہ نہیں دوسرے الفاظ میں کیوں کہیں کہ اخلاق ہی سے انسان کی انسانیت تحقق پذیر ہوتی ہے کیوں کہ یہ بات واضح ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ اقتدار، فتنوں، اموال، عہدے اور دوسرے عناوین انسان کی انسانیت محقق نہیں ہوتی بلکہ ان میں بعض امور تو ایسے ہیں جن کی وجہ سے انسان کی انسانیت جاتی رہتی ہے۔ لہٰذا انسان اخلاق کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جس انسان نبی اکرم ﷺ اور آئمہ اہل البیت علیہم السلام کے بیانات میں جو کچھ اخلاق کے آثار بارے بیان کیا گیا ہے تو انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔

اخلاق حسنہ کو دین قرار دیا گیا ہے، اخلاق حسنہ کو دین کا ظرف قرار دیا گیا یا دین کی اصیل اخلاق حسنہ کو قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح کی اور عبارتیں جو اخلاق کی اہمیت کو بیان کرتی ہیں۔

البنی ﷺ نے فرمایا:

''الخلق وعاء الدین''[1]

ترجمہ: دین سنبھالنے کا بڑا برتن (ظرف) اخلاق ہے۔

آپؐ کا بیان ہے:

''الإسلام حسن الخلق''[2]

---

[1] ۔کنز العمال، ج ۳، ص ۳۔

[2] ۔کنز العمال، ج ۳، ص ۱۷۔

ترجمہ: اسلام حسن اخلاق ہے۔

لہٰذا مکارم اخلاق اور اخلاقی فضائل انسان کو ابدی سعادت تک پہنچاتے ہیں۔ اخلاق سعادت مندی ہے، دنیا اور اخرت کی سعادت اسی میں ہے۔ انسان کو انسانی کمالات کے بلند ترین مقام پر مکارم اخلاق پہنچاتے ہیں اور برے اخلاق انسان کو بد بختی اور ہمیشہ کی بربادی اور ضلالت میں جا پھینکتے ہیں۔

النبی کریم ﷺ سے ہے:

''أن العبد ليبلغ بحسن خلقه عظيم درجات الاخرة وشرف المنازل''[1]

ترجمہ: بتحقیق عبد (بندہ) اپنے حسن خلق سے آخرت کے عظیم درجات کو پہنچتا ہے۔

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور یہ کہا: یارسول اللہ ﷺ دین کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا ''حسن الخلق'' اچھا اخلاق، پھر وہ آپکی دائیں جانب سے آیا؛ دوبارہ سوال کیا کہ دین کیا ہے؟ توآپؐ نے فرمایا: ''حسن الخلق'' پھر وہ آپ کی بائیں جانب سے آیا اور دوبارہ اپنا سوال دہرایا کہ دین کیا ہے توآپؐ نے وہی جواب دیا ''حسن الخلق'' پھر وہ پیچھے سے آیا اور وہی سوال دہرایا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ ''أما تفقه الدين؟'' بہر حال دین کی سمجھ، تووہ یہ ہے کہ ''هو أن لا تغضب''[2] کہ تم غصہ مت کرو۔

---

[1] ۔المحجة البيضاء، ج5، ص ۹۳۔

[2] ۔بحار الانوار، ج۶۸، ص ۳۹۳۔

حضرت علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مایوضع فی میزان امرئ یوم القیامة أفضل من حسن الخلق''[1]

ترجمہ: انسان کے اعمال کے ترازو میں قیامت کے دن جو کچھ رکھا جائے گا اس میں حسن خلق (اچھے اخلاق) سے بہتر کچھ بھی نہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''علیکم بمکارم الاخلاق فانها رفعة، ویاکم والاخلاق الدنیة فانها تضع الشرف وتهدم المجد''[2]

ترجمہ: آپ پر ہے کہ مکارم اخلاق کو اپناؤ، کیونکہ اس میں بلندی ہے، خبر دار رہو، کہ اگر برے اخلاق اپناؤ گے، جو شرف کو گرادیتے ہیں اور بزرگی و عظمت کو کم کردیتے ہیں اور تم معاشرہ میں گر جاؤ گے۔

امام الصادق علیہ السلام سے ہے:

''إن حسن الخلق یبلغ بصاحبه درجة الصائم القائم''[3]

ترجمہ: حسن خلق اپنے ساتھی کو روزہ دار اور شب زندہ دار کے مقام پر پہنچاتا ہے۔

علی بن ابی علی اللھبی نے امام ابو عبداللہ صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے۔

---

[1] ۔الکافی، ج۲، ص۹۹۔

[2] ۔بحار الانوار، ج۷۵، ص۵۳۔

[3] ۔الکافی، ج۲، ص۱۰۳۔

''إن الله تبارك وتعالىٰ ليعطى العبد من الثواب على حسن الخلق كما يعطى المجاهد فى سبيل الله، يغدو عليه ويروح''[1]

ترجمہ: بتحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ حسن خلق کی وجہ سے بندے کو وہ ثواب دیتا ہے جو اللہ کی راہ میں صبح وشام جہاد میں مصروف رہنے والے کو دیتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے ہے۔

راوی: میں نے عرض کیا کہ '' ماحد حسن الخلق ''حسن خلق کی حد کیا ہے۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا:

''تلين جناحك، وتطيب كلامك، وتلقى أخاك ببشرحسن''[2]

ترجمہ: اپنے بازو کو جھکاؤ، بات نرم کرو، عمدہ انداز سے بات کرو اور اپنے بھائی سے اچھے انداز سے ملاقات کرو۔

دین برتاؤ کا نام ہے، اللہ کے رسول اور اہل البیت علیہم السلام کے ہاں دین میں برتاؤ اور رویہ اس وقت تک قبول نہیں اور نہ ہی پسندیدہ ہے، جب تک وہ رویہ حسن خلق پر مبنی نہ ہو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

''ان أحسن الحسن الخلق الحسن''[3]

---

[1] ۔ الکافی، ج۲، ص۱۰۱۔

[2] ۔ الکافی، ج۲، ص۱۰۳۔

[3] ۔ وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۱۵۳۔

ترجمہ: بتحقیق خوبصورت سے زیادہ اچھا اور زیادہ خوبصورت، خوبصورت اور اچھا اخلاق ہے۔

لہٰذا اخلاق حسنہ ہی دین اور ایمان ہے اور دنیا وآخرت کی خیر و بھلائی ہے، عقل کا ثمر اور ایمان کی طاقت ہے۔ نعمتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی نعمت ہے، بہترین نعمت یہ ہے اور ہر نیکی کا عنوان و سر نامہ ہے،

ہر خیر کا عنوان ہے اور اچھی زندگی، خوشگوار زندگی کا ذریعہ ہے ،انسانوں کو خوش کرنے کا وسیلہ ہے ، عمدہ رہن سہن ہے۔انتہائی اہم اللہ کے رسولؐ کے قریب ہونے کا ذریعہ ہے، یہ سب باتیں احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔

اخلاق پر جو آثار مرتب ہوئے ہیں تو وہ ایسے ہیں کہ ان سے کوئی بھی بے نیاز نہیں رہ سکتا بلکہ یہ ہر ایک کی ضرورت ہے۔

اس میں دنیاوی اور اخروی سارے فوائد و ثمرات وآثار شامل ہیں۔اس لئے ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ مکارم اخلاق کو اپنانے اور ان سے خود آراستہ کرنے لئے جد وجہد کرے اور اس پر قائم رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من حسن خلقه بلغه الله درجة الصائم القائم''[1]

ترجمہ: حسن خلق سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو روزہ دار وشب زندہ دار کے مقام پر پہنچادیا۔

مزید برآں اخلاق حسنہ کے بہت ہی اہم اثرات اور بہت زیادہ فوائد کو روایات میں بیان کیا گیا ہے۔جسے مؤمن اللہ کے پاس جو کچھ پہنچائے گا اس میں

[1]۔ عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۶۷۔

محبوب ترین چیز اللہ کے ہاں اخلاق حسنہ ہے۔ میزان میں سب سے پیاری چیز اخلاق حسنہ ہےاور سب سے افضل اور بہترین چیز جسے میزان میں رکھا جائے گا وہ اخلاق حسنہ ہے۔

اخلاق حسنہ نبی اکرم ﷺ کی محبت اور آپؐ سے قریب ہونے کا وسیلہ ہیں۔اخلاق حسنہ والا تمام مؤمنین میں کامل ترین، فاضل ترین، شریف ترین، سب سے زیادہ خیر پر ہوتا ہے۔اخلاق حسنہ سے شہروں کی آبادکاری ہے۔اخلاق حسنہ سے عمروں میں اضافہ ہوتا ہے،اخلاق حسنہ سے اجتناب نہیں ہو سکتا،اس کے علاوہ اور بے حساب اخلاق حسنہ کے فوائد و منافع ہیں جنہیں اخلاقیات کے بارے لکھی گئی کتابوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

اسی حوالے سے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے اخلاق،اخلاق کے فضائل اور مکارم کے لئے علامت و نشان ہیں۔

جنہوں نے حسن خلق کی بہت عمدہ مثالیں واضح ترین صورتیں اور خوبصورت ترین مصادیق چھوڑے ہیں۔اس لحاظ سے وہی یہ حق رکھتے ہیں کہ اس حوالے سے ان کی اقتداء و پیروی کی جائے بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں وہی مقتداء ورفقاء ہیں جیسا کہ اپنے مؤمنوں پر زور دیا ہے کہ وہ اخلاق کو ہر صورت اپنائیں یہ سب کچھ انہوں نے اپنے عمدہ بیانات سے اخلاق کی خوشبوئیں پھیلائیں ۔اسے اپنی سیرت اور اپنی روایات سے دی ہے جیسا کہ ان سے آمدہ روایات میں آیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''علیکم بمکارم الاخلاق فإن ربی بعثنی بها''[1]

---

[1]۔وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۱۷۴۔

ترجمہ: آپ سب پر لازم ہے کہ مکارم اخلاق کو اپنائیں کہ میرے رب نے مجھے اسی کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔

اس کے مدمقابل شریعت مقدسہ میں بالخصوص مکتب اہل بیت علیہم السلام میں بداخلاقی اوراخلاقی بیماری کے متعلق خبردار رہیں اوراخلاق رذیلہ کی وجہ سے جوبڑے بڑے نقصانات ہوتے ہیں۔جن کی وجہ سے انسان ہلاکت کے گڑھے میں گرجاتا ہے۔

اخلاق سیئہ: الٰہی معارف کوحاصل کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ اورمانع ہوتے ہیں اورالٰہی فیوضات اوربرکات سےانسان بدخلقی کے نتیجہ میں محروم ہوجاتا ہے۔جس کاازالہ وہ نہیں کرسکتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سؤ الخلق ذنب لایغفر''[1]

ترجمہ: بدخلقی ایسا گناہ ہے جسے معاف نہیں کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان العبد لیبلغ من سؤ خلقه اسفل درك جهنم''[2]

ترجمہ: بتحقیق ایک بندہ بدخلقی کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقے میں جا پہنچتا ہے۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

''سوء الخلق نکد''[1]

---

[1]۔المحجة البیضاء،ج۵،ص۴۹۳۔کنزالعمال،ج۳،ص۴۴۳/۷۳۶۳۔

[2]۔المحجة البیضاء،ج۵،ص۴۹۳۔جامع السادات،ج۱،ص۲۷۱۔

ترجمہ: بد خلقی، بد بختی اور سختی ہے۔[1]

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''سوء الخلق یوحش القریب وینفر اللبعید''[2]

ترجمہ: بد خلقی قریبی کو وحشت زدہ کرتی ہے اور دور والے کو نفرت دلاتا ہے۔

یہ بات مد نظر رہے کہ انسان کے لئے ایسا ممکن ہی نہیں کہ وہ اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو جائے جبکہ وہ اخلاق رذیلہ میں وہ کر چکا ہو، اخلاق رذیلہ اس جگہ بنا چکے ہوں لہٰذا جس میں تکبر اور بڑا پن کی حالت موجود ہے تو وہ متواضع وانکساری کرنے والا نہیں ہو سکتا جو ظلم کرتا ہے تو وہ عدل کو قائم نہیں رکھ سکتا جو شخص شیطان کی اطاعت کرتا ہے تو وہ کس طرح رحمٰن کی اطاعت کر سکتا ہے ۔

لہٰذا ضروری ہے کہ رب سے پہلے وہ اپنے آپ کو اخلاق رذیلہ سے اپنی جان چھڑوائے بد خلقی سے دور ہو بد خلقی کی بیماری کا علاج کرے۔ جو عیب موجود ہے اسے پہلے دور کرے، پھر خود کو حسن خلق کی طرف پلٹائے۔ خیر اچھائی، کمال کی صفات سے خود کو آراستہ کرے، جیسا کہ علم اخلاق میں کہا جاتا ہے کہ پہلے خود کو خالی کرو (بری عادات وصفات سے) اور پھر خود کو اپنے اوپر (اچھی عادات اور خوبصورت صفات سے)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو برے اخلاق سے خالی کرو پھر نفس کو مکارم اخلاق سے آراستہ کرو۔

---

[1] ۔بحار الانوار، ج۷۵، ص۲۵۶۔

[2] ۔مستدرک الوسائل، ج۱۲، ص۷۶۔

دل کی مثال برتن کی ہے، اگر برتن گندگی سے بھرا ہوا ہے تو اس میں کسی پاکیزہ چیز کو نہیں رکھ سکتے کیونکہ وہ بھی خراب ہو جائے گا۔ گندے برتن میں پاکیزہ چیز بھی خراب ہی ہو جائے گی، اگر برتن صاف ستھرا ہو گا تو پھر اس میں جو چاہیں ڈال دیں اس کے خراب ہونے کا ڈر نہیں ہو گا۔

مکارم اخلاق سے کیا مراد ہے: مکارم اخلاق کونسے ہیں تاکہ بندہ ان صفات سے آراستہ ہو اور وہ اخلاق حسنہ والوں سے قرار دیا جائے اور سوی اخلاق (برے اخلاق) کون سے ہیں تاکہ انسان ان سے بچے اور ان کو اپنے سے دور کرے۔

یہ اخلاق کتب کی طرف رجوع کرنے سے واضح ہو جائیں گے۔ اجمالی طور پر ہم اس جگہ کچھ وضاحت بیان کرتے ہیں۔

بہر حال اس کا پہلا سلسلہ بندے کا اللہ سے تعلق ہے تو ضروری ہے کہ یہ تعلق اللہ تعالیٰ کی صحیح عبادت پر مشتمل ہو جس میں اللہ کے حضور خشوع و خضوع ہو ہر عبادت کا جسم ہے اور اس کی جان اور اس کے لئے روح ہے عبادت کا جسم، اذکار، ظاہری حرکات وسکنات، عبادت کی خاص ترتیب ہے جبکہ عبادت کی روح اور جان اور اللہ کی جانب توجہ، اللہ سبحانہ کے لئے خضوع وخشوع کی حالت کا ہونا ہے۔

اس پر مزید یہ کہ انسان کے شعور میں یہ بات ہو کہ وہ فقر محض ہے وہ حاجت اور فاقہ سے عبارت ہے ہر حال میں اور ہر وقت، ہمیشہ اللہ کے فضل و کرم ورحمت ولطف وتوفیق کا محتاج ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ کے حضور میں التجاء کی حالت میں رہے اور یہ کہ منزل یقین پر ہو اللہ عزوجل کی قضاء وقدر کے آگے تسلیم ہو، ہم اس بات کو امام حسین علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے اس میں اس کو سمجھیں گے۔

دوسرا مرحلہ: انسان کا اپنی ذات سے متعلق یہ وہ چیز ہے جسے نفس کی تربیت اور نفس کے تزکیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یہ اخلاقی مطالب اور ابحاث میں انتہائی اہم ہے۔

دنیا اور آخرت میں انسان کی زندگی پر اس کے بہت زیادہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اس جانب اشارہ ہو چکا کہ کتاب اور حکمت کے برابر تزکیہ نفس کی اہمیت ہے۔اگر ان سے زیادہ نہ ہو جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

جس طرح ایک چھوٹے بچے کو تربیت اور تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کہ اسے صحیح وغلط کی پہچان کروائی جائے۔اسی طرح انسان کے نفس کو تربیت اور تزکیہ کی ضرورت ہے اور یہ کہ اسے حلال وحرام کی پہچان کروائی جائے، کہ اسے کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہیں کرنا اور عمومی آگہی، مکارم اخلاق اور مساوئ اخلاق بارے بتانا ہوگا اور اسے پتا ہو کہ اس کے افراد اور معاشرہ پر اس کے کیا اثرات ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ نفس کی تربیت کرنا، چھوٹے بچے کی تربیت سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے بلکہ شکاری حیوانات کو سدھارنے سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام سے ہے:

''انما ھی نفسی أروضھا''[1]

ترجمہ: یہ میرا نفس ہے، جسے میں نے قابو کیا ہوا ہے۔

اسی بناء پر نفس کی تربیت اور جہاد بالنفس جہاد اکبر قرار دیا جبکہ دشمن کے مقابلہ میں جنگ کو جہاد اصغر کہا گیا۔

---

[1] ۔نہج البلاغۃ؛تحقیق صبحی الصالح: ۴۶ ۷؛نور الثقلین، ج ۴، ص ۵۵۳/ ۵۶۰۔

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگی مہم پر کچھ افراد کو روانہ کیا جب وہ واپس آئے تو آپ آئے توآپ نے ان دیکھ کر فرمایا: ''مرحبابقوم قضوالجهادالأصغر'' ترجمہ: خوش آمدید؛اے وہ گروہ جو جہاد اصغر کو پورا کر کے آگئے۔ یہ سن کر آپ سے سوال کیا گیا؛ یارسول اللہ: (ماالجهاد الأکبر)، ترجمہ: اگر یہ جہاد اصغر تھا، توجہاد اکبر کیا ہے؟

توآپ نے جواب میں فرمایا:

''أفضل الجهاد من جاهد نفسه التی بین جنبیه''[1]

ترجمہ: سب سے زیادہ فضیلت والاجہاد اس کا ہے جو اپنی دو پہلوؤں میں موجود نفس کے خلاف جہاد کرتا ہے۔

ہرانسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی کرے اور ہر چیز کے متعلق باقاعدہ جائزہ لے کیونکہ اسے بہت ہی سخت اور انتہائی سنجیدہ احتساب کا سامنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا''[2]۔

ترجمہ: اور کتاب (تحریر شدہ مواد) کوسامنے رکھ دیا گیا مجرم اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ ڈر رہے ہوں گے بوجہ اس کے جو کچھ اس میں درج ہوگا اور وہ

---

[1]۔الامالی للصدوق: ۵۵۳؛الکافی، ج۵؛ص ۱۲/۳۔

[2]۔سورۃ الکھف، آیت نمبر ۴۹۔

سب کہیں گے وائے ہو ہم پر یہ کتاب (تحریر) ہے کہ اس میں تو نہ چھوٹی بات چھوٹی ہے اور نہ ہی بڑی بات (سب کچھ اس میں درج ہے) انہوں نے جو کچھ انجام دیا تھا وہ سب کچھ اس میں موجود پائیں گے اور تمہارا رب تو کسی ایک پر بھی کچھ ظلم نہیں کرتا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام سے آیا ہے:

''عباداللہ زنواأنفسکم من قبل أن توزنواوحاسبوھا من قبل أن تحاسبوا''[1]

ترجمہ: اے بندگان خدا: اپنے نفسوں کا وزن خود ہی کر لو کہ قبل اس کے کہ ان کا وزن کیا جائے اور نفس کا احتساب کر لو قبل اس کے کہ اس کا احتساب کیا جائے۔

امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام سے آیا ہے:

''لیس منا من لم یحاسب نفسه فی کل یوم فإن عمل حسنا استزاداللہ، وإن عمل سیئا استغفراللہ منه وتاب إلیه''[2]

ترجمہ: وہ جو روزانہ اپنے نفس کا احتساب نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے، وہ دیکھے کہ اگر اس نے نیک عمل کیا ہے، تو اللہ سے اس میں اضافہ چاہو اور اگر برائی کی ہے، تو اللہ سے طلب مغفرت اور توبہ کی درخواست کرے۔

انسان نفس کی تربیت سے ہی انسانی آفات اور اخلاقی زہریلی فضاؤں سے بچ سکتا ہے اور خود کو مکارم اخلاق اور اخلاقی فضائل سے آراستہ کرنے کے قابل ہو جاتا

---

[1] ۔نہج البلاغة ص ۱۲۳، خطبة۹۰؛ بحار الانوار، ج ۳۱۰، ۸۳۰/۴۔

[2] ۔الکافی، ج ۲، ص ۴۵۳/ ۲۰۔

ہے اور اسی دوران ہی وہ ان امور کی نگرانی کر سکتا ہے جو اس سے چھوٹ گئے ہیں یا جو اس سے فاسد ہو گیا ہے اس کی اصلاح بھی ہو سکتی ہے، وہ اس حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ اپنے نفس پر اسی کا حکم چلے گا ایسا اس لئے ہوگا کہ نفس جدھر کو اسے کھینچ کر لے جائے وہ اسی طرف جاتا ہے۔

ہم دیکھیں گے کہ کس طرح امام حسین علیہ السلام نے اپنے نفس کی تربیت کی اور اسے اپنا اطاعت گزار بنایا کہ جسے چاہا اسے اللہ کی اطاعت میں لے آیا۔

تیسری صورت حال کہ جس کا تعلق انسان کا اپنے گھرانے اور خاندان کے ساتھ ہے۔ ان تعلقات میں سب سے اہم اور ضروری تعلق انسان کا اپنے والدین سے ہوتا ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے اور ان دونوں کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ جوڑ دیا اور یہ کہ ان کے لئے گستاخی نہ کی جائے یہاں تک کہ ان کی جانب نگاہ کرنے اور معمولی سے جملہ کی ادائیگی میں بھی گستاخی کا پہلو نہ ہو۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

''وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا''۔''وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا''[1]

ترجمہ: تیرے رب نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ عبادت نہ کی جائے مگر یہ کہ فقط اسی کی (اللہ کی عبادت کی جائے) اور یہ کہ والدین کے ساتھ احسان کیا جائے

[1]۔سورۃ الاسراء آیت نمبر ۲۴،۲۳۔

اور جب تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے لئے اُف (اوہ) مت کہو اور نہ ہی انہیں جھڑ کو اور تم ان کے لئے کہو اے میرے رب ان دونوں پر رحمت فرما، جس طرح انہوں نے بچپنے میں میرے اوپر شفقت و مہربانی کی۔

اسی طرح شوہر بیوی کا باہمی تعلق اور دوسروں سے رابطہ، بھائیوں، بہنوں سے تعلق داری، رشتہ داروں سے تعلق و رابطہ یہ سب تعلقات محبت، پیار مہربانی پر قائم ہیں اور سب کے لئے خیر و بھلائی کا جذبہ رکھا جائے سب سے حسن خلق سے پیش آیا جائے۔ امام حسین علیہ السلام کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ انتہائی مشکل ترین حالات میں جو رویہ اور سلوک تھا اس بات کو آپ آئندہ صفحات میں دیکھیں گے۔

چوتھی کیفیت انسان کا اپنی سوسائٹی سے رابطہ اور تعلق بارے ہے جس میں انسان زندگی گزار رہا ہے۔ جس میں انسان زندگی گزار رہا ہے، جن کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ اس میں اخلاق اعلیٰ کی کیفیت کا دور آتا ہے اعلیٰ اخلاقی مثالیں سامنے آتی ہیں۔

مشکل ترین حالات میں انسان اپنے ساتھیوں، ہمسائیوں اور اپنی سوسائٹی کے افراد سے کتنا اعلیٰ رویہ اپناتا ہے۔ کیا رویہ ہے انسانوں کے ساتھ، رہن سہن کا معاملہ، جب اپنے ادیان میں اپنے مذاہب میں، اپنے مسالک میں، اپنی قوم میں، اپنے رفقاء میں اور عادات میں لوگ محدود ہوتے ہیں اگر انسان سب کے ساتھ اخلاقیات کا رویہ اپنائے تو سب بہت بڑی رفاہیت اور سکون میں زندگی گزاریں گے۔

امن ہو گا، صلح و صفاء ہو گی ایک دوسرے کا احترام ہو گا، سب کے لئے خیر وفلاح جذبہ ہو جس طرح اپنے لئے خیر وفلاح چاہتا ہے سب کی خوش بختی اور سعادت

کا خواہاں ہو پھر ایک دوسرے پر زیادتی نہ ہو گی سب ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں گے،اس طرح ایک پر امن ماحول قائم ہو گا۔

ہم آئندہ صفحات میں دیکھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے ریحان و پھول وپیارے فرزند حسین علیہ السلام کا لوگوں کے ساتھ رویہ،آپ سب کے لئے خیر و بہتری چاہتے تھے۔سب کی کامیابی کے خواہاں تھے سب کو بد بختی و فقر سے نکالنا چاہتے تھے سب کی مشکلات حل کرنے میں مدگار ہوتے تھے بلکہ ان کی راہنمائی اور ہدایت کے لئے سب کچھ فرمادیا کرتے تھے تاکہ سب کا بھلااور سب کی خیر ہو۔آپ سب کے خیر خواہ تھے۔

بابِ اوّل: حسین بن علی علیہما السلام

عرب دنیا میں شریف ترین اور معزز ترین خاندان سے آپ کا تعلق ہے بلکہ روئے زمین پر جتنے گھرانے انسانوں کے لئے ہیں ان سب میں شریف ترین گھرانہ آپ کا ہے۔ پاکیزہ ترین رحم، آپ کا گھرانہ، انبیاء کا گھرانہ، اوصیاء کا گھرانہ، ابرار وصالحین کا گھرانہ، کعبہ کے دربان، حاجیوں کے خدمت گزار، آپ ہی کا گھرانہ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ الہی عنایت، رحمت امام حسین علیہ السلام کے لئے آپ کی ولادت سے پہلے موجود تھی۔اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کے لئے شریف ترین خاندان، بہترین آباء واجداد، آباء کے لحاظ سے افضل، ماؤں میں پاکیزہ ترین طاہر ترین ماں سے چناؤ کیا۔اس کا عکس نظرآیا، امام حسین علیہ السلام کے اخلاقیات آپ کے رویوں اور سیرت وکردار پر روشنی پڑی ہے۔

آپ کے جد رسول ﷺ، حبیب اللہ العالمین، خاتم النبین، افضل المرسلین، رحمت للعالمین ہیں۔آپ کی جدہ سیدہ فاطمۃ بنت اسد ہیں جنہیں نبی اکرم ﷺ اپنی ماں قرار دیتے تھے اورآپ کا اس طرح خیال رکھا جس طرح ایک بیٹا اپنی سگی ماں کے لئے توجہ دیتا ہے،اس حد تک کہ آپ کی قبر میں پہلے خود لیٹے اور پھر اپنے ہاتھوں سے آپ کو قبر میں اتارا یہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی تربیت کی اورآپ کے بچپن سے ہی آپ کا خصوصی خیال رکھا اورآپ پر توجہ دی۔

آپ کی نانی سیدہ خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام جو نبی اکرم ﷺ کی پہلی زوجہ اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاتون اول اسلام کے لئے خاص کردیا۔آپ کے باپ تو وہ امیر المؤمنین قائد الغرالمحجلین یعسوب الدین امام الانس والجنۃ، رسول اللہ ﷺ کے وصی، رسول اللہ کے عزیز، دامت رسول اللہ سے آپ کے غم کو دور

کرنے والے، جنگوں کے نامور فاتح ،قاتل الکفرۃ والمارقین والقاسطین،علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں اورآپ کی اماں پاک فاطمۃ الزہراء علیہاالسلام ہیں جو رسول اللہؐ کی پیاری بیٹی اور بضعت و ٹکڑا،دل کا چین اورآپ کی جان سیدہ العالمین الاولین والاخرین میں ہے۔

اس طرح آپ کے بڑے بھائی امام حسن مجتبی علیہ السلام اس پاکیزہ،مقدس اورطاہر ارتباط و تعلق کا نتیجہ ہیں۔جو رشتہ آسمان سے آمدہ حکم تھارسول اللہؐ نے انجام دیا روایت میں آیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہؐ کے پاس تشریف لائے اوراللہ کا پیغام پہنچایا ''زوج النور من النور''

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

''من ممن، قال علی من فاطمۃ(علیہا السلام)''[1]

ترجمہ: کہ نور کا نور سے رشتہ ازواج قرار دو،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا کس کا کس کے ساتھ توجبرائیل نے جواب دیا کہ علی کا فاطمہ (علیہاالسلام) سے رشتہ کردو۔

زیارت میں یہ جملہ آیا:

''اشھد أنك طھرطاھرمطھرمن طھرطاھرمطھر''[2]

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ(اے حسین علیہ السلام، طہر،طاہر، مطہر ہیں، طہر،طاہر اور مطہر سے ہیں)۔

1۔الخصائص الفاطمیۃ،۱،۲۴۴؛بحار الأنوار،ج ۴۳،ص۱۰۹۔

2۔کامل الزیارات:۱۰۱۔

سورہ الرحمٰن میں ہے:

''مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ، بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ، فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ، يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ''[1]

ترجمہ: بحرین سے مراد علی و فاطمہ علیہاالسلام ہیں، ان سے لوٴلوٴ اور مرجان سے مراد حسن و حسین علیہاالسلام ہیں۔

حسین علیہ السلام کے لئے اس خصوصیت کے ساتھی یکتا اور بے نظیر ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں ایسی بافضیلت ترین شخصیت ہیں جن سے لوگ عشق کرتے ہیں اور نفوس ان کے ساتھ مانوس ہوتے ہیں۔ ایسے عنوان ہیں جن کے سامنے سب کی گردنیں جھکتی ہیں۔

آپ اصل میں بنیادیں، سید الشہداء کا خاندان باعظمت ہیں آپ کے لئے عزت ہے آپ کے لئے حرمت وشان ہے ایسی بلندی پر ہیں کہ جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے پہلے آپ کی ولادت کے بارے خوشخبری لیکر پہنچتے ہیں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جبرائیل نے اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس طرح خبر پہنچائی کہ یا محمد ﷺ بتحقیق اللہ تعالیٰ آپ کو فاطمہ علیہاالسلام سے ایک ایسے مولود کی بشارت دے رہا ہے جسے تیری امت تیرے بعد قتل کرے گی۔

[1]۔ الخصال، ج ۶۵، ص ۹۶؛ تفسیر القمی: ۳۴۴۔

آپ کی زیارت میں اس طرح الفاظ آئے ہیں۔ ''اشھد أنك كنت نورا فی الاصلاب الشامخة والأرحام المطهرة لم تنجسك الجاهلية بأنجاسها ولم تلبسك من مدلهمات ثيابها''[1]

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشک آپ بلند اوراعلیٰ شان، صلیبوں میں نور تھے اور پاکیزہ اورطاہر ارحام میں سے تھے کہ جنہیں نجاستوں اور پلیدیوں نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی تاریک اورسیاہ لباسوں نے سایہ ڈالا،ہر طرح کی تاریکی وظلمت واندھیرے سے آپ محفوظ رہے۔

امام حسین علیہ السلام 3 شعبان المعظم 4 ہجری قمری مدینہ منورہ میں آپکی ولادت ہوئی جب آپ کی ولادت ہوئی تو علی وفاطمہ علیہاالسلام کے گھر تشریف لائے۔تو مولود کو اپنے ہاتھوں میں لیا اوردائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت دی اور حسین علیہ السلام کواپنی گود میں لیا،پیار کیا اوررو دیے جب آپ سے اس رونے کی وجہ پوچھی توآپ نے جواب میں فرمایا:

''تقتله الفئة الباغية من بعدی،لاأنالهم الله شفاعتی''[2]

اسے میرے بعد ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور انہیں میری شفاعت نصیب نہیں گی۔

امام علی بن الحسین علیہاالسلام سے ہے؛آپ نے فرمایا: اسماء بنت عمیس نے مجھ سے یہ بات کہی: کہ فاطمہ علیہاالسلام نے مجھ سے یہ بیان کیاجس وقت آپ حسن علیہ السلام سے حامل ہوئیں اوراسے جنا تو النبی ﷺ تشریف لائے۔

---

[1]۔مصباح المتهجد:۷۲۱۔

[2]۔الامالی الطوسی:۳٦۷/ ۷۸۱؛مقتل الحسین ،ج۱،ص۸۸۔

توآپ نے فرمایا: اے اسماء میرے لئے میرا بیٹا لے آؤ تو میں نے انہیں زرد کپڑے میں لپیٹے لے گئی توآپ نے زرد کپڑے کو دور پھینک دیا۔

پھر دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت کہی پھر علی علیہ السلام سے سوال کیا کہ تم نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے تو علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نام رکھنے میں آپ پر کیسے سبقت لے سکتا ہوں تو یہ سن کر النبی ﷺ نے فرمایا کہ تو میں بھی ان کا نام رکھنے میں اپنے رب سے سبقت نہیں لوں گا تو جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور کہا:

"یا محمد العلی الاعلیٰ یقرئك السلام ویقول: علی منك بمنزلة هارون من موسیٰ ولا نبی بعدك، سم ابنك هذا باسم ابن هارون، فقال النبی ﷺ: وما اسم ابن هارون، قال شبر، قال النبی ﷺ: لسانی عربی، قال جبرائیل علیه السلام: سمه الحسن، قالت أسماء فسماه الحسن"

ترجمہ: اے محمد ﷺ علیٰ اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) آپ کو کہہ رہا ہے اور اللہ فرمارہا ہے علی علیہ السلام کی تجھ سے نسبت وہ ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے نسبت تھی لیکن تمہارے بعد نبی کوئی نہیں ہے اپنے بیٹے کا نام ان کے بیٹے والا نام رکھو۔ النبی ﷺ نے سوال کیا کہ ہارون کے بیٹے کا کیا نام تھا تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا نام شبر تھا، النبی ﷺ نے فرمایا کہ میری زبان عربی ہے تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا اس کا نام حسن علیہ السلام رکھیں۔ اسماء کہتی ہیں کہ النبی ﷺ نے آپ کا نام حسن رکھا اور جب ساتواں دن ہوا تو نبی پاکؐ نے دو سیاہ وسفید رنگ والے خوبصورت دنبے تھے۔

عقیقے کئے اور دایہ کو ایک ران اور دینار دیے پھر سر کے بالوں کے وزن برابر صدقہ چاندی دی سر کی مالش کی پھر فرمایااے اسماء سر پر خون لگانا جاہلیت کے دور کا عمل ہے اسماء کا بیان ہے کہ ایک سال بعد حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی النبی ﷺ تشریف لائے اور فرمایا اسماء میرے بیٹے کو میرے پاس لے آؤتو میں نے سفید کپڑے میں لپیٹ کرآپ کے حوالے کیا ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی پھر حسین علیہ السلام کو اپنی گود میں لیااور رودیے تواسماء نے سوال کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کے رونے کی وجہ ہے توآپ نے فرمایااس بیٹے پراسماء نے کہایہ توابھی پیدا ہوا ہے۔

یارسول اللہ توآپ نے فرمایا:

''تقتله الفئة الباغية بعدی،لاأنالهم الله شفاعتی ''

ترجمہ: اسے میرے بعد ایک باغی گروہ قتل کرے گا کہ اللہ انہیں میری شفاعت نہ پہنچائے گا پھر فرمایا:''یاأسماء لاتخبری فاطمة بهذا فإنها قريبة عهد بولادته''[1]

ترجمہ: اے اسماء یہ بات فاطمہ علیہاالسلام کومت بتانا کیونکہ بچے کی ولادت کے ایام ہیں۔(ابھی تازہ بچے کی ولادت ہوئی ہے)۔

حدیث میں بڑی وضاحت ہے کہ کو لوگ امام حسین علیہ السلام کو قتل کریں گے وہ باغی جماعت ہوگی حق غصب کرنے والے ہوں گے رسول اللہ ﷺ نے ان پر نفرین کی اور وہ گروہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی لعنت کے مستحق اور ابدی عذاب میں ہوں گے۔

---

[1]-عیون أخبار الرضا علیہ السلام، ج۲، ص۲۸ / ۵۰۔

امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی مناسبت سے جبرائیل علیہ السلام اور سارے فرشتے تہنیت اور مبارک کے لئے رسول اللہؐ کے پاس تشریف لائے۔

ابراھیم بن شعیب المیثمی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبداللہ الصادق علیہ السلام سے کہتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا:

''إن الحسین بن علی علیه السلام لما ولد، أمر الله عزوجل جبرئیل أن یهبط فی ألف من الملائکة فیهنئ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من الله ومن جبرئیل''[1]

ترجمہ: جب حسین بن علی علیہما السلام کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک ہزار فرشتوں کو لیکر رسول اللہؐ کے پاس جائیں اور اللہ کی طرف سے اس مولود کی مبارک دیں اور اپنی طرف سے سے بھی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے النبی صلى الله عليه وآله وسلم نے آپ کا نام حسینؑ رکھا آپ کی کنیت ابو عبداللہ رکھی اس کے بعد سر کے بال اتارے اور آپ کے لئے صدقہ کیا اور آپ کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی کے ورق صدقہ میں دیے۔

حسین بن زید العلوی عن جعفر بن محمد عن أبیه عن جده عن علی علیه السلام سے یہ بات بیان کی:

''إن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أمر فاطمة علیها السلام فقال: زنی شعر الحسین وتصدقی بوزنه فضة، وأعطی القابلة رجل العقیقة''[2]

---

[1] ۔الامالی:۲۱۵/۲۰۰؛کامل الزیارات: ۱۶۵/۱۴۰؛الخرائج والجرائح،ج۱،ص ۶۰/۲۵۲۔

[2] ۔المستدرک علی الصحیحین: ج ۳ ، ص؛۱۷۹/۴۸۲۸؛السنن الکبریٰ: ج ۹ ، ص؛۱۹۲۹۸/۵۱۱۔

ترجمہ: بتحقیق رسول اللہؐ نے فاطمہ علیہاالسلام سے فرمایا کہ حسین علیہ السلام کے سر کے بالوں کا وزن کرو اور وزن کے برابر چاندی صدقہ میں دو اور دایہ کو (خدمت گزار خاتون) کو عقیقہ کی ران دے دو۔

بہر حال حسین علیہ السلام کی نشو و نما اور آپ کی پرورش کے حوالے سے یہ واضح ہے کہ خیر، صلاح اور کمال وفضیلت کی خصوصیات اور امتیازات آپ نے اپنے جد رسول اللہ ﷺ سے وراثت میں حاصل کئے اور اپنے بابا حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام اور اپنی اماں پاک سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے آپ کو تمام کمالات وفضائل وراثت میں ملے۔

رسالت اور امامت کی گود میں آپ نے تربیت حاصل کی۔ رسالت اور امامت کے مرکز وچشمہ سے آپ نے علم، عبادت، حلم، اخلاق، شجاعت، فصاحت، بلاغت اور دوسری اعلیٰ صفات اور کمالات حاصل کئے۔ آپ نے صاف وشفاف چشمہ علم سے براہِ راست بغیر واسطہ کے سب کچھ حاصل کیا۔

النبی ﷺ کی آپ سے محبت اور بہت زیادہ تعلق اور ربط ایسا تھا آپ انہیں علم منتقل کر رہے تھے۔ آپ کو کھلاتے تھے، آپ کو اپنے کندھے پر بٹھاتے، آپ کو علم کی لوریاں دیتے، اپنی زبان چوساتے، رسول اللہ ﷺ کی پشت پر سوار ہوتے تو رسول اللہؐ فرماتے کہ بہترین سوار ہے جو دوش پیغمبرؐ پر سوار ہے اور سلیمان فارسی کا بیان ہے۔

ابو ھریرہ کا بیان ہے۔ میں نے ان دو کانوں سے سنا اور ان دو آنکھوں سے دیکھا رسول اللہ ﷺ کہ جبکہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں حسن یا حسین علیہاالسلام کو لیا ہوا تھا اور ان کے پاؤں رسول اللہ ﷺ کے پاؤں پر تھے۔ وہ اس وقت یہ کہہ رہے تھے:

"حزقة حزقة ترق عين بقة فيرقى الغلام حتى يضع قدميه على صدر رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ثم قال له: افتح فاك ثم قبله ثم قال: اللهم أحبه فأني أحبه"[1]

ترجمہ: اے بچے (چھوٹے قدموں سے چلنے والے) چھوٹی آنکھ والے تو بچہ آگے بڑھتا ہے اور چڑھتا آتا ہے اور اپنے پاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے پر رکھ دیتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے کہتے ہیں۔ اپنے منہ کو کھولو پھر اس کو چوم لیتے ہیں پھر یہ جملہ کہا: "اے اللہ! اس سے محبت کر و بلاشک میں اس (سے) محبت کرتا ہوں۔

حدیث میں آیا ہے کہ حسین علیہ السلام کا جب بچپنا تھا تو نماز کے دوران النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر سوار ہو جاتے ہیں حالت سجدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سجدہ کو حسین علیہ السلام کی عزت بڑھانے کے لئے سجدہ کو طول دیتے ہیں۔ یہ اس بات کی نشاندہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسین علیہ السلام کا بہت خیال رکھتے تھے اور آپ پر بہت زیادہ توجہ دیتے تھے آپ کے لئے خاص اہتمام فرماتے، اس بارے کسی نے اختلاف نہیں کیا اس کے ثبوت کے لئے کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں یہ بات اس قدر روشن وواضح ہے کہ بیان کی حاجت نہیں رکھتی۔

ابو سعید الخدری کا بیان: "جاء الحسين و رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يصلي فالتزم عنق النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقام به وأخذ بيده فلم يزل ممسكها حتى ركع"[2]

---

[1] ۔تاریخ دمشق ۱۹۴: ۱۳ / ۳۱۶۰؛الاصابة ۲ : ۶۲؛المصنف لابن أبي شيبة ۵۱۴: ۷ /۱۹۔

[2] ۔المعجم الکبیر ۳: ۵۱ / ۲۶۵۷؛تاریخ دمشق ۱۴ : ۱۶۲۔

ترجمہ: حسین علیہ السلام آتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی گردن کو پکڑ لیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ حسین علیہ السلام کو پکڑ کر کھڑے ہوتے ہیں اور اسی طرح پکڑے ہوئے رکوع کرتے ہیں۔

آپ کے القاب: آپ کے بہت سارے القاب ہیں جو اس طرح ہیں:۔

''الشهيد السعيد، والسبط الثاني، والامام الثالث، والمبارك والتابع لمرضاة الله، المتحقق بصفات الله، والدليل على ذات الله، أفضل ثقات الله، المشغول ليلا ونهارا بطاعة الله، الشاري بنفسه لله، الناصر لأولياء الله،

المنتقم من أعداء الله، الامام المظلوم، الأسير المحروم، الشهيد المرحوم، القتيل ا لمرحوم، الامام الشهيد، الولي الرشيد، الوصي السديد، الطريد الفريد، البطل الشديد، الطيب الوفي، الامام الرضي، ذو النسب العلي، المنفق الملي، أبو عبد الله الحسين بن علي، منبع الأئمة، شافع الأمة، سيد شباب اهل الجنة، وعبرة كل مؤمن ومؤمنة، صاحب المحنة الكبرى، والواقعة العظمى، وعبرة المؤمنين في دار البلوى، وكان بالإمامة أحق وأولى، المقتول بكربلا، ثاني السيد الحصور يحيى ابن النبي الشهيد زكريا، الحسين ابن علي المرتضى، زين المجتهدين، وسراج المتوكلين، مفخر أئمة المهتدين، وبضعة كبد سيد المرسلين، نورة العبرة الفاطمية،

وسراج الأنساب العلوية، وشرف فرس الأحساب الرضوية، المقتول بأيدي شر البرية، سبط الأسباط، وطالب الثار يوم الصراط، أكرم العتر، وأجل الخلائق في زمانه في النفس، وأعزمهم في الجنس، أذكارهم في العرف، وأوفاهم في

العرف،أطيب العرق، وأجمل الخلق،وأحسن الخلق،قطعة النور،ولقلب النبی سرور،المنزه عن الإفك والزور،علی تحمل المحن والأذی صبور،مع القلب المشروح حسور، مجتبی الملك الغالب، الحسين بن علی بن أبي طالب"[1]

ان القاب میں ہر لقب ایک وصف کو بیان کر رہا ہے اور امام حسین علیہ السلام کی شخصیت ہر ایک پہلو کو بیان کر رہا ہے۔ایک بہت ہی عمدہ حدیث ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کے بعض پہلوؤں کو بیان کر رہی ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے اللہ کا کلام جو نبی اکرمؐ سے حسین علیہ السلام کے متعلق ہے اسے بیان کیا ہے۔

"بورك من مولود عليه بركاتي وصلواتي ورحمتي ورضواني، ونقمتي ولعنتي وسخطي وعذابي وخزيي ونكالي على من قتله وناصبه وناواه ونازعه،اما انه سيد الشهداء من الأولين والأخرين في الدنيا والأخرة،وسيد شباب أهل الجنة من الخلق أجمعين،وأبوه أفضل منه وخير،فاقرأه السلام وبشره بأنه راية الهدى ومنار أوليائي،وحفيظي وشهيدي على خلقي،خازن علمي،وحجتي على أهل السماوات وأهل الأرضين والثقلين الجن والإنس"[2]

ترجمہ: مبارک ہے مولود، جس پر میری برکات، میری صلوات، میری رحمت، میری رضوان ہے اور جس نے اسے قتل کیا ،جس نے اس سے دشمنی کی، جس نے اسے چھوڑا، جس نے اس سے جھگڑا کیا ،تو اس پر میرا عذاب ، میری

---

[1]۔المناقب لابن شهرآشوب ۴ :۷۸۔

[2]۔کامل الزيارات: ۱۴۷ / ۱۴۸؛بحار الانوار ۴۴: ۲۳۸/ ۲۹؛وقريب منه الكافي۱: ۵۲۷ / ۳ ؛كمال الدين: ۳۱۰ / ۱۰۸؛الغيبة للطوسي: ۱۴۵/ ۱۰۸۔

لعنت ہے، میری ناراضگی اس کے لئے ہے، میری طرف سے اس کے لئے رسوائی ہے،اس کے لئے بد بختی ہے،آگاہ رہو کہ وہ اولین وآخرین میں،دنیا اورآخرت میں، سید الشہداء ہیں،پوری مخلوق میں سے وہ جنتیوں کے سیدوسردار ہیں، ان کے باپ ان سے افضل ہیں،انہیں میرا اسلام پہنچادو اوران کے لئے بشارت دے دو کہ وہ ہدایت کا پرچم ہیں۔ میرے اولیاء کے لئے امتیاز ہیں، میری مخلوق پر میرے گواہ اورنگہبان ہیں، میرے علم کے خزانہ دار ہیں،آسمان والوں پر،زمین والوں پر، جن وانس پر میری حجت اور نمائندہ ہیں۔

ضروری نوٹ: زید بن ارقم کا بیان ہے: اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، شک نہیں میں رسول اللہ ﷺ کے دولبوں کو دیکھا کہ وہ حسین علیہ السلام کے لبوں پر تھے اور اس قدرزیادہ چومتے دیکھا کہ جو بہت زیادہ ہے اس کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

''فواللہ الذی لاالہ غیرہ،نقد رأیت شفتی رسول اللہ علیہما یعلا شفتی الحسین علیہ السلام مالا احصیہ کثرۃ یقبلہما''

حوالہ: تاریخ بغداد: ۲۰۴؛ کفایۃالاثر:۴۶؛الارشاد،ج:۱۱۴، ۲، تاریخ الطبری، ج ۴۵۶:۵؛ انساب الاشراف،ج۳،ص۴۱۲۔

امام حسینؑ کے فضائل ومناقب

فضائل ومناقب بیان کرنے سے پہلے چند اُمور کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

ا۔امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب اس قدرزیادہ ہیں کہ سب کو بیان نہیں کرسکتے،فضائل کثیر الجہات ہیں،ان سب کو بیان کرنے کے لئے مفصل

کتابوں کی ضرورت ہے، کئی جلسات ان کے بیان کرنے کے لئے درکار ہوں گے، ہم فقط چند نمونے بیان کریں گے۔

۲۔امام حسین علیہ السلام کی شخصیت اس کی محتاج نہیں کہ ان کے تعارف کے لئے ان کے فضائل ومناقب کا سہارا لیا جائے کیونکہ ابوالآئمۃ المعصومین علیہم السلام،اولین وآخرین میں سید الشھداء امام حسین علیہ السلام کا مقام ومرتبہ اورآپ کی شان اتنی بلندواعلیٰ اورواضح وعیاں ہے ،اللہ کے ہاں آپ کی عظیم شان رسول اللہ ﷺ اورآپ کے اہل بیت علیہم السلام کے ہاں آپ کی شان اور عظیم مرتبت کی حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں،اس میں مزید بیان کی ضرورت نہیں۔اس کی گواہی امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں نے بھی دی ہےاسے بحث کے دوران مزید بیان کریں گے جو فضائل بیان کریں گے یہ وہ ہیں جو ہمارے علم میں آئے ہیں اوروہ بھی سب کا بیان نہیں بس ایک اشارہ ہے ان لاتعداد فضائل کی جانب۔

۳۔جب ہم امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب کو بیان کرتے ہیں توان فضائل پر آگاہ ہیں تو یا وہ ہیں جوامام حسین علیہ السلام کے موالی اورآپ کی امامت کے قائل ہیں یا وہ ہیں جو موالی نہیں لیکن وہ یہ دعوی کرتے ہیں وہ اہل البیت علیہم السلام سے محبت رکھتے ہیں اوراہل البیت علیہم السلام میں سےامام حسین علیہ السلام ہیں یا وہ پھروہ ناصبی ہیں جو اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں اورامام حسین علیہ السلام سے خاص کرانہیں دشمنی ہےاوران کے قاتلوں کی ولایت رکھتے ہیں۔

بہرحال امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے تین گروہ ہیں جو موالی ہیں تو وہ امام حسین علیہ السلام کے مناقب وفضائل کی وجہ سے مودت حاصل کریں گے توان کی مودت میں اضافہ ہوگا،اپنے امام سے اس کی عقیدت اور بڑھ جائے

گی۔ان کا اپنے امام بارے یقین میں اور اضافہ ہو گا اور اس کے ہاں امام حسین علیہ السلام شان و مرتبہ اور بڑھے اس لحاظ سے کچھ اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں ایک تو یہ ہے کہ جب وہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے جائے گا تو علم ویقین کے ساتھ جائے گا کہ وہ کس شان کے مالک امام کی زیارت کے لئے آیا ہے۔امام حسین علیہ السلام اور اسی طرح باقی آئمہ کی معرفت سے زیارت پر جائے گا، یہ بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور اس کے لئے بڑا اجر وثواب ہے بلکہ یہ ایسا ہے کہ اس نے اللہ کی زیارت کی ہے اللہ کے عرش پر جیساکہ روایات میں بیان ہوا ہے۔

مزید برآں موالی کی امام حسین علیہ السلام کے بارے معرفت حق وحقیقت پر مبنی ہے جو اللہ کی جانب سے ہے ،اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے اور اہل بیت علیہم السلام سے جو کچھ اس بارے آیا ہے آپ کے مرتبہ وشان کے بیان کا یہ سبب ہو گا کہ رسول اللہؐ کے سبط کی اقتداء کی جائے گی اور ان کی طرف سے جو اوامر ونواہی اور ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ان پر عمل کیا جائے۔امام حسین علیہ السلام سے آمدہ بیانات، خطبات، کلمات آپ کے مواقف ان سب کو ایک موالی معرفت کے ساتھ لے گا اور ان کو اپنے لئے نمونہ قرار دے گا۔

اور اسے اپنی زندگی پر لاگو کرے گا،امام حسین علیہ السلام کے فضائل سے آگہی اور معرفت کی وجہ سے وہ حسینی شعائر میں پوری قوت اور توجہ سے شرکت کرے گا جب تک رات اور دن ہیں حسینی انقلاب کا شعلہ روشن رہے گا کیونکہ جب بھی حسین علیہ السلام کا نام ظالموں وجابروں کے کانوں میں پہنچتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور انہیں اپنی بربادی سامنے نظر آتی ہے۔امام حسین علیہ السلام کی عظیم شان اور بلند مرتبہ سے آگہی ان شبہات کو پوری قوت سے جواب کا سبب بنتا ہے اور حسینی شعائر پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا جواب بھی مل جاتا ہے جو کہتے ہیں

کہ انہوں نے خود کو کس کام میں ڈالا اور یہ کہ عزاداری کیوں؟ماتم داری کس لئے؟ صدیاں قبل جو ایک واقعہ ہوا ہے۔اس کی یاد یااس کے ذکر کو باقی رکھنے کا کیا معنی ہے؟اپنا سینہ کوبی کیوں کرتے ہیں؟اسی طرح کہ جو دسیوں شبہات اٹھائے جاتے ہیں۔ان سب کا جواب امام حسین علیہ السلام کے فضائل، مناقب کی معرفت سے ہی مل جاتے ہیں۔

جب ہم امام حسین علیہ السلام کی بلندشان کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں آپ کے فضائل، مناقب،ان کی منزلت، دنیا اورآخرت میں جو اللہ کے ہاں ان کے لئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اوراہل بیت طیب الطاہرین علیہم السلام کے ہاں جو آپ کا مقام ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو کچھ ایک موالی انجام دیتا ہے، وہ جو مراسم قائم کرتا ہے، شعائر حسینی کے عنوان کے تحت وہ جو کچھ انجام دیتا ہے تو یہ سب کچھ امام حسین علیہ السلام کے حق کے مقابل میں کم ہے توپھر جب امام حسین علیہ السلام کے قتل کے مقابل میں سینہ کوبی کی جاتی ہے۔تواس کی قیمت ہے کہ سبط رسول اللہؐ کا سر قلم کر دیا گیاان کے جسد مبارک پر گھوڑے دوڑائے گئے تو اس کے مقابل میں عزاء داری، دھرنا، رونا پیٹنا، زیارت کے لئے روانگی کی خاطر پیدل چلنا، رونا، گریہ وزاری ،ماتم داری جو کچھ رسول اللہ کی بیٹیوں کے ساتھ سلوک روا رکھا گیا ہے تواس کے مقابل میں جو کچھ ہم کریں تو یہ بہت کم ہے، ان مصائب کے مقابل میں یہ سب کچھ معمولی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کو یہ معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ امام حسین اللہ کے نمائندے، حجت اللہ زمین پر ہیں اوراپنے زمانہ میں اللہ کی مخلوق میں سب سے بہترین اور خیر ہیں معمولی شخصیت نہیں بلکہ ایسی شخصیت ہیں جن کا اتصال اور رابطہ آسمان سے ہے۔انہیں خاص ذمہ داری سونپی گئی ہے الہی عنایت وتوجہ ان پر

ہے وہ محمد ﷺ اور علی علیہ السلام کی نگہبانی میں پروان چڑھے ہیں،وہ ان کی علمی وتربیتی وراثت کے مالک ہیں ،وہ فاطمہ علیہاالسلام کی تربیت میں پروان چڑھے وہ حسن علیہ السلام جیسے برادر سے بہرہ ور تھےان پر بہت ہی سخت وقت آیا ان کے خلاف بڑے جرم کاارتکاب کیا گیا،بڑا سانحہ ہوا،آپ کی شہادت کا واقعہ غیر معمولی تھا اس میں ظلم کی تمام حدیں توڑ دی گئیں،ہر غیر معقول اور غیر انسانی جرم کاارتکاب کیا گیا،

تمام شرعی حدود،اخلاقی اورانسانی اقدار کو توڑا گیاہر قدروحیثیت وشان کو پامال کیا گیا۔اس سب کچھ کو جاننے کے بعد اس حوالے سے جوردعمل آپ کی شخصیت اورآپ کی مظلومیت کی سطح پر ہی ہو گاتوسب کچھ کم ہی لگے گا۔

اس بناء پرآپ کے لئے عزاداری،ماتم داری، سینہ کوبی، جسم سے خون نکالنا اور غم کے اظہار کے لئے مختلف نوعیت و کیفیت کے اعمال انجام دینا کربلاء میں جوکچھ انجام دیا گیاآپ کی ان وعظمت کے مقابل میں یہ سب کچھ معمولی ہوگا۔ اورجب امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب سے موالی آگاہ ہوں گےتوجو آپ کے موالی نہیں اورنہ ہی آپ کی امامت کا عقیدہ رکھتے ہیں تواس آگہی کے نتیجہ میں وہ بھی اپنے اندرایسا محسوس کرے گا کہ اس سے بڑی نعمت چھوٹ گئی ہےاللہ تک پہنچنے کوجو عمدہ ترین اور بہترین راستہ تھااس سے وہ دور ہواہے اللہ تک پہنچنے کاجو عمدہ ترین اور بہترین راستہ تھا جسے اس نے چھوڑ دیاہے یہ حقیقت کو جاننے کا نزدیکی وسیلہ تھا جسے اس نے نہیں اپنایا وہ امام حسین علیہ السلام سے دنیامیں متاثر کیوں نہ ہوا کہ آخرت کے لئے بھی ان سے فائدہ اٹھالیتا وہ یہ سمجھے گا کہ اس نے ایسے شخص یا ایسی شخصیت سے روحانی تعلق نہ ہونے کی وجہ سے نقصان اٹھایا ہے۔

وہ شخصیات جواللہ تعالیٰ سے روحانی رابطہ میں ہیں وہ محمد وآل محمد علیہم السلام ہی ہیں۔ان سے رابطہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نےان سے وابستگی کا حکم دیا ہے لہٰذا

موالی پر ہے کہ وہ اس امر کی طرف متوجہ رہے غفلت سے باہر آئے امام حسین علیہ السلام کے دامن کو تھام لے اور ان کی اقتداء میں آجائے اور ان ہی کو اپنا امام قرار دے اور ان کی نسل سے جو آئمہ اہل البیت علیہم السلام ہیں ان کی امامت کا اعتراف کر لے اور ان ہی سے صحیح اور حقیقی دین کو حاصل کرے ان کے غیر سے دین نہ لے ان کے مناقب و فضائل سے آگہی کا اس طرح فائدہ اسے حاصل ہو گا۔

امام حسینؑ کے دشمنوں کے بارے

البتہ جو امام حسین علیہ السلام کے دشمن ہیں اور آپ کے قاتلوں سے رابطہ میں ہیں جب وہ امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب سے آگاہ ہو گا تو اسے بھی یہ احساس ہو گا کہ اس نے امام حسین علیہ السلام، ان کے باپ، ان کے بھائی اور ان کی اولاد سے دشمنی کر کے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اسی طرح اس نے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی کی ہے اس نے دنیا وآخرت کا نقصان اٹھایا ہے اس نے امام حسین علیہ السلام سے دشمنی وعداوت کر کے حقیقت میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے دشمنی کی ہے۔ جیسا کہ بہت ساری روایات کا کا مضمون اس مطلب پر دلالت کرتا ہے۔

اس پر ہے کہ وہ ان روایات کے مضامین کی مخالفت میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس پر کان نہ دھرے کیونکہ علماء سوء موجود ہیں، فتنے اور گمراہی پھیلانے والے موجود ہیں ان کی بات نہ سنیں، اس انداز کو چھوڑے اللہ سے استغفار کرے اور توبہ کرے اور ہو سکتا وہ اس طرح سے سب کی تلافی کر لے۔

امام حسینؑ کے فضائل ومناقب کی جھلکیاں:

اس تمہیدی گفتگو کے بعدامام حسین علیہ السلام کے فضائل اور مناقب سے کچھ نمونے بیان کرتے ہیں فضائل بہت زیادہ ہیں ہم نے نمونے کے طور پر پانچ مناقب کاانتخاب کرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب کو ہم تین اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلی قسم: وہ فضائل ہیں جو عمومی طور پر اہل بیت علیہم السلام کے فضائل کے ساتھ مشترک ہیں کیونکہ آپ اہل بیت علیہم السلام سے ہیں یہ مشترکہ فضائل اس طرح ہیں۔

قرآن کریم میں:آیت تطہیر:اللہ کا قول ہے:

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"[1]

ترجمہ:اللہ کا بس یہی ارادہ ہے کہ ہر طرح کی ناپاکی کوآپ اہل بیت علیہم السلام سے دور رکھے اور آپ کوایسے پاکیزہ رکھے، جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

حدیث کساء یمانی کا واقعہ مشہور ہے اس بارے بہت زیادہ روایات آئی ہیں جو سب پر واضح ہے۔ان کا مضمون یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے چادر کے نیچے علی ، فاطمہ، حسن وحسین علیہم السلام کو لیااوراس طرح اللہ سے دعاء کی:

"اللہم ہؤلاء أہل بیتی فأذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیراً"

ترجمہ:اے اللہ یہ سب میرے اہل بیت ہیں ان سے رجس (پلیدی) کو دور کردے اورانہیں اس طرح طاہر وپاک کردے جس طرح طاہر وپاک کرنے کا حق ہے

[1] ۔ سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۳۳۔

،تواس کے جواب میں جبرئیل علیہ السلام اللہ کی جانب سے آیت تطہیر کو لے آئے جس میں اس دعاء کی قبولیت کا اعلان کیا گیا کہ اہل بیت سے رجس دور کردیا گیا اور وہ پاک وطاہر ہیں جس طرح پاک وطاہر ہونے کا حق ہے:

''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا''

اس واقعہ کو حدیث، تفسیر اور سیرت کی زیادہ تر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔[1]

لہٰذا امام حسین علیہ السلام ان میں سے ایک ہیں جن سے رجس اور پلیدی دور ہے اور آپ طاہر و پاک ہیں، آپ امام ہیں، جو طاہر ہیں اوپر والے نے انہیں ایسا قرار دیا ہے کہ وہ معصوم ہیں۔

۲۔آیت مودت:

''قُلْ لَّآ اَسْـَٔـلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی''[2]

بیان ہوا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا یارسول اللہؐ یہ کون ہیں جن کی مودت ہمارے اوپر فرض کی گئی ہے توآپؐ نے جواب دیا: علی، فاطمہ، (حسن وحسین) ان دونوں کے بیٹے۔[3] امام حسین علیہ السلام ان میں شامل ہیں جن کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔

---

[1] ۔صحیح مسلم ۴: ۱۸۸۳/ ۶۱؛السنن الکبری ۲: ۲۱۳ /۲۸۵۸؛ذخائر العقبی: ۵۹؛سنن الترمذی ۵ :۶۹۹/ ۳۸۷۱؛مسند أحمد بن حنبل ۱۰: ۱۹۷ / ۲۶۶۵۹؛أسد الغابة ۴ :۱۰۴؛تفسیر الطبری ۱۲: ۸؛تفسیر ابن کثیر ۶ :۴۱۰؛شواھد التنزیل ۲: ۱۳۴ / ۷۶۵ وغیرھا۔

[2] ۔سورۃ الشوری: ۲۳۔

[3] ۔فضائل الصحابة لابن حنبل ۲۶۹ : ۲/ ۱۱۴۱؛المعجم الکبیر ۷ ۴: ۳ /۲۶۴۱؛ذخائر العقبی: ۶۲ ؛العمدۃ :۴۷/ ۳۴؛شرح الاخبار ۱: ۱۷۲ / ۱۳۳؛کشف الغمة ۱ :۱۰۶۔

۳۔ وجوب اطاعت: اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ''[1]

امام الصادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ یہ آیت علی بن ابی طالب اور حسن و حسین علیہما السلام کے بارے اتری ہے۔[2]

اس سے یہ واضح ہوا کہ اللہ کا حکم ہے کہ امام حسین علیہ السلام موالات رکھی جائے اور ان کی اطاعت کی جائے۔

۴۔ ''فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ''[3]

ترجمہ: آپ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (عیسیٰ کے بارے میں) آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی بیٹیوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، پھر دونوں فریق اللہ سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

النبی ﷺ نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کے لئے جاتے ہیں آپ کے ساتھ علی و فاطمہ و حسن و حسین (جو آپ کے ابناء (فرزندان) میں تھے)۔[1] علی علیہ السلام النبیؐ کے نفس اور نساء نا میں آپ کی بیٹی فاطمہ علیہا السلام ہیں۔

---

[1]۔ سورۃ النساء: ۵۹۔

[2]۔ الکافی ۱: ۲۸۶/ ۱؛ تفسیر العیاشی ۱: ۲۵۰ / ۱۶۹ عن أبی بصیر؛ بحار الانوار ۳۵: ۲۱۱ / ۱۲۔

[3]۔ سورۃ آل عمران: ۶۱۔

اس طرح امام حسین علیہ السلام ایک لحاظ سے النبیؐ کے بیٹے ہیں دوسرے لحاظ سے آپ اس موقعیت و سطح پر ہیں کہ آپ کو ساتھ لیکر النبیؐ نجران کے ساتھ مباہلہ کے لئے جاتے ہیں یہ آپ کی فضیلت وشرف پر دلیل ہے۔

۵۔سورۃ الانسان (الدھر)امام امیر المؤمنین علیہ السلام،جناب فاطمۃ الزھراء سلام اللہ علیہاالسلام کا روزہ رکھنا اس بیماری سے شفاء کے شکرانے کے طور پر جس میں حسن وحسین علیہاالسلام مبتلاء ہوئے تھے اور پھر روزہ کے افطار کے وقت تین دن مسلسل مسکین،یتیم اور قیدی کے لئے،اپنے لئے جو کھانا تیار کیا تھا اسے صدقہ کے طور پر دینا اس پر یہ سورہ نازل ہوئی ہے۔[2]

اس سورہ میں جو اوصاف بیان ہوئے وہ سب امام حسین علیہ السلام پر صادق آتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام ان اوصاف سے آراستہ پیراستہ ہیں۔جن سے آپکی شان وعظمت پر روشنی پڑتی ہے ان کے علاوہ اور قرآنی آیات بھی موجود ہیں جو ان سارے فضائل کو بیان کرتی ہیں۔اختصار کے پیش نظر ان پانچ آیات کے بیان پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1]۔صحیح مسلم ۴ :۱۸۷۱/۳۲؛أمالی الطوسی:۳۰۷/ ۶۱۶؛سنن الترمزی ۵ :۶۳۸ / ۳۷۲۴ ؛مسند احمد بن حنبل ۱ :۳۹۱ / ۱۶۰۸؛المستدرک علی الصحیحین ۳ :۱۶۳/ ۴۷۱۹؛الخصال: ۵۷۶ / ۱۲؛الاحتجاج ۲ : ۳۴۰/ ۲۷۱۔

[2]۔مجمع البیان ۱۰: ۶۱۲؛کشف الغمۃ ۱: ۳۰۸؛اسد الغابۃ ۷ :۲۳۰؛تفسیر القرطبی ۱۹ :۱۳۰؛شواھد التنزیل ۲ : ۳۹۴۔

۲۔امام حسینؑ کے فضائل و مناقب روایات کی روشنی میں:

احادیث اہل بیت علیہم السلام کے حق میں آئی ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام میں امام حسین علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

۱۔حدیث الثقلین: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"انی تارك فیکم الثقلین، ماان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی أبدا، أحدهما أعظم من الاخر، کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض، وعترتی اهل بیتی، ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض، فانظروا کیف تخلفونی فیهما" یہ حدیث متواتر احادیث سے ہے اور صحیح احادیث میں سے ہے فریقین (سنی و شیعہ) کے حدیثی منابع میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔[1]

اس حدیث شریف کے مضمون میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نور عین آپ کے باغ رسالت کے خوشبودار پھول امام حسین علیہ السلام سے وابستگی بعینہٖ ہدایت ہے، خیر ہے، بہتری ہے، فائدہ ہے اور آپ سے عدم وابستگی بعینہٖ گمراہی ہے، فساد ہے، نقصان ہے، جادہ حق سے انحراف ہے، قیامت کے دن اُمت ہر فرد سے سوال ہوگا کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے کیا رویہ اپنایا تھا اس نے ان کی اطاعت کی تھی مشکل حالات میں ان کا ساتھ دیا تھا۔

---

[1]۔سنن الترمذی۵ :۶۶۳ / ۳۷۸۸؛بحار الأنوار۲۳ : ۱۱۸ / ۳۶؛أسد الغابة ۲ : المستدرك علی الصحیحین ۳ : ۱۱۸ / ۴۵۷۶؛مسند أحمد بن حنبل ۴: ۳۷ / ۱۱۱۳۱ وغیرها۔

حق و باطل کے معرکہ میں وہ کہاں کھڑا رہا امام حسین علیہ السلام کے مخالفین اور دشمنوں سے کیسا برتاؤ کیا تھا امام سے وابستگی کس حد تک تھی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے سامنے ہر ایک کو جواب دینا پڑے گا۔

آپ سوچیں کی جنہوں نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اور جس نے جنگ کے اسباب بنائے اور جو اس جنگ پر راضی تھا۔ کربلاء کے عظیم سانحہ کربلاء ہونے والے دن سے لیکر آج تک تو اسکا جواب کیا ہوگا اور وہ کس طرح اللہ اور اللہ کے رسولؐ قیامت کے دن اس سے سوال کریں گے۔

۲۔ النبی اکرم ﷺ کا یہ بیان کہ علی، فاطمہ، حسن و حسین علیہاالسلام کے متعلق کہ "أنا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم" میری ان کے لئے جنگ جن کے لئے تمہاری جنگ، میری ان کے لئے سلامتی و صلح جن کے ساتھ آپ کی صلح وسلامتی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

"أنا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم"

ترجمہ: میری اس کے لئے جنگ جس نے آپ کے ساتھ جنگ کی ان کے لئے میری صلح وسلامتی جنہوں نے آپ کے ساتھ صلح وسلامتی کا رویہ اپنایا۔

اس مضمون پر مشتمل احادیث، بنیادی حدیثی منابع میں موجود ہیں جو فریقین کے ہاں معتبر ہیں۔[1]

---

[1]۔ من لایحضرہ الفقیہ ۴ : ۱۷۹؛ أمالی الصدوق: ۵۷۴ / ۷۸۷؛ المعجم الأوسط ۳ :۱۷۹ / ۲۸۵۴؛ مسند احمد بن حنبل ۳ :۴۰ / ۲۶۲۱؛ تاریخ بغداد ۷: ۱۳۷؛ تاریخ دمشق ۱۳ : ۱۲۸ / ۳۲۱۸؛ شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ۳ :۲۰۷ وغیرھا۔

ان احادیث میں جو مضمون سے وہ بڑا واضح ہے اور اس میں صراحت موجود ہے امام حسین علیہ السلام کیساتھ جنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ ہے اور یہ کہ امام حسین علیہ السلام سے دشمنی رسول اللہؐ سے دشمنی ہے۔اس کے مدمقابل امام حسین علیہ السلام سے مصالحت اور صلح رسول اللہؐ سے صلح ہے امام حسین علیہ السلام سے موالات و محبت رسول اللہؐ سے موالات و محبت ہے۔ضروری ہے کہ سنی شیعہ سے تعلق رکھنے والے صاحبان فکر و نظران مطالب پر خصوصی توجہ دیں اور اپنے بارے فیصلہ کریں کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔

۳۔عمر ابن خطاب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان فاطمة وعليا والحسن والحسين فی حظيرة القدس فی قبة بيضاء، سقفها عرش الرحمن"[1]

ترجمہ: بتحقیق فاطمہ، علی، حسن، حسین علیہم السلام جنت میں ایک سفید قبہ کے نیچے ہوں گے کہ اس پر چھت عرش رحمٰن ہو گی۔اس کا مطلب ہوا کہ حسین علیہ السلام جنت میں سب سے بہتر جگہ پر موجود ہوں گے اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔[2]

تو اس سے واضح ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کی کتنی بڑی شان اور مرتبت ہے۔

[1]۔تاریخ دمشق ۱۳ :۲۲۹ / ۳۲۳۹۔المناقب للخوارزمی:۳۳۰ / ۲۹۸؛کنزالعمال ۱۲ :۹۸/ ۳۴۱۶۷؛بشارۃ المصطفی : ۴۸۔

[2]۔الارشاد ا :۴۳؛سعد السعود: ۱۴؛فضائل الصحابۃ لابن حنبل ۲ : ۶۶۳ / ۱۱۳۱۔تاریخ دمشق ۴۲ : ۵۴ / ۸۳۸۹۔

۴۔جو اہل بیت علیہم السلام سے بغض رکھتا ہے، یاانہیں اذیت دیتا ہے، جیسا کہ ان پر ظلم کرنا یاانہیں قتل کرنا تواس بارے سخت تنبیہ کی گئی ہے اوراس کے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے۔

نبی صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا:

''أشتدغضب اللہ وغضب رسولہ علی من أھرق دمر ذریتی أو اذانی فی عترتی''[1]

ترجمہ: اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا غضب بہت زیادہ سخت ہے ان پر جس نے میری ذریت کا خون بہایا یا میری عزت کے حوالے سے مجھے اذیت پہنچائی بلکہ رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم نے ان پر اللہ کی لعنت قرار دی ہے جنہوں نے اہل البیت علیہم السلام سے دشمنی کی اور انہیں ناراض کیا۔

آپ نے اس حوالے سے فرمایا:

''علی باغضهم لعنة اللہ''[2]

ان کے ساتھ (اہل بیتؑ) بغض رکھنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔

اس کا معنی یہ ہوا کہ جس نے امام حسین علیہ السلام کو اذیت دی اس پر اللہ کی لعنت ہے اللہ کے رسول کا غضب ہے چہ جائیکہ وہ افراد جنہوں نے آپ سے جنگ کی اور جنہوں نے آپ کے قتل کا حکم دیا اور آپ کے قتل پر راضی ہوا۔

[1]۔صحیفة الإمام الرضا: ۱۵۵ / ۹۹؛عیون أخبار الرضا ۲ :۲۷ / ۱۱؛الامالی للصدوق :۵۵۲ / ۷۳۹۔

[2]۔تاریخ بغدادا :۲۵۹ / ۸۸؛تاریخ دمشق ۱۴ :۱۷۰/ ۳۵۱۱؛الخصال: ۳۲۴ / ۱۰ ؛کنزالفوائدا :۱۴۹۔

یہ تو ایک پہلو ہے دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ساری احادیث میں آیا کہ آئمہ علیہم السلام اور امام حسین علیہ السلام سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا۔[1]

۵۔ابوذرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"الاان مثل أهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا،ومن تخلف عنها غرق وهوى"[2]

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا تو وہ نجات پا گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا یا جو پیچھے رہ گیا اور وہ تباہ ہو گیا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"النجوم أمان لأهل الارض من الغرق،وأهل بيتى أمان لأمتى من الاختلاف،فاذا خالفتها قبيلة من العرب اختلفوا، فصاروا حزب ابليس"[3]

ترجمہ: نجوم (ستارے) زمین والوں کے غرق ہونے سے امان ہیں اور میری اہل بیت میری امت کو اختلاف سے بچانے کے لئے امان ہیں، اگر عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرے گا تو وہ آپ میں سے جدا ہو جائیں گے اور اس طرح ابلیس کی جماعت سے ہو جائیں گے۔

---

[1]۔فضائل الصحابۃ : ۶۲۴؛تاریخ دمشق ۱۴ : ۱۶۹/ ۳۵۰۸۔کامل الزیارات: ۱۱۲/ ۱۱۶۔

[2]۔المستدرک علی الصحیحین ۲ : ۳۴۳؛الخصائص الکبری ۲: ۲۶۶؛الصواعق المحرقه: ۱۱۱ ؛حلیۃ الاولیاء ۴: ۳۰۶۔

[3]۔المستدرک علی الصحیحین ۳: ۱۴۹؛فضائل الصحابۃ۳ : ۶۷۱ / ۱۱۴۵؛الصواعق المحرقۃ:۱۱۱ ؛کنزالعمال ۱۲: ۹۶ / ۳۴۱۱۵؛وغیرھا۔

اس اعتبار سے امام حسین علیہ السلام نجات کا وسیلہ ہی نہیں بلکہ وہ نجات کی بڑی کشتی ہیں۔اختلاف سے امان ہیں، غرق سے بچاؤ ہیں اور یہ کہ ابلیس سے چھٹکارا ہیں۔حسین علیہ السلام سے تعلق کا مطلب حزب الرحمٰن میں موجودگی ہےاس میدان میں فضائل ،مناقب بہت زیادہ ہیں اختصار کے مد نظر اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

دوسری قسم: وہ فضائل ہیں جن میں آپ کی اپنے بھائی کے مناقب وفضائل میں شراکت ہے یعنی وہ فضائل ومناقب جن میں حسن وحسین علیہما السلام دونوں کے لئے بیان کیا گیاہے وہ مشترکہ فضائل کچھ اس طرح ہیں۔

ا۔ حسن وحسین علیہماالسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابناء وفرزندان ہیں اس بارے بہت زیادہ احادیث میں آیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اسکی صلب سے قرار دیا ہے جبکہ میری ذریت کو علی علیہ السلام سے قرار دیا ہے۔

حسن وحسین علیہماالسلام کے متعلق آپ نے فرمایا:

”هذان ابنای اللهم انی احبهما،فأحبهما وأحب من يحبهما“

ترجمہ: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں ،اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں بس توں بھی ان سے محبت کراوران سے محبت کرجوان سے محبت کرتا ہے۔ایک اورخبر میں آیا ہے۔”الحسن والحسين سبطا امتی“حسن وحسین علیہماالسلام میری اُمت کے سبطین ہیں۔اس معنی میں روایات بہت زیادہ ہیں۔[1]

---

[1]۔المعجم الکبیر۳ : ۴۴ / ۲۶۳۰؛تاریخ بغدادا / ۳۱۶؛مسند أبی یعلی ٦ :١٦٢ / ٦٧٠٩ ؛سنن الترمذی ۵ :٦٥٦ / ٣٧٦٩ وغیرھا۔

امام حسین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں اور تمام انسانوں میں سے وہ ان کے باپ،ان کے بھائی ،ان کی ماں رسول اللہؐ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب وپیارے ہیں۔

۲۔ حسن اور حسین علیہما السلام اولین وآخرین سے جنتیوں کے سردار ہیں اس مضمون احادیث بہت زیادہ ہیں۔

ابو سعید کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''الحسن والحسین سیدا شباب أھل الجنۃ''[1]

ترجمہ: حسن وحسین علیہما السلام جوانان جنت کے سردار ہیں۔

کسی مؤمن کے قتل کرنے والے کے لئے جہنم ہے تو اس کی کیا حالت ہوگی جو جوانان جنت کے سردار کا قاتل ہو اوران کے قتل پر راضی ہو یا اس کے قتل میں شریک رہا ہو۔

۳۔ حدیث میں آیا ہے:

''الحسن والحسین امامان قاما اوقعدا''[2]

ترجمہ: حسن اور حسین علیہما السلام امام ہیں قیام کریں یا بیٹھے رہیں۔ تو حسین علیہ السلام فقط امام ہی نہیں بلکہ امام برحق ہیں۔

۴۔ حسن اور حسین علیہما السلام دو چمکدار ستارے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔سنن الترمذی ۵:۶۵۶ / ۳۷۶۸؛أمالی الطوسی:۳۱۲ / ۶۳۴؛المعجم الکبیر ۳ :۴۰/ ۲۶۱۸۔

[2]۔ دعائم الاسلام ا :۳۷۔

''معاشر المسلمین ـ الناس ـ من افتقد الشمس فلیتمسك بالقمر، ومن افتقد القمر فلیتمسك بالزهرة، ومن افتقد الزهرة فلیتمسك بالفرقدین، فقیل:یا رسول الله ما الشمس وما القمر وما الزهرة وما الفرقدان؟قال ﷺ: أنا الشمس وعلی القمر وفاطمة الزهرة والحسن والحسین الفرقدان''[1]

ترجمہ:اے مسلمانوں کی جماعت آگاہ رہو(اے لوگوآگاہ رہو)جس نے سورج کو کھودیا تو وہ چاند سے تمسک کریں اور جس نے چاند کو کھودیا تو وہ زہرہ سے وابستہ ہوں اور جس نے زہرہ کو کھودیا تو وہ فرقدان سے وابستہ ہو جائیں سوال کیا گیا یارسول اللہ ﷺ سورج، چاند، زہرہ اور فرقدان کیا ہیں تو آپ نے فرمایا میں سورج ہوں، علی چاند ہیں فاطمہ زہرہ ہیں حسن و حسین علیہما السلام فرقدان (حسن و حسین علیہما السلام) دو چمکتے ستارے ہیں۔

۵۔ حسن اور حسین علیہما السلام کی محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اور ان سے دشمنی النبی ﷺ سے دشمنی ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے ہے:

''من أحبهما فقد أحبنی ومن أبغضهما فقد أبغضنی''

ترجمہ: جس نے ان دونوں (حسن و حسین علیہما السلام) سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض کیا تو اس نے مجھ سے بغض کیا۔

---

[1] ـ معانی الأخبار: ۱۱۴/ ۲؛ کفایة الأثر: ۴۱؛ شواهد التنزیل ۲: ۲۸۸/ ۹۲۲؛ بحار الأنوار ۳۶: ۲۸۹/ ۱۱۱۔

سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

”الحسن والحسین ابنای،من أحبهما أحبنی،ومن أحبنی أحبه الله، ومن أحبه الله أدخله الجنة،من أبغضهماأبغضنی،ومن أبغضنی أبغضه الله،ومن أبغضه الله دخل النار“

ترجمہ: حسن و حسین علیہما السلام دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان دونوں سے محبت کی تواس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تواس سے اللہ محبت کرے گا جس نے اللہ سے محبت کی تواللہ اسے جنت میں داخل کرے گااور جس نے ان دونوں سے بغض اور دشمنی کی اوراس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اللہ تعالیٰ اس سے دشمنی قرار دے گااور جس کا دشمن اللہ ہواتواللہ اسے جہنم میں ڈالے گا۔

اس مضمون کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسین علیہ السلام سے معرفت کے ساتھ محبت کرنا جنت میں جانے کاذریعہ ہے اور جس نے حسین علیہ السلام سے دشمنی کی تو اس کے لئے جہنم ہے۔ جس نے آپ کواذیت دی، جس نے آپ کو قتل کیاجواس قتل میں شریک رہا، جس نے اسباب مہیا کئے اس کے لئے جہنم ہے۔

اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں جتنا بیان کیا ہے اس پر اکتفاء کرتے ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے اس سے امام حسین علیہ السلام کا فضل، آپ کی شان اور آپ کا بلند مرتبہ واضح ہو جاتا ہے۔[1]

[1] ۔سیراعلام النبلاء ۳: ۲۸۴؛ تاریخ دمشق۱۴: ۱۵۱/۳۴۶۶؛ کامل الزیارات: ۱۱۸/۱۱۳؛المستدرک علی الصحیحین۳ :۱۸۱/۴۷۷۶؛ کنزالعمال۱۲۰:۱۲ / ۳۴۲۸۶؛ اعلام

تیسری قسم: وہ فضائل جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔

بطور مثال یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان الحسین مصباح الهدی و سفینة النجاة''

ترجمہ: حسین علیہ السلام چراغ ہدایت اور کشتی نجات ہیں۔

یہ حدیث سید الشہداء کی ایک اہم حیثیت کو بیان کررہی ہے اگرچہ حدیث مختصر ہے الفاظ تھوڑے ہیں لیکن ان کے ذریعہ بہت زیادہ مطالب کو بیان کیا ہے۔ سمندر کو کوزہ میں بند کرنے کا محاورہ اس پر صادق آتا ہے۔ کسی بھی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ بغیر روشنی کو لئے راستہ پر اپنا سفر جاری رکھ سکے نور ہی ہوتا ہے۔

جو اندھیرے میں اس کے لئے راستہ کو دیکھاتا ہے اس کے بغیر تاریکی میں راہ پر چل پڑے گا۔ اسے معلوم بھی نہیں ہوتا اور وہ راہ پر چلتا رہتا ہے آخر میں پتہ چلتا ہے کہ وہ تو اپنے مقصد سے ہٹ گیا ہے۔

اس پر جو انسان جنت جانا چاہتا ہے اسے ہدایت کے راستہ پر چلنا ہوگا وہ راستہ ہی اسے اللہ تک پہنچائے گا اور اللہ کی رضا پائے گا تو اسے اس راہ پر جانے کے لئے نور کی ضرورت ہے ایک چراغ کی ضرورت ہے اور وہ چراغ جو اسے اس راستہ پر چلا سکتا ہے تو امام حسین علیہ السلام ہیں۔

الوری ۱ :۴۳۲؛ شرح الأخبار ۳ :۱۱۴ / ۱۰۸۵؛ مسند ابن حنبل ۳ : ۴۴۱ / ۹۶۸۹؛ السنن الکبری للنسائی ۵: ۵۰ / ۸۱۷۰ وغیرها۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ دنیا کی مثال ایک بپھرے ہوئے سمندر کی ہے۔اسے ہر وقت غرق ہونے کا خطرہ ہےانسان کو ہلاک ہونے کا ہر وقت اندیشہ ہو تا ہے اس کے لئے اللہ کی الٰہی کشتی کی ضرورت ہے جو اسے ساحل مراد پر پہنچا دے اور زندگی کے تلاطم خیزاور سمندر کی بپھری ہوئی موجوں میں غرق نہ ہو تو وہ کشتی نجات امام حسین علیہ السلام ہیں۔

۲۔ حسین علیہ السلام النبی ﷺ سے ہیں اور النبی ﷺ حسین علیہ السلام سے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حسين منی وانا من حسين،أحب الله من أحب حسينا،حسين سبط من الأسباط''[1]

ترجمہ: حسین مجھ سے ہے میں حسین سے ہوں اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے حسین اسباط سے سبط ہے۔

حسین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے ہیں اور النبی ﷺ حسین علیہ السلام سے ہیں اس کے لئے مستقل اور مفصل بحث کی ضرورت ہے۔

۳۔آسمانوں اورزمین کی زینت حسین علیہ السلام ہیں۔حسین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے ہیں تو آپؐ نے حسینؑ کو دیکھ فرمایا:''مرحبا بك يا ابا عبدالله يا زين السماوات والارضين،قال له ابی:وكيف يكون زين السموات

61۔کامل الزیارات:۱۱۶/ ۱۱؛الإرشاد ۲ :۱۲۷؛مستند أحمد ۴ :۱۲۷؛سنن ابن ماجۃ ۱ :۵۱ / ۱۴۴؛سنن الترمذی ۵ : ۳۲۴/ ۳۸۶۴۔

والارضین أحد غیرك، قال صلی اللہ علیہ وآلہ: یاأبی والذی بعثنی بالحق نبیاً ان الحسین بن علی فی السماوات أکبر منه فی الارض"[1]

ترجمہ: اے ابا عبداللہ خوش آمدید اے آسمانوں اور زمین کی زینت مرحبا أبی صحابی نے سوال کیا یہ کیسے ہے کہ حسین علیہ السلام آسمانوں اور زمین کی زینت ہوں کیا آپ کے سواء کوئی اور اس عنوان کا حقدار ہو سکتا ہے توآپ نے فرمایا: اے أبی جس ذات نے مجھے حق پر مبعوث فرمایا ہے اس کی قسم کہ حسین علیہ السلام کی شان آسمانوں میں اس سے کہیں زیادہ ہے جو شان و مرتبہ آپ کا زمین میں ہے۔

۴۔آسمان والوں کے ہاں زمین والوں سے سب سے زیادہ محبوب وپیارا حسین علیہ السلام ہیں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:

"من أحب ان ینظر الی أحب أهل الارض و اهل السماء فلینظر الی الحسین"[2]

ترجمہ: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ زمین والوں سے آسمان والوں سے محبوب ترین شخصیت کو دیکھے تو وہ حسین علیہ السلام کو دیکھ لے۔

۵۔زید بن ارقم سے روایت ہے: "فواللہ الذی لااله غیره،لقد رأیت شفتی رسول اللہ علیهما۔یقصد شفتی الحسین علیه السلام۔ مالاأحصیه کثرة یقبلهما"[1]

1۔عیون أخبار الرضا ۱ : ۵۹/ ۲۹؛إعلام الوری ۲ :۱۸۶۔

63۔المناقب لأبن شهراشوب ۴ :۷۳ ؛بحار الأنوار ۴۳ :۲۹۷/ ۵۹؛الطبقات الکبری ۱ :۳۹۵/ ۳۶۴ ؛تهذیب الکمال ۶ :۴۰۶۔

ترجمہ: خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے ان پر رسول اللہ ﷺ کے لبوں کو دیکھا، اس سے مراد حسین علیہ السلام کے لب ہیں ان دونوں پر سلام ہو۔ بے شمار لوگ انہیں قبول کرتے ہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے آیا ہے:

"يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً" (سورہ الفجر، آیت: 27،28)۔

نفس المطمئنہ! سے مراد امام حسین علیہ السلام ہیں۔[2]

۷۔ حسین علیہ السلام کی سعادت اور بدبختی کے لئے معیار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بی أنذرتم وبعلی بن أبی طالب اهتدیتم، وقرأ"

ترجمہ: تم میرے وسیلہ سے ڈرائے گئے ہو اور علی بن ابی طالب علیہما السلام کے وسیلہ سے ہدایت دیئے گئے ہو پھر ان آیات کی تلاوت فرمائی:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔

ترجمہ: آپ تو محض تنبیہ کرنے والے ہیں اور ہر قوم کا ایک رہنما ہوا کرتا ہے۔

وبالحسن أعطیتم الاحسان، حسن علیہ السلام کے ذریعہ احسان دیے گئے ہو۔ وبالحسین تسعدون وبه تشقون، حسین علیہ السلام کے وسیلہ سے

---

[1]۔ تاریخ بغداد ۲: ۲۰۴؛ کفایۃ الأثر: ۴۶؛ الارشاد ۲: ۱۱۴؛ تاریخ الطبری ۵: ۴۵۶؛ انساب الاشراف ۳: ۴۱۲۔

[2]۔ بحار الانوار ۴۴: ۲۱۸ / ۸۔

سعادت تم کو دی جائے گی اور ان کی وجہ سے تمہیں بد بختی ملے گی۔ (سعادت مندی اور بد بختی کا معیار حسین علیہ السلام ہیں)

ألاإن الحسین باب من أبواب الجنة، من عاداہ حرم اللہ علیه رائحة الجنة۔

ترجمہ: آگاہ رہو کہ بلاشک حسینؑ جنت کے دروازہ میں سے ایک دروازہ ہے۔ جس نے حسین علیہ السّلام سے دشمنی کی تواُس پر جنت کی خوشبو تک بھی حرام ہو گی۔[1]

۸۔امامت امام حسین علیہ السّلام کی ذریت میں قرار دی گئی، امام صادق اور امام باقر علیہما السّلام سے ہے:

''جعل الإمامة فی ذریته، والشفاء فی تربته، وإجابة الدعا عند قبره، ولا تعد أیام زائریه جائیا و راجعا من عمره''[2]

ترجمہ: اللہ نے امامت آپکی اولاد میں قرار دی۔آپ کی تربت سے شفاء رکھی۔آپ کی قبر کے پاس دعاء کی قبولیت قرار دی اور آپ کے زائر کے آنے اور جانے کی ایام کو اس زائر کی عمر میں شامل نہ کیا جائے گا۔

۹۔آپ سید الشہداء ہیں: امام صادق علیہ السلام سے ہے کہ آپ نے فرمایا:

---

[1]۔مقتل الحسین: ۱۴۵؛ المستدرک علی الصحیحین ۳ : ۱۲۹؛ فرائد السمطین ۱ :۱۴۸/ ۱۱۲؛ عیون الاخبار: ۲۱۱ /۲۔

[2]۔الامالی للطوسی: ۳۱۷؛ بحار الانوار ۴۴ : ۲۲۱/ ۱ و ۹۸ : ۶۹ /۲؛ اعلام الوری باعلام الھدیٰ: ۴۳۱۔

''فإنه سيد شباب أهل الجنة من الخلق وسيد الشهداء''[1]

۱۰۔امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے بدلے میں بہت زیادہ دینوی اوراُخروی منافع اور فوائد ملتے ہیں۔ایسے حیران کن فوائد ہیں۔اس بارے روایات اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا مختلف مضامین ہیں مختلف عبارتوں میں بیان کیا گیاہے۔

مثال:امام صادق علیہ السلام سے روایت ہےآپ نے فرمایا:

''زوروا الحسين عليه السلام ولو كل سنة،فان كل من أتاه عارفا بحقه غير جاحد لم يكن له عوض غير الجنة،ورزق رزقا واسعا،أتاه الله بفرج عاجل،ان الله وكل بقبر الحسين بن علی عليه السلام أربعة آلاف ملك كلهم يبكونه ويشيعون من زاره إلى أهله،فان مرض عادوه،وان مات شهدوا جنازته بالاستغفار له والترحم عليه''[2]

امام حسین علیہ السلام کی زیارت ان کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے کیا کرو اگرچہ سال میں ایک مرتبہ ہی ہو ان کے حق کا منکر نہ ہو اس کا بدلہ میں جنت کے سوا کچھ نہیں ہے اسے بہت زیادہ رزق نصیب ہو گا اور اللہ اس کے دل کو کشادگی عطاء کردے گا بتحقیق اللہ تعالیٰ نے حسین علیہ السلام کی قبر کے پاس چار ہزار فرشتے لگائے ہیں جو سب روتے ہیں اور جو شخص حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے آتا ہے۔تو اسے اس کے گھر تک چھوڑ جاتے ہیں اگر مریض ہو جائے تو اس کی عیادت

[1]۔کامل الزیارات:۱۸۸/ ا؛بحار الانوار۱۰۱ :ا؛الوسائل ۱۴ : ۴۳۱۔

[2]۔کامل الزیارات۱۴۸ / ۱۵۔

کرتے ہیں اور مر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اوراس پر مہربان ہوتے ہیں۔

نتیجہ ان بیانات سے یہ نکلتا ہے کہ تینوں اقسام میں جو فضائل امام حسین علیہ السلام کے لئے بیان ہوئے ہیں۔ان سے آپ کی بلند شان، عظمت وجلالت و کرامت و شرف واضح ہوتا ہے اور یہ کہ آپ کا قتل کیا جانا بڑا سانحہ اور بڑی مصیبت ہے آپ کی مظلومیت پر دلیل ہے آپ کا قتل ہونا اور آپ پر ظلم کیا جانا بہت بڑا جرم ہے اور اللہ تعالیٰ کی بڑی معصیت ہے۔

امام حسینؑ کے متعلق مختلف شخصیات کے بیانات

امام حسین علیہ السلام کی ذات، آپ کی سیرت، آپ کے مکارم اخلاق آپ کا انقلاب، آپ کی اسلام کے لئے قربانی، انسانیت کے لئے آپ کی خدمات سے فقط آپ کے شیعہ، آپ کے موالی ہی متاثر نہیں بلکہ آپ سے متاثر ہونے والے مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانیت آپ سے متاثر ہے۔اس کے اثرات عالمی سطح پر تمام ادیان و مذاہب، جماعتوں اور فرقوں کے علماء ودانشوروں کے بیانات اس پر گواہ ہیں ہم اس جگہ بہت ہی اختصار کے ساتھ چند عالمی سطح کی شخصیات کے بیانات کو نقل کرتے ہیں۔

۱۔انگریز ماہر آثار قدیمہ (ولیم لوفٹس) کا بیان ہے:

حسین علیہ السّلام نے انسانی تاریخ کے لئے شہادت وگواہی کو پہنچایا ہے الگ تھلگ (تنہا) بہادری کی حد تک اپنے غم کی داستان کے ذریعہ بلندی کے مقام کو پالیاہے۔

۲۔جرمن مستشرق ماربن کا بیان ہے:

پورے عالم کے لئے حسین علیہ السلام نے ایثار اور قربانی کا درس چھوڑا ہے تمام انسانوں میں اپنے عزیز ترین افراد کی قربانی پیش کر کے اپنی مظلومیت اور اپنے برحق ہونے کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو تاریخ کے اوراق میں درج کرایا ہے اور آپ کی شہرت کو بلندی تک پہنچایا ہے۔اس دلیر اور بہادر سپاہی نے عالم اسلام میں تمام انسانوں کے لئے یہ بات ثابت کی کہ ظلم وجور وستم کے لئے دوام و ہمیشگی نہیں ظلم وجور کا محل جتنا بلند اور جس قدر مضبوط ہو ظاہر میں شان دار لگے تو وہ حق و حقیقت کے سامنے اس کی حیثیت، تند و تیز ہوا کے جھونکے میں ایک بیر کی ہے۔(ایک بیر سے زیادہ نہیں)۔(جس طرح تند ہوا کے ایک ہی جھونکے سے بیر زمین پر آگرتا ہے اور درخت سے جدا ہو جاتا ہے اسی طرح ظلم کو دوام نہیں حسین علیہ السلام نے ظلم وجور کی بلندترین عمارت کو زمین بوس کر دیا)۔

اسی طرح کا ایک اور بیان:

امام حسین علیہ السلام کی یزید کے خلاف خروج کی تحریک ایک بڑی اور دل کا پختہ ارادہ اور فیصلہ تھا جبکہ فوری کامیابی کا حصول دشوار تھا لیکن وہ اپنے گھر والوں،اپنی اولاد کو ساتھ لیکر میدان میں کھڑے ہوئے تاکہ ان کی موت کے بعد وہ تحریک کی کامیابی تک پہنچ جائے اور اس وسیلہ سے انسان کو اندر سے جھنجھوڑ دیا تھا(جو کچھ تا ک نساں میں چلا گیا) اسے نئی زندگی مہیا کریں۔

۳۔مسیحی دانشور (اینٹون پارا) کا بیان ہے:

اگر حسین علیہ السلام ہم سے ہوتے تو ہم زمین کے ہر کونے میں پرچم بلند کرتے اور اس کے نام زمین کے کونے میں ممبر لگاتے اور لوگوں کو ہم حسین علیہ السلام کے نام پر مسیحیت کی طرف دعوت دیتے۔

۴۔انگریز مستشرق (ایڈورڈ ڈیبروئن) کا بیان ہے:

کیا کوئی ایسا دل ہے جو کربلاء کی داستان سنے اوراس پر غم وحزن و گریہ نہ چھا جائے۔(وہ رنجیدہ نہ ہو) غیر مسلم کے لئے بھی اس روح کی پاکیزگی اور طہارت کاانکار ممکن نہیں جس کے سایہ میں یہ معرکہ رونما ہوا ہے۔

۵۔انگریز مصنف (چارلس سر پرسی سایکوس دیکنزک) کا بیان ہے:

اگر حسین علیہ السلام نے دنیاوی مقاصد کی خاطر جنگ کی ہوتی تو میں اس بات کو نہیں سمجھ سکتا کہ پھر وہ اپنے ساتھ خواتین، چھوٹے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو اپنے ساتھ کیوں لے کر گئے ؟تواس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اس نے فقط اسلام کے لئے یہ قربانی دی ہے یہ عقل کا فیصلہ ہے کہ اس کی قربانی اسلام کے لئے تھی۔

اس نے مزید کہا:امام حسین علیہ السلام اوران کی مختصر جماعت جو کہ ایمان پر تھی انہوں نے موت تک لڑائی کا پختہ فیصلہ کیا پوری بہادری اور دلیری کے ساتھ جنگ کی ہماری حیرانگی اوراس واقعہ کی بڑائی بارے آج کے دن تک صدیوں سے چیلنج ہے ہم حیرت میں آج تک ڈوبے ہوئے ہیں۔

٦۔ معروف ہندوجو ہندوستانی کانگریس کے سابق صدر تملاس ٹنڈن کا بیان ہے:

امام حسین علیہ السلام کی شہادت جیسی بڑی قربانیوں نے انسانی فکر کو بلندی عطاء کی ہے اس کی یاد اس لائق ہے اسے زندہ رکھا جائے اور اسے ہمیشہ باقی رکھا جائے۔

۷۔ ہندوستان کے معروف لیڈر مہاتما گاندھی کا بیان ہے:

میں نے بڑی توجہ سے امام حسین علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے وہ اسلام کے عظیم شہید ہیں۔ میں نے کربلاء کے اوراق کو پوری توجہ سے پڑھا ہے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر ہندوستان کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی سیرت کی پیروی کرے۔

نیز یہ جملہ بھی کہا: میں نے حسین علیہ السلام سے سیکھا ہے کہ کس طرح مظلوم بنوں کہ میں کامیابی حاصل کرلوں۔

۸۔ مشہور انگریز جون اشر کا بیان ہے:

حسین بن علی علیہاالسلام کے غم کی داستان اجتماعی عدالت کے راستہ میں شہادت طلبی کے اعلیٰ و بلندترین معانی کو نقش و تحریر کیا ہے۔

۹۔ ہنگری کے شرق شناس اجنانس غوار تسیھر کا بیان ہے:

حسین بن علی علیہاالسلام اور غاصب اُموی کے درمیان ہمیشہ قائم رہنے والی کشمش (جھگڑا) ہے۔ کربلاء کے میدان میں تاریخ اسلام کے لئے بڑی تعداد میں شہداء پیش کیے ہیں ان شہداء پر آج دن تک وسیع پیانے پر سوگ نے مہربانی کے جذبات کو اپنے اندر سمولیا ہے۔

۱۰۔ مشہور انگریز مصنف فریا ستارک کا بیان ہے:

پورے عالم اسلام میں شیعہ حسین علیہ السلام کی یاد مناتے ہیں ان کے مقتل کا ذکر کرتے ہیں پہلے عشرہ محرم میں امام حسین علیہ السلام پر سوگ مناتے ہیں۔ یہ کربلاء سے زیادہ دور نہیں تھوڑے فیصلہ پر حسین علیہ السلام کو زبردستی صحراء

میں اُتارا گیا۔آپ مسلسل چلتے رہے کہ آخر کار کربلاء میں پڑاوٗ ڈالاوہیں پر اپنے خیام لگائے ان کے دشمنوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا پانی کی رسائی آپ پر بند کردی گئی ان کے حالات وواقعات کی تفصیلات آج دن تک تمام لوگوں کے اذہان کے لئے بڑے واضح وروشن ہیں۔ آج سے ۱۲۵۷ سال پہلے جو ہوا بعینہٖ وہ آج تک محفوظ و معلوم ہے کچھ بھی پوشیدہ نہیں یہ ممکن ہی نہیں اس شخص کے لئے جو ان مقدس شہروں میں جاتا ہے کہ وہ جب تک اس واقعہ کے بارے آگہی حاصل نہ کرے تو اس سے استفادہ کرسکے ہرایک ان مقدس شہر میں جانے والا اس واقعہ وسانحہ سے معلومات حاصل کرکے ان کی زیارت کے لئے جاتا ہے کیونکہ حسین علیہ السلام کی داستانِ غم ہر چیز میں نظر آئے گی یہاں تک اس کی حقیقت کو انسان جان لیتا ہے یہ حادثہ ان کم ترین حادثات میں سے ایک ہے کہ جس کو جانتے ہی گریہ ضروری ہو جاتا ہے۔ (ایسی داستان غم ہے کہ جس کے سننے سے ہر انسان غمناک ہوگا)۔

۱۱۔ بانی پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناح رحمۃاللہ کا بیان ہے:

امام حسین علیہ السلام نے جس طرح اپنی قربانی پیش کی ہے ایسی دلیرانہ اور شجاعت پر مبنی مثال موجود نہیں میرا عقیدہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس قابل قدر اُسوہ نمونہ کے ساتھ قدم ملاکر چلیں جس نے عراق کی سرزمین میں اپنی جان کا نذرانہ (ایک ہدف کے لئے) پیش کیا۔

۱۲۔ انگریز مؤرخ و فلسفی توماس کارلیل کا بیان ہے:

بلند ترین اوراعلیٰ درس کربلاء کی داستان غم سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حسین علیہ السلام اورآپ کے انصار کا اللہ پر پختہ ایمان ویقین تھاانہوں نے اپنے عمل

سے اسے ثابت کیا کہ تعداد کی برتری کی کوئی اہمیت نہیں جب حق و باطل کا آمنا سامنا ہو (جس کے لئے میدان میں اُترنا ہوگا اگرچہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہوں)۔

۱۳۔ فریڈرک جیمز کا بیان ہے:

امام حسین علیہ السلام کی نداء ہے اور ہر دوسرے شہید کی بھی یہی آواز ہے کہ اس جہاں میں عدالت، رحمت و مودت کے ایسے انمٹ مبادی واصول ہیں جو تبدیل نہیں ہو سکتے ہماری یہ بات زور دے کر سمجھا دی ہے کہ جب کوئی شخص ان اوصاف کے دفاع کے لئے قیام کرے گا اور لوگوں کو ان اوصاف کو اپنانے کی دعوت دے گا وہ تو ان اقدار اور اصولوں کے لئے بقاء و ثبات کو یقینی قرار دے گا۔

۱۴۔ بوید نے کہا:

انسان کی طبیعت ومزاج میں یہ بات ہے کہ وہ جرات، شجاعت، اقدام کرنے، روح کی بلندی، ہمت وشہادت سے محبت کرتا ہے یہ اسے اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ ظلم وفساد کی طاقتوں کے مقابلہ میں آزادی، عدالت کے لئے اُٹھ کھڑا ہو امام حسین علیہ السلام کی عظمت اور مروت اس میں پوشیدہ ہے۔ میری خوشی کے اسباب سے یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے ہوں جو پوری گہرائی سے اس عظیم قربانی کی تعریف کرتا ہوں جبکہ اس واقعہ کو تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔

۱۵۔ مسیح دانشور جارج جارڈک کا بیان ہے:

جس وقت یزید نے حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کے لئے لوگوں کی فوج بھرتی کی اور یہ چاہا کہ ان کا خون بہائے تو لوگ یزید لعنتی سے پوچھتے تھے کہ کتنا مال دو گے؟ لیکن حسین علیہ السلام کے جو انصار تھے وہ یہ کہتے تھے کہ اگر ہمیں ستر مرتبہ قتل کر دیا جائے تو بھی ہم تیرے سامنے جنگ کریں گے تا کہ ایک مرتبہ اور قتل ہوں۔

۱۶۔ مصری رائٹر عباس محمود العقاد کا بیان ہے:

ان کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ یہ یہ بات بیان کریں کہ حسین علیہ السلام کے نزدیک اعتقاد کا مسئلہ عادت یا سود بازی کا نہیں بلکہ وہ ایسی شخصیت تھے جو اسلامی احکام کے بارے مضبوط ترین ایمان کے مالک تھے۔وہ اس عقیدہ پر سختی سے قائم تھے کہ دینی حدود کا معطل کیا جانا سب سے بڑی مصیبت ہے جو انہیں ان کے خاندان پوری عربی اُمت اس کی موجودہ حیثیت اور انجام کو اپنے گھیرے میں لے لے گی کیونکہ وہ مسلمان ہیں اور حضرت محمد ﷺ کے سبط ہیں بنواُمیہ ان کے قتل کے بعد ساٹھ سال حکمران رہے جو انہیں اوران کے آباء کو گالیاں دیتے تھے۔منبروں پر سب وشتم جاری رکھا لیکن کوئی ایک بھی یہ جسارت نہیں کرسکا کہ ان کے دینی احکام کی پاسداری کے حوالے سے معمولی سی تفریق ظاہر میں یا باطن میں پیش نہ کرسکے وہ کوئی ایسی بات نہ لاسکے جو ان میں عیب قرار دے سوائے اس بات کے کہ انہوں نے ان کی حکومت کے خلاف خروج کیا ان کی زبانیں گنگ تھیں ان کے کرایہ کے خطیب سب ہی اس حوالے سے ناتوان نظر آتے ہیں۔[1]

اس کے علاوہ بہت سارے بیانات اور کلمات عالم انسانیت کے بڑے بڑے معروف دانشوروں کے مفکرین کے آپ کی عظمت وشان بارے موجود ہیں۔

یزید بن معاویہ حقیقت کے آئینہ میں:

یزید معاویہ بن ابی سفیان کا بیٹا ہے اس کی ماں میسون جو بحدل یا بجدل کی بیٹی ہیں کلبی قبیلہ سے تعلق ہے ہمیں اس کے نسب کو ذکر کرنے کی ضرورت

[1]۔أبو الشهداء الحسين بن علي: ۱۱۵۔

نہیں کیونکہ اس میں بہت زیادہ اختلافات موجود ہیں ان میں سے کسی ایک رائے کو لینا مشکل ہے جو تفصیلات کا خواہاں ہے وہ تاریخ عالم کی کتب میں رجوع کرے۔ لیکن ہم اس جگہ جو کچھ مسلمان علماء نے بیان کیا ہے اسے لیتے ہیں۔

ا۔جواہر المطالب میں ابن الدمشقی کا بیان ہے:

یزید عمر بن الخطاب کے دور میں پیدا ہوااور اس نے بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کیا جو سب پر عیاں ہیں۔ہم اس بارے ایک ہی بات بغیر لگی لپٹی کے کہتے ہیں ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ شطرنج کا کھلاڑی چیتے کا شکاری، نمازوں کا تارک، شراب میں مست،اہل بیت علیہم السلام کا قاتل شعر کے ذریعہ واضح کفریہ خیالات کااظہار کرنے والا۔ [1]

۲۔الحافظ نے بنی اُمیہ کے متعلق"الرسالة الحادية عشر من بنى أمية" میں لکھتا ہے:

جن برائیوں کا یزید نے ارتکاب کیا ان میں حسین علیہ السلام کو قتل کرنا،رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کو قیدی بنانا، حسین علیہ السلام کے مبارک دانتوں پر چھڑی مارنے کی جسارت،کعبہ کو منہدم کرنا یہ اس کی سنگدلی، کمینگی، گھٹیاپن،دشمنی، بری رائے،کینہ، نفرت، منافقت،ایمان سے خروج، فسق و فجور ہیں۔ (یزید ہر شر و برائی کا عنوان ہے)وہ ملعون ہے اور جو اس ملعون پر لعن و طعن اور اسے برا نہیں کہتے ہیں وہ بھی ملعون ہیں۔ [2]

۳۔البدایۃ والنہایۃ میں ابن کثیر کا بیان ہے:

---

[1]۔جواهر المطالب: ۳۰۲۔

[2]۔الرسالة الحادية عشر في بني أمية: ۳۹۸۔

یزید گانا بجانے کی محافل کا شیدائی، شرابی، شکاری کتوں، بندروں کا کھلاڑی غلمان ،لونڈوں، قیان (آزاد خواتین کاایسا گروہ جو مردوں کو تسکین دینے کے لئے تربیت حاصل کرتا ہے) سے بازی کرنے والا، والنطاح بین الکباش والدباب القرود، نشہ میں مست ہر دن کا آغاز کرتا گھوڑے کی زین پر بندر کو بیٹھاتا اوراسے کھنچتا جاتا۔ بندر کو سونے کی ٹوپی پہناتا ،اسی طرح نو خیز لڑکوں کے لئے کرتب انجام دیتا۔ گھوڑوں کی دوڑ میں مقابلہ کرواتا اگر بندر مر جاتا تو اس پر غم مناتا۔ [1]

۴۔ (صب العذاب علی مناسب الاصحاب من ابن الالوسی) کا بیان ہے :

بزرگان کا یزید پر لعنت بھیجنے کا اتفاق ہے اس کے برے ارتکاب کی وجہ سے جو یزید لعنتی نے انجام دیے اور عترت طاہرہ پر جو اس نے مظالم ڈھائے اورزیادتیاں کیں۔ [2]

۵۔ (تذکرۃ الخواص میں ابن الجوزی) کا بیان ہے :

اس شخص کے بارے آپ کیا رائے دیں گے کہ جس نے تین سال حکومت کی پہلے سال میں حسین بن علی علیہما السلام کو قتل کیا دوسرے سال مدینہ کوتاراج کیا اور مدینہ والوں کا خون بہایا اور تیسرے سال منجنیق سے کعبہ کو نشانہ بنایا (کعبہ منہدم کیا)۔

۶۔ (الامامۃ والسیاسۃ میں ابن قتیبۃ) نے لکھا ہے :

کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ خالد کا نمائندہ امام حسین علیہ السلام کے پاس مسجد میں آیا اور یہ کہا کہ امیر کہہ رہا ہے کہ تم ضرور ہمارے پاس آجاؤ اس نے کہا کہ یہ ضروری ہے اور ہر صورت جانا ہے تو اس نے کہا اے نوار میرے کپڑے لے آؤ پھر کہا

---

[1]۔ البدایۃ والنہایۃ ۸: ۲۵۸۔

[2]۔ صب العذاب علی من سب الآصحاب: ۳۵۳ ــ ۴۵۵۔

تم کو اس سے کیا فائدہ ہو گا یہ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا تو وہ تمہیں نقصان نہ دے گا؟ اس نے کہا میں نے اس سے کہا: کیا تم یزید کی بیعت کرو گے جبکہ وہ شراب پیتا ہے۔ والقیان سے کھیلتا ہے کھلے عام برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے۔[1]

۷۔ مروج الذھب میں المسعودی لکھتا ہے:

یزید کھیل کود والا، باجا بجانے والا، کتوں سے شفقت رکھنے ولا، بلکہ شراب میں بدمست، ریچھ اور کتے کو لڑانے والا، چیتوں سے دل بہلانے والا اس کے بعد کہا اس کے زمانہ میں مدینہ اور مکہ میں گانا بجانا عام تھا، جوا کھیل تماشے کے میدان سجائے گئے لوگوں میں کھلے عام شراب پیا جانے لگا۔[2]

۸۔نیل الاوطار میں الشوکانی نے لکھا ہے:

بعض الکرامیہ سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم نے زیادتی سے کام لیا ہے اور انہیں اس باب میں احادیث بارے جمود کا رویہ اپنایا۔اس حد تک انہوں نے کہہ دیا کہ (الحسین السبط رضی الله عنه وارضاه) نے ایک شرابی، نشئی، شریعت مطہرہ کے احکام کو پامال کرنے والے (یزید بن معاویة لعنة الله علیه) کے خلاف بغاوت کی (العیاذ بالله) الله کے نام پر ذرا سوچیں! کتنی عجیب بات کہی ہے کہ جس سے بدن لرز جاتا ہے۔ جس سے کفر کے پردے پھٹتے ہیں۔

۹۔ تاریخ الطبری میں حسن البصری سے یہ بیان نقل ہوا ہے:

معاویہ میں چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو اس کی ہلاکت کے لئے کافی تھی اور یہ کہ اسے اقتدار سے ہٹا دیا جاتا ایک تو اس نے

---

[1] ۔الامامة والسیاسة ۱: ۱۷۴ و ۲۲۴۔

[2] ۔مروج الذھب ۳ : ۸۲۔

بے وقوفوں اور احمقوں کو اُمت پر مسلط کیا بغیر اس کے کہ اُمت سے مشورہ کرتا جبکہ ان میں اصحاب موجود تھے جو صاحب شرف اور صاحب فضیلت تھے اس کا اپنے بعد ایک شرابی، نشئی کو قائمقام بناتا ہے جو ابریشم کا لباس پہنتا تھا، وہ باجا بجاتا تھا، گانا گانے کی محافل سجاتا تھا، زیاد کو اپنا بھائی قرار دیا، جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچہ اس کا تھا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ زنازادہ کے منہ میں خاک اور چوتھا کام کہ اس نے جو (صحابی رسولؐ) کو قتل کیا۔[1]

المدینہ المنورہ کے شریف ترین شخصیت کا بیان ہے ہم ایسے شخص سے ہوکر واپس مدینہ پہنچے ہیں جس کا دین نہیں، شراب پیتا تھا، بندروکتوں سے کھیلنا، ڈھول باجے اس کے پاس بجتے رہتے تھے، کتوں سے کھیلتا ہے، راتوں کی محافل، نوعمرلڑکوں سے خوش گپی، دل لبھائی، کھیل تماشا کے مگن ہم نے اسے حکومتی اقتدار پر بیٹھا دیا تو لوگوں نے ان کی بات کی حمایت کی۔

(یہ اپنے وفد کی بات ہے جو عبداللہ بن حنظہ کی قیادت میں ایک وفد مدینہ سے دمشق گیا تھا یہ واقعہ کربلاء کے سانحہ کے بعد کا تھا اس وفد نے واپسی پر یہ بیان دیا)۔[2]

۱۰۔الواقدی نے عبداللہ بن حنظلۃ غسیل الملائکۃ کے ذریعہ یہ بات نقل کی ہے:

کہ اس نے (مدینہ واپس آکر) کہا: اے بندگان اللہ کا تقوی اختیار کرو اللہ کی قسم ہم یزید کے دربار سے باہر نہ آئے مگر یہ کہ ہمیں خوف لاحق ہوا کہ ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو جائے۔ ایسا آدمی ہے جو اولاد کی ماؤں، بیٹیوں

[1]۔تاریخ الطبری۵ :۴۷۹؛شرح نہج البلاغۃ لابی ابی الحدید۲: ۲۶۲؛کشف الغمۃ ۲: ۴۴۔

[2]۔تاریخ الطبری۴ :۳۶۸؛الکامل فی التاریخ۴: ۱۰۳؛البدایۃ والنہایۃ ۸: ۲۳۶۔

اور بہنوں سے زنا کرتا ہے۔ ماں، بہن، بیٹی کی تمیز نہیں، شراب پیتا ہے، نماز کا تارک ہے۔[1]

۱۱۔البلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے:

یزید کھیل تماشا، گانا بجانا، ڈھول ڈھمکا سنتا رہتا تھا وہ ہی پہلا شخص ہے جس نے ایک خاص حلہ (کپڑوں کا جوڑا) پانچ ہزار دینار میں خرید کیا (فضول خرچ، بیت المال کو بے دریغ اُڑانے والا)۔[2]

۱۲۔شرح العقائد النسفیۃ میں التفتازانی کا بیان ہے:

جس نے حسین علیہ السّلام کو قتل کیا ہے اس پر لعنت بھیجنے کے جواز پر سب نے اتفاق کیا ہے، جس نے قتل کیا یا قتل کا حکم دیا یا قتل کی اجازت دی یا اس قتل پر راضی ہوا ان سب پر لعنت بھیجنے کا اتفاق ہے۔ یہ بات سچ و حق ہے کہ یزید ملعون حسین علیہ السلام کے قتل پر راضی تھا اور اس سے وہ خوش ہوا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے اہل البیت علیہم السلام کی توہین کی یہ بات تواتر سے ثابت ہے۔ یہ برا اور اس کے انصار و اعوان پر لعنت ہو۔[3]

۱۳۔یزید ملعون کے بیٹے معاویہ کا اپنے باپ کی حیثیت بیان کرنا:

کہ اس نے یزید ملعون کی موت کے بعد یہ کہا: اے حضرات ہمارا تمہارے ساتھ پالا پڑا اور تمہارا ہمارے سے پالا پڑا، ہم اس سے ناواقف نہیں کہ تم لوگ ہمیں پسند نہیں کرتے اور ہمارے اوپر اعتراض رکھتے ہو آگاہ رہو کہ میرے

---

[1]۔ تاریخ الذہبی ۵ :۲۷؛ تاریخ الخلفاء: ۲۰۹؛ الدر المنشور ۲: ۱۳۷؛ تاریخ الطبری ۷ : ۴؛ الکامل فی التاریخ ۴: ۴۵۔

[2]۔ انساب الاشراف ۸: ۲۴۴۔

[3]۔ شذرات الذہب لابن العماد الحنبلی ۱ : ۶۸ و ۳ : ۱۷۹۔

دادا معاویہ بن سفیان نے حکومت کے بارے ایسے شخص سے جھگڑا کیاجو ان سے اولویت برتری رکھتا تھا وہ اس کا زیادہ حقدار تھے مسلمانوں میں سب پہلے مسلمان تھے مؤمنوں میں اول تھے، رسول رب العالمین کے چچازاد تھے، خاتم المرسلین کی نسل کے باپ تھے تو اس نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا اس سے تم واقف ہو اور جو کچھ تم سے اس حوالہ سے ہو اس کا تم انکار نہ کرو گے یہاں تک کہ اس حال میں اسے موت نے آ لیا وہ اپنے عمل کا مرہون ہو چکا پھر اس حکومت کا قلادہ میرے باپ نے پہن لیا وہ خیر اور اچھائی کے لائق نہ تھا۔ وہ اپنی خواہشات کے گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ اپنے اقدامات کو اچھا قرار دیتا رہا وہ بہت آرزوئیں رکھتا تھا۔

وہ اپنی امید وخواہشات کو پیچھے چھوڑ گیا، عمر اس کی تھوڑی تھی اس کی قدرت کم، اس کا عرصہ ختم ہوا وہ اپنے گناہ کو لیکر اپنی قبر کے گڑھے میں جاپڑا وہ اپنے جرم کا قیدی ہوا۔

یہ جملے کہہ کر معاویہ بن یزید ملعون ممبر سے اتر آیا۔ ہمارے اوپر بڑی افتاد یہ آن پڑی ہے کہ اس کا انجام برا ہوا ہم جانتے ہیں اس کے برے انجام کو اس نے رسول اللہ ﷺ کی عترت کو قتل کیا ان کی حرمت کو پامال کیا کعبہ کو آگ لگائی تو میں تمہارے اوپر اپنی گردن لینے کے لئے تیار نہیں ہوں اور نہ ہی تمہارے اعمال کا بوجھ اٹھانے پر آمادہ ہوں یہ ہے تمہاری حکومت اور یہ ہے تمہارا اختیار، اللہ کی قسم اگر دنیا مال ومتاع ہے تو ہم نے اس سے بڑا کچھ حاصل کر لیا ہے اور اگر یہ بری ہے، منکر ہے تو ابی سفیان کے بیٹے نے اس کی برائی سے جو کچھ بوئی وہی کاٹی ہے۔[1]

[1] ۔تاریخ الیعقوبی ۲:۲۵۴ ۔

ایک اور بیان اس طرح ہے میں تمہارے اوپر حکمرانی میں رغبت نہیں رکھتا یہ بری بات ہے جو میں تمہارے بارے ناپسند کرتا ہوں اور میں یقین سے یہ جانتا ہوں کہ تم بھی ہمیں ناپسند کرتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا تمہارے ساتھ پالا پڑا اور تم لوگ ہمارے ساتھ مبتلاء ہوئے ،آزمائش میں آئے میرے جد معاویہ نے اس بارے اس شخص سے جھگڑا کیا جو ان سے زیادہ اولی اور بہتر تھا اور اس کے غیر سے بھی وہی بہتر تھا۔اس کی وجہ ان کی رسول اللہ ﷺ سے قربت اور وہ بڑی فضیلت تھی جس کا مالک ہونا اور اسلام میں سبقت کا شرف رکھتا تھا۔

تمام مہاجرین میں شان و مرتبہ میں سبب سے بڑھ کر تھا اور مضبوط دل والا تھا سب سے بڑا بہادر تھا علم میں سب سے زیادہ علم والا اور ان سب میں پہلے ایمان لانے والا تھا منزلت و مرتبہ میں سب سے زیادہ شرف وشان والا تھا صحابیت میں سب سے قدیمی ساتھی تھا،وہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد،ان کے داماد اور بھائی تھے۔

نبی ﷺ نے اپنی فاطمہ بیٹی علیہا السلام سے ان کی شادی ان کے اختیار سے انہیں اپنی بیٹی کا شوہر قرار دیا اور اس میں فاطمہ کی رضایت سے اسے ان کی بیوی قرار دیا۔

(یعنی دونوں کی رضایت اور رسول اللہؐ کی مرضی سے یہ جوڑا تشکیل پایا) جنتیوں کے سرداروں، سبطین کے باپ اور اس امت میں سب سے زیادہ فضیلت والے رسولؐ نے ان کی تربیت فرمائی: فاطمہ البتول علیہاالسلام کے دونوں بیٹوں کے باپ ہیں۔طیب،طاہر،زکی بنیاد سے تھے اور میرے دادا نے ان کے خلاف جو کچھ کیا اس کا آپ لوگوں کو علم ہے اور جو کچھ تم نے اس کے ساتھ کیا اسے تم جانتے ہو وہ اس حد تک کہ معاملات میرے دادا کے ہاتھ میں آگئے جب حتمی وعدہ آن

پہنچا اور موت کے پنجوں نے اسے دبوچ لیا تو وہ اپنے عمل کا مرہون ہوا اپنی قبر میں اکیلا و تنہا ہے۔

جو اس کے دونوں ہاتھوں نے بھیجا ہے انہیں کو اس نے موجود پایا جس کا اس نے ارتکاب کیا اور جو ظلم و زیادتی کی اس سب کو اپنے آگے موجود پایا اس کے بعد خلافت یزید کی طرف منتقل ہو گئی اس نے تمہارے اوپر حکمرانی کو سنبھال لیا اس طوق کو اپنے گھر میں سجا لیا اس میں جا گرا جس میں اس کا باپ تھا میرا باپ اپنی بدایمانی اور اپنی جان پر زیادتی میں آگے بڑھ گیا۔

وہ محمد ﷺ کی اُمت پر خلافت کے لئے لائق و مناسب نہ تھا وہ اپنی خواہشات کے گھوڑے پر سوار رہا اپنے اقدامات کو اچھا قرار دیتا رہا اس نے جو کچھ کیا اس نے جرآت کی اور جس کی حرمت تھی اسے پامال کیا رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے ظلم و زیادتی کا ارتکاب کیا اس کا عرصہ حیات کم تھا اس کا سلسلہ کٹ گیا اس کے عمل نے اسے آدبوچا اور اپنی قبر کے گڑھے میں جا پہنچا اپنی خطاؤں و جرائم کا مرتکب ہوا۔

اس کے گناہوں کے اثرات و نتائج باقی رہ گئے جو اس نے انجام دیا، اسے پا لیا، پشیمان ہونے کا کچھ فائدہ نہ ہو گا، اس کے لئے غم نے ہمیں آگاہ کیا، اس غم سے کچھ نہیں، کاش اس نے جو کیا وہ نہ کیا ہوتا اور جو کچھ اس بارے کیا کہا گیا اس کی برائی کے انجام کے سواء کچھ اور کیا کہا گیا تو کیا اس کی برائی کے انجام کے سواء کچھ اور کہا گیا ہے؟ اسے اس کے عمل کی جزاء ہی دی جائے گی یہ میرا یقین ہے پھر گریہ سے اڑہاں ہو لیا اس کی نصیحتیں نکالی گئیں۔[1]

[1]۔حیاۃ الحیوان الکبریٰ ۱ : ۵۷۔

۱۴۔ مشہور رائٹر عباس محمود العقاد نے اپنی کتاب ابوالشہداء الحسین بن علی علیہماالسلام میں لکھا ہے:

اس طرح یہ صفات یزید میں پروان چڑھیں جس سے مزید نقص اور خامیوں کو اجاگر کیا شعر وشاعری میں مگن رہنے والا، شعراء، شرابیوں کے ساتھ شراب کی محافل میں وقت گزارنے والا، شکار اس کا مشغلہ تھا، اسے مملکت اور حکومت سے کچھ سروکار نہ تھا، حیوانات سے کھیل تماشا اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا بندروں، چیتوں کے ساتھ وقت گزارنا ،اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا، اس کا ایک بندر تھا۔ جیسے ابو قیس کہا جاتا تھا۔اسے ابریشم کا لباس پہناتا، سونے ،چاندی کے زیوروں سے اسے آراستہ کرتا اسے شراب کی محفل میں بٹھاتا تھا، گھوڑوں کی دوڑ میں اسے زین پر بٹھاتا تھا اور اس کی خواہش ہوتی کہ گھوڑوں میں وہ ہی آگے بڑھنے والا ۔[1]

باب دوم:

[1]۔ ابوالشہداء الحسین بن علی: ٦٦۔

امام حسین علیہ السّلام کی کرامات اور اخلاقیات

امام حسینؑ کے مکارم اخلاق سے متعلق واقعات:

جب ہم اہل بیت علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ خیر اور کمال کی تمام صفات کی بلندیوں پر فائز ہیں۔آپ انسانی کمالات کے بلند ترین مقام پر پہنچے ہوئے ہیں وہ ایسی بلندی پر ہیں کہ اس کے اوپر کچھ بھی نہیں، عبادت، علم، شجاعت، سخاوت، حمیت، حلم اور اخلاص میں اللہ کے حضور تسلیم مطلق، ہر صفت کو لے لیں آپ ہی اس صفت کی اعلیٰ مثال نظر آئیں گے، یہی حال مکارم اخلاق کا ہے۔

اخلاق کریمہ سے آراستہ پیراستہ ہونے کے اعلیٰ نمونے آپ ہی ہیں۔ حسن خلق کی خوبصورت ترین تصویریں آپ ہی ہیں۔اس میدان میں کامل ترین ہر لحاظ سے مکمل وپورا، خوبصورت اور کامل، تقلید کا نمونہ آپ ہی ہیں۔اخلاقی فضائل اور مکارم میں آئمہ اہل البیت مبلغ اسلام ہیں ہر امام ایک کامل ومکمل مکتب ومدرس ہیں۔اسی طرح سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ہیں۔جب ہم سید الشہداء علیہ السلام کو مکارم اخلاق کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس میدان میں سبقت لینے والوں سے ہیں آپ سب کے درمیان اس حیثیت سے ممتاز نظر آتے ہیں لگتا ہے کہ مقابلہ کا میدان مارنے والے آپ ہی ہیں لیکن نتیجہ میں سب ایک وقت میں اور ایک ہی سطح پر بلندی تک پہنچنے والے ہیں۔

وہ شجاعت سے سب سے بڑے شجاع، صبر میں سب سے بڑے صابر، یقین میں سب سے بڑھ کر یقین پر فائز، ایمان میں سب سے بلند معجزہ ہیں، عطاء وسخاوت میں سب سے بڑھ کر ہیں بلکہ وہ خوبی اور کرامت میں افضل واعلیٰ ہیں۔آپ کے تمام مکارم اخلاق سے متعلق واقعات کا احاطہ کرنا تو ممکن نہیں کیونکہ اس بارے تو ضخیم مجلدات کی ضرورت پڑے گی ہم اختصار کے پیش نظر چند نمونے بیان کرتے ہیں۔

ا:امام حسین علیہ السلام : کے سامنے ایک غلام نے جرم کیا ایسا جرم تھا کہ اس پر سزا بنتی تھی آپ نے حکم دیا کہ اسے سزادی جائے تو اس غلام نے کہا: ''وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ '' غیظ وغصہ کو پی جانے والے تو امام نے حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو، تو اس نے آیت کا اگلا جملہ پڑھ دیا'' وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ '' اور وہ جو لوگوں (کی خطائیں) معاف کرنے والے ہیں، تو امام علیہ السلام نے فرمایا میں نے آپ کو معاف

کر دیا۔اس کے بعد اس نے آیت کا اگلا جملہ بڑھ دیا،اے میرے مولا: '' وَ اللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ '' اوراللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے توامام نے اس غلام سے فرمایا: تم اللہ کی خاطر آزاد ہواور تجھے جو میں پہلے دیتا تھااب اس کے دو برابر دوں گا۔[1]

۲: عصام بن المصطلق کا بیان ہے: کہ میں کوفہ میں آیااور مسجد میں گیامیں نے دیکھا کہ وہاں پر حسین بن علی علیہماالسلام بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے ان کی ہیبت اور وجاہت نے حیرت میں ڈال دیا تو میں نے ان کو مخاطب ہو کر کہا کہ :''انت ابن ابی طالب علیہ السلام ہو کیا تم ابو طالب کے بیٹے ہو؟ جواب دیا کہ جی ہاں ! تو مجھ میں حسد کی آگ بھڑکی کہ میں اس سے اوراس کے باپ سے بغض ونفرت رکھتا تھا، تو میں ان کو مخاطب ہو کر کہا کہ :''انت ابن ابی طالب علیہ السلام'' کیا تم ابوطالب کے بیٹے ہو؟جواب دیا کہ جی ہاں!تومجھ میں حسد کی آگ بھڑکی کہ میں اس سے اوراس کے باپ سے بغض ونفرت رکھتا تھا۔تو میں ان کے اوران کے متعلق بہت کچھ کہہ دیا اوران دونوں کو گالی دینے میں انتہاء کردی تو انہوں نے میری جانب پیاراور مہربانی کی نظروں سے دیکھا اور سوال کیا کہ تم شام سے تعلق رکھتے ہو؟میں نے جواب دیا کہ جی ہاں ! میں شام سے ہوں،توآپ نے یہ سن کرفرمایا:'' لاتثریب علیك الیوم یغفر الله لکم''آج تم پر کچھ گرفت نہیں اللہ تمہارے لئے مغفرت کرے، تم اپنی حاجات ہمارے سامنے پیش کرو توتم ان ضروریات کو ہمارے پاس پورا ہوتا پاؤ گے اس سے زیادہ جو تمہاری سوچ ہے تو یہ سننے کے بعد روئے زمین پران سے زیادہ محبوب میرے نزدیک کوئی اور نہ تھا۔(وہ اوران کا باپ میرے لئے

[1]۔کشف الغمۃ۲ : ۲۴۳؛الفصول المھمۃ:۱۷۴ ؛بحار الأنوار۴۴: ۱۹۵ / ۹۔

محبوب ترین ہوگئے)اور میں نے یہ کہا: " الله اعلم حیث یجعل رسالته "اللہ بہت بہتر جانتاہے کہ اپنی نمائندگی کسے سپرد کرے۔

اس کے بعد میں نے یہ اشعار کہے۔

ألم تر إنه زين لأهله	ولا سيما إن زان حلمك منصب
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ اپنے خاندان کے لیے خوبصورت ہے؟	خاص طور پر اگر آپ کا حلم خوبصورت ہے۔
سليل رسول الله يقتص هديه	عليه خباء المكرمات مطنب
خدا کے رسول کی اولاد اپنے تحفے کی تلاش میں	اسی پر چھپا ہوا خزانہ ہے۔
قريب من الحسنى بعيد من الخنا	صفوح إذا استعبته فهو معتب
الحسنی کے قریب، برائی سے بہت دور	سختی فقط انذار کرنا، اگر تم اسے سزا سمجھو گے تو اس پر الزام ہو گا۔
صفوح على الباغي ولو شاء لاقه	بشنعاء فيها لامرئ متأدب
صفوت علی الباغی اور جونک پھیل گئی۔	کتنا بدصورت ہے کہ انسان شائستہ ہو۔

فقل لسامي الشمس أنى تنالها　　　تأمل سناها وانظرن كيف تعرب[1]

توجو سورج کے نیچے ہے اس سے کہو کہ تم اسے حاصل کرو گے۔　　　اس کی عمر پر غور کریں اور دیکھیں کہ وہ اس کا اظہار کیسے کرتی ہے۔

۳: بیان کیا گیا ہے: کہ امام حسین علیہ السلام کو وراثت میں کچھ دوسری اشیاء بھی ملیں آپ نے ان کو لینے سے پہلے صدقہ کر دیا۔[2]

۴: روز عاشور امام حسین علیہ السلام: کی کمر پر نشانات دیکھے گئے تو اس بارے امام علی زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ یہ نشان کیسے ہیں تو آپ نے جواب دیا اپنی پشت پر خوراک، غذائی سامان بوریوں میں ڈال کر اپنی پشت پر اٹھائے بیوگان اور یتامیٰ کے گھروں میں لے جاتے تھے اسی طرح مدینہ کے بے سہارا مساکین وفقراء کے گھروں میں راتوں کو کھانا پہنچاتے تھے یہ نشانات اس کے ہیں۔[3]

۵: انصار سے ایک آدمی آپ کے پاس آتا ہے: وہ آپ سے اپنی حاجات کو پیش کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ سوال کر کے اپنی حیثیت وکرامت داغدار نہ کرو اپنی حاجت کو کاغذ پر لکھ کر دے دو جو تم پوشیدہ طریقہ سے چاہو گے میں وہ تمہارے لئے پورا کر دوں گا۔ اِنْ شَاءَ اللہ!۔

تو اس نے تحریر کیا: ''یا ابا عبد اللہ فلاں آدمی کے میں نے کچھ دینار دینے ہیں اس نے مجھے اس حوالے سے بہت تنگ کیا ہوا ہے آپ اس سے بات کریں کہ وہ

---

[1]۔ تاریخ دمشق ۴۳: ۲۲۳ وراجع: تفسیر القرطبی ۷: ۳۵۰۔

[2]۔ دعائم الإسلام ۲: ۳۳۹ / ۱۲۷۱۔

[3]۔ المناقب لابن شهرآشوب ۴: ٦٦؛ بحار الأنوار ۴۴: ۱۹۰ / ۳؛ تذکرة الخواص: ۲۵۴۔

مجھے اس وقت تک مہلت دے دے جب میرے حالات اچھے ہو جائیں گے۔ میں اسے لوٹا دوں گا۔

تو میں اس کا قرضہ دے دوں گا" امام حسین علیہ السلام نے اس تحریر کو پڑھا اوراپنے گھر گئے اور وہاں سے ایک تھیلی باہر لائے جس میں ایک ہزار دینار تھے۔آپ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم پانچ سو دینار سے اپنا قرضہ ادا کرو باقی پانچ سو دینار سے اپنی زندگی کے معاملات کو سنوارو اور یاد رکھو کہ اپنی حاجت کسی کے سامنے بیان مت کرو مگر یہ کہ تین قسم کے لوگوں کے سامنے۔

ا۔ دین دار شخص ہو۔ ۲۔ مروت ورواداری والا ہو۔ ۳۔ حسب اور شرف والا ہو۔

- جو تو دین دار ہے وہ اپنے دین کو (تیری حاجت روائی سے) بچائے گا۔
- جو صاحبِ مروت ورواداری ہے وہ اپنی رواداری کی حیثیت کو بچائے گا۔
- جو شرف والا ہے تو وہ یہ بات جانتا ہے کہ وہ اپنی آبرو خیال رکھے اور یہ کہ تو نے اپنی حاجت کو اس کے سامنے پیش کر دیا ہے تو وہ تیری آبرو کو بچائے گا کہ وہ تیری حاجت پوری کیے بغیر تجھے خالی نہ لوٹائے۔

الذیال بن حرملہ سے ہے: ایک سوالی باہر نکلا مدینے کی گلیوں میں، گھومتا ہوا، حسین بن علی علیہماالسلام کے دروازہ پر آگیا اور دروازہ کو کھٹکھٹایا اور یہ اشعار پڑھے۔

لم یخب الیوم من رجاك ومن حرك من خلف بابك الحلقه

آج جو تم سے امید رکھتا ہے اور اس نے آپ کے دروازے کے پیچھے جو مایوس نہیں ہے۔

سے کنڈا کھٹکھٹایا ہے۔

وأنت جود وأنت معدنه　　　أبوك قد كان قاتل الفسقه

اور آپ ہی دوستی کا معیار ہیں　　　آپ کا باپ تو فاسقوں کا قاتل تھا
اور آپ ہی اس کی کان ہیں

حسین بن علی علیہاالسلام نماز پڑھ رہے تھے آپ نے نماز کو مختصر کیااور اس اعرابی کے پاس آگئے اس پر بے کسی اور پریشانی کے آثار دیکھے آپ واپس پلٹے اور قنبر کوآواز دی اس نے کواب دیا لبیک یابن رسول اللہ ﷺ تو امام حسین علیہ السلام نے قنبر سے پوچھا کیا ہمارے اخراجات میں سے کچھ تیرے پاس بچا ہوا ہے تو قنبر نے بتایا کہ دوسو درہم بچ گئے ہیں جس کے بارے آپ نے فرمایا تھا کہ آپ گھر والوں میں انہیں بانٹ دوں۔

توامام حسین علیہ السلام نے قنبر سے فرمایا کہ وہ لے آؤ کہ اب ان سے زیادہ حقدار آگیا ہے۔آپ نے دوسو درہم لئے اور وہ اس

اعرابی کو دیتے ہوئے یہ اشعار کہے:

خذها وإني إليك معتذر　　　واعلم بأني عليك ذو شفقه

لے لو اور میں تم سے معافی مانگتا ہوں　　　اور جان لو کہ میں تم پر مہربان ہوں

لوكان في سيرنا عصا تمد　　　إذا كانت سمانا عليك مندفقه

اگر ہمارے راستے میں کوئی لاٹھی پھیلی ہوتی — اگر تم پر زہر بہتا ہے

لكن ريب المنون ذونكد — والكف منا قليلة النفقه

لیکن المنعون نے تھنکادپر شک کیا — اور ہم میں سے جو بہت کم پیسہ خرچ کرتے ہیں

اعرابی نے وہ دراھم لے لیے اور پیچھے مڑ کر یہ اشعار کہتے ہوئے جارہا تھا:۔

مطهرون نقيات جيوبهم تجرى — الصلاة عليهم أينما ذكروا

وہ خالص ہیں، ان کی جیبیں بہتی ہیں — جہاں کہیں بھی ان کا ذکر ہو ان پر سلامتی ہو

وأنتم أنتم الأعلون عندكم — علم الكتاب وماجاءت به السور

اور تم سب سے اعلیٰ ہو — کتاب اور سورتوں کا علم

من لم يكن علويا حين تنسبه — فماله في جميع الناس مفتخر[1]

وہ جو علوی نہیں تھا جب اس کی طرف منسوب کیا گیا — وہ تمام لوگوں میں اپنے آپ پر فخر کرتا ہے

[1]۔تاریخ دمشق ۱۴ :۱۸۵؛بغية الطلب في تاريخ حلب ۶ :۲۵۹۳؛وراجع: المناقب لابن شهرآشوب ۴ :۶۵۔

۶: انس بن مالک کا بیان ہے: میں حسین علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا تو ایک کنیز آپ کے پاس آئی تھی اس کے پاس ایک پھول تھا اس نے وہ پھول سلام کے ساتھ آپ کو پیش کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

''أنت حرۃ لوجه الله تعالیٰ''

ترجمہ: تم اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہو۔

انس کہتا ہے کہ میں نے یہ دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ اس نے ایک پھول آپ کو پیش کیا جس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔آپ نے اس کے بدلے میں اسے آزاد کر دیا، توآپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی سکھایا ہے۔

''وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَآ ''

ترجمہ: اور جب تمھیں تحیہ وسلام پیش کیا جائے تو اس سے بہتر جواب دو یا اسی طرح پلٹا دو؛ تو اس کا جواب دیا کہ اس کے لئے بہتر یہی تھا کہ اُسے آزاد کیا جائے۔[1]

۷: عبداللہ بن شداد کا بیان ہے: حسین بن علی علیہ السلام کاایک گڈریا سے گزر ہوا تو تواس نے آپ کے لئے (اپنے ریوڑ سے)ایک بکری پیش کر دی تو حسین علیہ السلام نے اس سے سوال کیا کہ تم آزاد ہو یا غلام؟ تواس نے جواب دیا کہ میں غلام ہوں، توآپ نے وہ بکری اسے واپس لوٹادی، توغلام نے عرض کیا کہ یہ بکری میری اپنی ہے توآپ علیہ السلام نے اس سے وہ بکری قبول کر لی۔ پھر اس غلام

[1]۔ کشف الغمۃ ۲: ۲۴۳؛ الفصول المهمة: ۱۷۵؛ بحار الأنوار ۴۴: ۱۹۵ / ۸۔

کواس کے مالک سے خرید لیااور جس کی بکریاں تھیں وہ بھی خرید لیں پھر اس غلام کوآزاد کر دیااور وہ خریدی گئیں بھیڑ، بکریاں بھی اس کی ملکیت قرار دے دیں۔[1]

۸: حسین علیہ السلام اسامہ بن زید: کے پاس اس وقت آئے جب وہ بیمار تھے اور وہ کہے جارہا تھاہائے میرا غم، ہائے میری پریشانی! ! توامام حسین علیہ السلام اس سے سوال کیا بھائی آپ کی پریشانی کس بات کی ہے، تواس نے کہا کہ میرے اوپر ساٹھ ہزار کاقرضہ ہے، اس حوالے سے پریشان ہوں، توامام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔[2]

۹: امام حسین علیہ السلام: سے سوال کیا گیا کہ تمہارااللہ تعالیٰ کے لئے کس قدر زیادہ خوف لاحق ہے ؟توآپؑ نے فرمایا! قیامت کے دن امن میں نہیں ہوگا مگر وہ شخص جس نے دنیامیں اللہ کاخوف رکھا، جودنیامیں اللہ کا خوف رکھتا ہوگاتووہ قیامت میں امن سے ہوگا قیامت کاڈر نہیں ہوگا۔ (لہٰذا دنیامیں اللہ سے ڈرتے رہو)۔[3]

۱۰: امام حسین علیہ السلام: فقراء ومساکین کے قریب سے گزرے جنہوں نے روٹی کے ٹکڑے دستر خوان پر لگا رکھے تھے انہوں نے آپ کو دیکھ کر کہا یابن رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائیں، توآپ ان کے ساتھ دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے اوران کے ساتھ کھانا کھایا۔

---

[1]۔المصنف لابن أبي شيبة ۵: ۳۸۹ / ۵۴۵۔

[2]۔المناقب لابن شهرآشوب ۴ :۶۵؛بحارالأنوار ۴۴ : ۱۸۹ / ۵۔

[3]۔المناقب ۴ :۶۹؛بحارالأنوار ۴۴ :۱۹۲ / ۱۔

پھر فرمایا: ''ان اللہ لایحب المتکبرین'' اور اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، پھر ان کو ساتھ لیکر گھر آگئے اور ان کو کھانا کھلایا اور لباس بھی دیا اور آپ مساکین اور بیچارے بے بس لوگوں کے ساتھ زیادہ بیٹھا کرتے تھے۔[1]

۱۱: حسن وحسین علیہا السلام: ایک بوڑھے شخص کے قریب سے گزرے کہ وہ وضو کر رہا تھا اور وضو کی ترتیب صحیح نہ تھی دونوں نے آپس میں جھگڑنا شروع کر دیا ہے دونوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تمہارا وضو صحیح نہیں دوسرے نے پہلے کو کہا تمہارا وضو صحیح نہیں پھر دونوں نے اس بوڑھے شخص سے کہا کہ ہم دونوں وضو کرتے ہیں آپ ہمیں دیکھو پھر ہمیں بتاؤ کہ ہم میں سے کس کا وضو صحیح ہے۔

جب دونوں نے وضو کر لیا تو پھر اس سے سوال کیا کہ بابا بتاؤ ہم میں سے کس کا وضو ٹھیک ہے تو اس بوڑھے شخص نے کہا کہ تم دونوں کا وضو صحیح ہے یہ بوڑھا جاہل ہے اس کا وضو صحیح نہیں ہے اب اس نے تم سے سیکھ لیا ہے کہ وضو کیسے کرنا ہے اور تمہارے ہاتھوں پر تمہاری برکت سے اپنی غلطی کا ازالہ کر لیا ہے، تمہاری اپنے جد کی اُمت کے لئے شفاعت کی یہ برکت ہے۔[2]

۱۲: حسین بن علی علیہا السلام: ۲۵ حج پیدل کئے جبکہ سواریاں آپ کے ساتھ ساتھ چل رہی ہوتی تھیں۔[3]

---

[1]۔ تفسیر العیاشی ۲: ۲۵۷ / ۱۵؛ بحار الأنوار ۴۴ :۱۸۹ / ۱؛ وکذلك الطبقات الکبریٰ ۱ :۴۱۱ رقم ۳۸۷؛ تاریخ دمشق ۱۴ : ۱۸۱؛ المناقب ۴ :۶۶؛ وغیرھا الکثیر۔

[2]۔ المناقب ۳: ۴۰۰؛ بحار الأنوار ۴۳: ۳۱۹ / ۲۔

[3]۔ الطبقات الکبریٰ ۱ :۴۰۱ / ۳۷۱؛ تاریخ دمشق ۱۴ :۱۸۰؛ المعجم الکبیر ۳ :۱۱۵ / ۲۸۴۴؛ سیر اعلام النبلاء ۳: ۲۸۷؛ أسد الغابة ۲: ۲۷؛ السنن الکبریٰ ۴ : ۵۴۲ / ۸۶۴۵ وغیرھا۔

امام حسینؑ کی برکات و کرامات

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے نیک اولیاء کے لئے بہت زیادہ کرامات قرار دی ہیں ان کرامات سے اللہ کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے اور اس شخص کی عظمت و کرامت ظاہر ہوتی ہے سید الشہداء اللہ کے حبیب کے حبیب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ آپؑ کے لئے بہت زیادہ کرامات ہیں جن کو ذکر کرنے کی گنجائش نہیں لہٰذا ہم ان سے چند ایک کو نمونہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

بارش کیلئے آپؑ کی دعاء

محمد بن عمارہ نے امام صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے بابا اور انہوں نے اپنے جد علی زین العابدین سے یہ بات نقل کی ہے کہ کوفہ والے علی علیہ السلام کے پاس آئے اور شکوی کیا کہ بارش نہیں ہو رہی خشک سالی ہے اور عرض کیا کہ آپؑ ہمارے لئے بارش کی دعاء مانگیں تو آپؑ نے حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ جاؤ اور بارش کے لئے دعا کرو، تو حسین علیہ السلام کھڑے ہوئے اللہ کی حمد و ثناء بجالائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجا۔

پھر اس طرح دعاء مانگی:

"اللَّهُمَّ مُعْطِي الْخَيْرَاتِ وَ مُنْزِلَ الْبَرَكَاتِ، أَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَاراً، وَ اسْقِنَا غَيْثاً مِغْزَاراً وَاسِعاً غَدَقاً مُجَلِّلًا سَحّاً[1] سَفُوحاً فِجَاجاً[2]، تُنَفِّسُ بِهِ الضَّعْفَ مِنْ عِبَادِكَ، وَتُحْيِي بِهِ الْمَيتَ مِنْ بِلَادِكَ، آمِينَ رَبَّ الْعَالَمِين"۔

---

[1]۔ سَحَّ يَسُحّ سَحّا: أي سال واشتدّ انصبابه(لسان العرب ٢ :٤٧٦ (سحح)۔

[2]۔ مطرٌ ثجاج: إذا انصبّ جدّا(الصحاح١: ٣٠٢ (ثجج)۔

ترجمہ: اے خدا، خیرات دینے والے اور برکتیں بھیجنے والے، ہم پر آسمان کو موسلا دھار بارش برسا، اور ہم پر خوب بارش برسا، خوب بارش، خوب بارش، کثرت سے بارش اور بارش برسا، اس سے توں اپنے بندگان کی کمزوری کو مار ڈالتا ہے۔ بندوں، اور اس کے ذریعہ توں اپنے شہروں سے مردگی کا خاتمہ کرتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔

جب آپ دعاء سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے موسلا دھار بارش برسائی جیسا کہ آپ نے دعاء میں اللہ سے درخواست کی تھی، جو چاہا اور جس طرح کی بارش مانگی ویسی ہی بارش ہوئی ایک دیہاتی کوفہ میں آیا تو اس نے سنایا کہ اس بارش سے تمام وادیاں، آبادیاں جل تھل ہو گئیں۔[1]

ایک گناہگار آدمی کیلئے دعاء

ایوب بن اعین نے حضرت ابو عبداللہ امام الصادق علیہ السلام سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عورت طواف کر رہی تھی اس کے پیچھے ایک آدمی تھا۔ اس عورت نے اپنا بازو باہر نکالا اور اس مرد کے ہاتھ سے لگا دیا عورت کا بازو مرد کے بازو پر آگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس مرد کے ہاتھ کو اس عورت کے ساتھ چسپاں کر دیا۔

اس طرح طواف رُک گیا گورنر کے پاس خبر بھیجی گئی لوگ اکٹھے ہو گئے۔ الفقہاء کے پاس رجوع کیا گیا کہ اس کا کیا کیا جائے تو انھوں نے کہا کہ اس آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کہ اس نے جرم کیا ہے۔ تو گورنر نے سوال کیا کہ ان دنوں کوئی رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے موجود کوئی ہے تو بتایا گیا کہ جی ہاں! حسین بن علی علیہما السلام آج رات ہی مکہ پہنچے ہیں گورنر ان کے پاس آدمی بھیج کر آپ کو بلوایا اور آپ سے کہا کہ

[1]۔عیون المعجزات: ۶۴؛ بحار الأنوار ۴۴: ۱۸۷ / ۱۶۔

آپ دیکھیں ان کے بارے کیا کیا جائے۔آپ نے قبلہ کا رُخ کیا اور بہت دیر تک دعاء مانگتے رہے۔ پھراس عورت کے ہاتھ سے مرد کا ہاتھ جدا کر دیا۔ گورنر نے سوال کیا کہ کیا ہم ان دونوں کو سزا دیں، تو آپؑ نے فرمایا: نہیں ان کو کچھ نہ کہا جائے۔[1]

ایک عورت کے زندہ کیے جانے کیلئے دعاء

یحیٰ بن اُم الطویل کا بیان ہے ہم حسین علیہ السلام کے پاس موجود تھے۔آپ کے پاس ایک مرد آتا ہے جو رو رہا تھا۔ حسین علیہ السلام نے اس سے پوچھا کس وجہ سے تم رو رہے ہو؟ تو اس کا جواب دیا کہ میری ماں ابھی ابھی فوت ہو گئی ہے۔اس نے کچھ وصیت نہیں کی جبکہ اس کے لئے مال ہے اس نے مجھے کہا تھا کہ میں اس کی موت کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتاؤں یہاں تک کہ اس کے بارے آپ کو آکر آگاہ کروں۔ تو امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا: ہمارے ساتھ چلو کہ ہم اس آزاد خاتون کے پاس جائیں۔ تو ہم حسین علیہ السلام کے ہمراہ گئے۔ ہم اس عورت کے گھر کے دروازہ پر جا پہنچے جس میں وہ عورت رہتی تھی ہم نے دیکھا کہ وہ چارپائی پر دراز ہے۔اس کمرہ پر آپ نے نظر ڈالی اور اللہ سے دعاء کی کہ اللہ اسے زندہ کر دے تاکہ وہ اپنے مال کے بارے وصیت کرلے جو وہ چاہتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا کہ یہاں تک کے وہ عورت کلمہ شہادتیں پڑھتی ہوئی اُٹھ کر بیٹھ گئی پھر اس نے حسین علیہ السلام کی جانب دیکھا اور کہا کہ آپ کمرے میں اندر آجائیں اے میرے مولا جو حکم دینا ہے مجھے دیں۔ حسین علیہ السلام کمرے کے اندر آگئے اس کے سرہانے کی جانب بیٹھ گئے پھر اس سے کہا اللہ تیرے اوپر رحمت اتارے تم اپنے مال بارے وصیت کرو۔

[1]۔ تہذیب الاحکام ۵ :۴۷۰ / ۷ ۱۶۴؛ المناقب لابن اشوب ۴ :۵۱؛ بحار الانوار ۴۴: ۱۸۳ / ۱۰۔

تواس عورت نے کہا: یابن رسول اللہؐ میرے لئے اس قدر مال موجود ہے (اپنے مال کی تفصیل بتادی) اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ مال کس کس جگہ پر موجود ہے۔

اس کا 1/3 آپ کے لئے جہاں چاہیں جیسے چاہیں اسے خرچ کریں اور 2/3 میرے بیٹے کے لئے ہے اگر آپ کو معلوم ہو کہ وہ آپ کے موالیوں اور چاہنے والوں سے ہے اگر آپ کا مخالف ہو تو اس کا مال بھی آپ لے لیں کیونکہ مؤمنین کے اموال میں آپ کے مخالفوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر عرض کیا کہ آپ میرا جنازہ پڑھائیں اور میرے کفن دفن ودعاء کے اُمور کو خود ہی اپنی سرپرستی میں ادافرمائیں۔اس کے بعد وہ عورت مر گئی جیسے پہلے مری پڑی تھی ویسے ہی سو گئی۔[1]

جس نے آپؑ کے غلاموں کا قتل کیا تھا۔اس کی نشاندہی کرنا:

ہارون بن خارجہ نے حضرت ابو عبداللہ الصادق علیہ السلام سے یہ بات نقل کی ہے۔ حسین علیہ السلام نے اپنے غلاموں کے لئے یہ فرمایا تھا کہ تم فلاں فلاں دن باہر کی جانب نہ جایا کرو باقاعدہ دنوں کے بارے واضح بتا دیا تھا وہ خمیس کے دن باہر نکلیں کیونکہ اگر تم نے میری بات کی مخالفت کی تو تمہارا راستہ روکا جائے گا اور تمہیں قتل کر دیا جائے گا اور جو کچھ تمہارے پاس ہو گا وہ سب جاتا رہے گا آپ نے انہیں اپنی ایک زمین کے لئے بھیجا تو انہوں نے امام حسین علیہ السلام کے فرمان کی مخالفت کی اور الحرۃ والے راستہ کا انتخاب کیا تو راستہ میں ڈاکوؤں نے ان کو لوٹ لیا اور انہیں قتل کر دیا کسی کو نہ چھوڑا تو حسین علیہ السلام اس واقعہ کے بعد مدینہ کا

[1]۔الخرائج والجرائح ا :۲۴۵ / ا؛ الثاقب فی المناقب: ۳۳ ۴ / ۲۰۹ نحوہ؛ بحار الأنوار ۴۴ :۱۸۰/ ۳۔

گورنر آپ کے پاس آتا ہے اور آکر کہتا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کے غلاموں کو قتل کر دیا گیا اللہ آپ کو اس مصیبت پر اجر دے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بہر حال میں آپ کو بتاؤں گا کی ان کو کس کس نے قتل کیا ہے۔آپ انہیں سخت پکڑ میں لیں گورنر نے کہا کہ کیا آپ انہیں جانتے ہو تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں ! اسی طرح جانتا ہوں جس طرح میں آپ کو جانتا ہوں۔اس کے ساتھ ایک آدمی موجود تھا اور فرمایا کہ یہ آدمی جو تمہارے ساتھ کھڑا ہے یہ بھی ان قاتلوں میں سے ہے۔

اس آدمی نے کہا: یا بن رسول اللہ ﷺ یہ آپؑ کیا کہہ رہے ہیں۔آپ نے کیسے مجھے پہچان لیا میں تو ان میں تو میں موجود نہ تھا؟ امام حسین علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اگر میں سچائی کی نشاندہی کروں تو تم اس بات کی تصدیق کرو گے تو اس آدمی نے کہا میں تصدیق کروں گا۔

امام حسین علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم مدینہ سے نکلے تمہارے ساتھ فلاں فلاں شخص تھے آپ نے ان کے نام بتائے اور ان میں چار گورنر کے موالیوں سے تھے اور باقی مدینہ کے حبشیوں سے تھے گورنر نے اس آدمی سے کہا کہ تو تم اس بات کی تصدیق کرو و گرنہ میں کوڑے مار مار کر تمہاری چمڑی ادھیڑ دوں گا۔

تو اس آدمی نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم حسین علیہ السلام نے جو کہا ہے وہ سچ ہے انہوں نے جھوٹ نہیں بولا ایسے گروہ میں وہ خود ان میں موجود تھا گورنر نے ان سب کو اکٹھا کیا اور ان سب کی گردونوں کے اُڑانے کا حکم دے دیا۔[1]

---

[1]۔ دلائل الإمة ۱۷۵ / ۱۰۴ : الخرائج والجرائح ا: ۲۴۶ / ۳؛ الثاقب فی المناقب: ۳۴۲/ ۲۸۸ کلاهما نحو؛ بحار الأنوار ۴۴ :۱۸۱/ ۵۔

آپ کی زیارت کے نتیجہ میں بیمار کا شفاء یاب ہو جانا

مجھے الشیخ ابو جعفر نیشاپوری نے یہ بتایا کہ میں ایک سال اپنے مولا ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے ایک گروہ کے ساتھ روانہ ہوا۔جب آپ کے روضہ مبارک سے دو فرسخ یا تین فرسخ کا فاصلہ رہ گیا تھاتواس کاروان میں سے ایک شخص پر فالج کا حملہ ہوااور وہ گوشت کا لوتھڑا بن گیااور وہ ہمیں اللہ کا واسطہ دے رہا تھاکہ مجھے تنہا چھوڑ کرمت جاؤاور یہ کہ ہم اسے اُٹھاکر روضہ مبارک میں لے جائیں ہم نے اسے ایک چادر پر لٹایا اور ہم سے دوآدمیوں نے چادر کے کونے سے پکڑا اوراسے اٹھاکر قبر مبارک کے قریب لے گئے وہ دعاء مانگے جارہا تھااور رورہا تھا،زاروقطار روئے جارہا تھااللہ تعالیٰ کوحسین علیہ السلام کے حق کا واسطہ دے کرکہے جارہا تھا کہ اللہ اسے شفاء دے دے۔

شیخ ابو جعفر کہتا ہے کہ جب اس چادر کو جس پر اسے لٹایا گیا تھا قبر کے قریب رکھا تو ہم نے دیکھا کہ وہ آدمی اٹھ کر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہو گیا اورایسے چلنے لگا جو کسی بندھن سے آزاد ہوا ہو اور وہ ہشاش بشاش تھا۔[1]

اظہاریہ

امام حسین علیہ السلام کی کرامات آپ کی زندگی اورآپ کی ظاہری حیات کے دوران سے مخصوص نہیں بلکہ یہ کرامات آپ کی شہادت کے بعد بھی جاری ہیں۔آپ کی زیارت کے بارے جس قدر ثواب بیان ہوا ہے اوراس بارے اس باب میں جو کچھ بیان ہوا ہے اسے پڑھ کرانسان حیرت میں آجاتا ہے،اتنا بڑا اجروثواب زائر کواس دنیا میں ملتا ہے اورآخرت میں اس کے لئے جو ثواب رکھا گیا ہے وہ دنیا کی جو

[1]۔الدعوات:۲۰۵ / ۵۵۷؛بحارالأنوار۴۵ :۴۰۸/ ۱۵۔

برکات زائر کو ملتی ہیں آخرت میں اس کے لئےاس سے بڑے مقامات اور بلند درجات ہیں۔

امام الصادق علیہ السلام سے حدیث میں آیا ہے:

"مامن أحد یوم القیامة الا وھو یتمنی انه من زوار الحسین،لما یری ما یصنع بزوار الحسین علیه السلام من کرامتھم علی الله تعالیٰ"

ترجمہ: "قیامت کے دن کوئی ایک بھی نہ بچے گا مگر یہ کہ وہ اس خواہش کا اظہار کرے گا کہ کاش وہ امام حسین علیہ السلام کے زائرین میں سے ہوتا،اس کی وجہ وہ انعامات اوراعزازات ہوں گے جواللہ تعالیٰ کی طرف سے امام حسین علیہ السلام کے زائرین کو ملیں گے۔

آپ کے مشہد مبارک سے جو کرامات مسلسل ظاہر ہوتی رہتی ہیں اورآپ کی زیارت پر جانے والوں کے لئے جو کرامات نصیب ہوتی ہیں اورآپ سے توسل کرنے والوں کی جس طرح حاجات پوری ہوتی ہیں۔اس کی تعداد کو شمار کرنا ممکن ہی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"یا جابرزرقبرالحسین بکربلاء،فان کربلاء قطعة من الجنة"

ترجمہ: اے جابر حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کربلا میں جاکر کرو کیونکہ کربلاء جنت کا ٹکڑا ہے۔

باب ۳: حسینی انقلاب کے اخلاقی پہلو

امام حسین علیہ السلام کے بابرکت انقلاب کی خاص اخلاقی روایات ہیں

اقدار، اصول، مکارم اخلاق، نمونے، مثالیں۔اس انقلاب میں مجسم ہوئے، زمینی حقائق کے طور پر عملی طور پر سب کچھ ظہور پذیر ہوا۔ہم ان سے چند نمونے پیش کریں گے کیونکہ سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں حسینی انقلاب کے زمانی تسلسل کی ترتیب کے سامنے رکھ کر ان واقعات کو پیش کریں گے۔

اوّل: خیر خواہی اور لوگوں کی ہدایت

صحابہ کی ایک بڑی تعداد ازواج پیغمبرؐ اور بعض مقرب مؤمنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ سب کچھ سنا جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رونما ہوتا تھا۔اللہ کی جانب سے جبرائیل کا خبر آکر دینا۔اسی طرح امیر المؤمنین اور امام حسن علیہ السلام کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت بارے خبر دینا اس بارے روایات بہت زیادہ ہیں یہ تو ایک پہلو ہے۔

دوسری جانب بنی اُمیہ کے حکمرانوں کا ظلم وزیادتی وحشت گری، سرکشی کے بارے بھی سب آگاہ ہیں۔ بنی اُمیہ نے کسی بھی انتہائی اقدام سے گریز نہ کیا چاہے وہ کتنا ہی بڑا جرم کیوں نہ ہو۔ان کے ہاں کسی کے بارے کوئی اہمیت نہ ہے اور نہ ہی اسلام کے مقدسات کا ان کے ہاں احترام تھا۔اپنی حکمرانی بچانے اور عوام کی گردنوں پر مسلط رہنے کی غرض سے ہر جرم کاارتکاب کرنے سے گریز نہیں کیا۔اپنے ذاتی مفادات کی حفاظت کے لئے یہ جرم کاارتکاب کرنے کو جائز قرار دیا۔

یہی سبب تھا کہ جب بعض نامور شخصیات کو معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے خروج کا ارادہ کرلیا تھا۔تووہ شخصیات آپ کے پاس حاضر ہوتی ہیں تاکہ آپ کواس فیصلہ میں نظرثانی کرلیں۔اس فیصلہ کوبدل دیں کیونکہ اس اقدام میں آپ کی جان،آپ کے خاندان کوخطرہ تھا اورآپ اصحابِ کساء کے آخری فرد تھے اس اقدام سے آپ کی جان غیر محفوظ ہوجائے گی۔ان شخصیات میں سب آگے اور پہلی شخصیت آپ کے بھائی محمد بن الحنفیہ تھے کہ انہوں نے آپ سے اس بارے تفصیلی گفتگو کی۔

"یا أخي، أنت أحب الناس إلي وأعزهم علي، ولست أدخر النصيحة لأحد من الخلق أحق بها منك،۔وبعد کلام طویل قال للإمام علیہ السلام۔ فتکون لأول الاسنة، فاذا خیرھذہ الامة کلھا نفسا وأباً وأماً أضيعها دما "۔

ترجمہ:اے میرے بھائی میرے لئے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محترم ومکرم اورپیارے اور عزیز آپ ہی ہیں۔میں کسی کے لئے خیر کی بات اس پوری مخلوق میں سے کہنے میں سب سے زیادہ آپ کا حق سمجھتا ہوں کہ وہ بات آپ سے کہوں کہ سب سے زیادہ آپ کے لئے خیر خواہی کروں۔لمبی گفتگو کے بعد یہ جملہ کہا۔تو ایسا ہوگا کہ تیروں کا سب سے پہلا نشانہ آپ ہی ہوں گے اگرایسا ہوا تواس پوری اُمت میں

اپنی ذات کے اعتبار سے اورماں وباپ کے حوالے سے بہترین اورافضل آپ ہیں۔جس کا خون رائیگاں جائے گا۔جس کا خون ناحق بہایا جائے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے ان سے کہا: بھائی میں جارہا ہوں، پھر امام علیہ السلام نے محمد بن حنفیہؓ سے بات کرنے کے بعد فرمایا: بھائی آپ نے مجھے نصیحت کی اور مجھے افسوس ہوا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ کی رائے درست ہو گی۔[1]

بہت عمدہ عبارت ہے نصیحت کے بارے بہترین کلام ہے جس میں آپ کے قتل کے لئے جو آئے ہیں ان کے لئے خیر چاہنے کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ روز عاشوراہے دشمن نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کے لئے صف بندی کرلی ہے۔اس دوران امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان سے آگے بڑھتے ہیں اور دشمن افواج کے سامنے کھڑے ہوکربلند آواز سے انہیں کہتے ہیں کہ خاموش ہوجاؤ۔میری بات کوسنو،انہوں نے آپ کی بات سننے سے انکار کردیا شوروغوغا جاری رکھا۔اس دوران آپ نے یہ تاریخی جملے کہے۔

امام حسینؑ کا دشمن افواج سے خطاب

”ویلکم ماعلیکم أن تنصتواإلی فتسمعواقولی،وإنماأدعوکم إلی سبیل الرشاد،فمن أطاعنی کان من المرشدین،ومن عصانی کان من المهلکین،وکلکم عاص لامری غیر مستمع لقولی،قدإنخزلت عطیاتکم من الحرام وملئت بطونکم من الحرام،فطبع الله علی قلوبکم،ویلکم ألاتنصتون؟ ألا تسمعون؟“

[1]۔تاریخ الطبری۵ :۳۴۱ :الکامل فی التاریخ۲ :۵۳۰؛الإرشاد۲: ۳۴ :إعلام الوریٰ۱ :۴۳۵

ترجمہ: وائے ہو تم پر! تمہیں کیا ہوا ہے، تم میری بات کو سنتے نہیں، میں تو تمہیں تمہاری درستگی اور بہتری کی دعوت دیتا ہوں، توجو میری بات کو مان لے گا تووہ صحیح راستہ پر آجائے گااور جس نے میری نافرمانی کی تووہ ہلاک ہونے والوں سے ہوگا، تم جو میری بات کے انکاری اور نافرمان ہو، میری بات کو سنتے نہیں، حرام کے عطیات نے تمہیں ٹیڑھا بنا دیا ہے۔ تمہارے پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔ (تمہارے شکموں میں حرام اٹا پڑا ہے) اس لئے اللہ نے تمہارے دلوں پر مہرلگادی ہے وائے ہو تم پر، تم میری بات کو کیوں نہیں سنتے میری بات پر کان کیوں نہیں لگاتے، میری بات پر توجہ کیوں نہیں دیتے۔[1]

اخلاقی دروس: ان واقعات وبیانات میں ہی اہم اخلاقی دروس ہیں جو کچھ اس طرح ہیں۔

ا۔ اس عنوان سے جوروایات وارد ہوئی ہیں۔ان میں غور کرنے اور توجہ دینے کی ضرورت ہے اوران کو عمل کے میدان میں لایا جائے مؤمن کی ذمہ داریاں ہیں ان بیانات کی روشنی میں کہ وہ اپنے مؤمن بھائی کے لئے خیر چاہے بلکہ ہر شخص اگروہ مؤمن نہ بھی ہو تواس کا بھی خیر خواہ ہو یہ انسانیت اوراخلاق کا تقاضا ہے کیونکہ نصیحت سے بھی انسان کو غلطی میں جانے سے روکا جاسکتا ہے اور شریعت کی مخالفت سے بچایا جاسکتا ہے اسی نصیحت سے ہی انسان انفرادی اوراجتماعی دونوں پہلوؤں سے سیدھے راستہ پر قائم رکھایا سیدھے راستہ پر لایا جاسکتا ہے اورلوگوں کے لئے راہنمائی کی جاسکتی ہےاس میں یہ سبق بھی ہے کہ کس طرح لوگوں کو ان کے مفادات کی راہنمائی دی جائے اور یہ بات اسے سمجھائی جائے کہ راہ مستقیم کونسا ہے۔

[1] ۔مقتل الحسین للخوارزمی ۲ :٦؛بحار الأنوار ۴۵ :۸۔

اللہ تعالیٰ نے نصیحت اور خیر خواہی کی اہمیت کے لئے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا ہے۔

"أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ"[1]

ترجمہ: میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں امانت دار، تمہارا خیر خواہ ہوں۔

النبی ﷺ نے فرمایا:

"أعظم الناس منزلة عندالله يوم القيامة أمشاهم في أرضه بالنصيحة لخلقه"[2]

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عظمت وشرف والا وہ انسان ہوگا۔جواللہ کی زمین پر سب سے زیادہ خیر پہنچانے (اور دوسروں کو نصیحت کرنے) کے لئے چلا ہوگا۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"يجب للمؤمن على المؤمن النصيحة"[3]

ترجمہ: مؤمن کا مؤمن کے لئے واجب حق یہ ہے کہ وہ اس کے لئے خیر چاہے اور اسے نصیحت کرے۔

امام الصادق علیہ السلام نے فرمایا:

"عليك بالنصح لله في خلقه، فلن تلقاه بعمل أفضل منه"[1]

---

[1]۔ سورہ اعراف :٦٨۔

[2]۔الکافی۲: ۲۰۸ / ۵۔

[3]۔ الکافی۲: ۲۰۸ / ۲۔

ترجمہ: آپ پر لازم ہے کہ اللہ کی مخلوق میں خیر خواہ بنو تم اس سے زیادہ فضیلت پر مشتمل کوئی اور عمل نہ حاصل کر پاؤ گے (خیر خواہی سے بڑھ کر کوئی اور عمل نہیں)

رسول اللہ ﷺ حضرت امیر المومنین علی بن ابی الطالب علیہا السلام کے ساتھ گفتگو میں لوگوں کی ہدایت کے عمل کی اہمیت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

''وأيم الله لأن يهدى الله عزوجل على يديك رجلا خير لك مما طلعت عليه الشمس وغربت''[2]

ترجمہ: اللہ کی قسم! اگر اللہ عزوجل آپ کے ہاتھوں ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوا ہے یا غروب ہوا ہے۔

ان روایات سے اور اسی قسم کے اور کثیر تعداد میں بیانات سے نصیحت اور خیر خواہی کی اہمیت اجاگر ہو جاتی ہے اور اس کا فرد اور سوسائٹی کی تعمیر میں جو کردار ہے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

امام حسینؑ کی خیر خواہی کے اقدامات

امام حسین علیہ السلام نے ہر موقع پر اور ہر جگہ جہاں پر آپ سفر کے دوران رکتے ہیں۔ ہر ملنے والے کو نصیحت کرتے نظر آتے ہیں انہیں اللہ کی یاد دلاتے ہیں اور اللہ کے قریب ہونے کی نصیحت کرتے ہیں۔ شیطان سے خبردار کرتے ہیں

---

[1]۔ الکافی ۲: ۱۳۱ / ۳۔

[2]۔ الکافی ۲: ۲۸ / ۴؛ بحار الأنوار ۱: ۲۱۶ / ۲۶؛ تهذيب الأحكام ۶ : ۱۴۱ / ۲؛ وسائل الشيعة ۱۵ : ۴۳ / ۱۔

اوراس کے شر سے بچنے کی ہدایت دیتے ہیں اور یہ کہ شیطان کی چال اور ہتھکنڈوں سے بچیں،گناہوں کا ارتکاب کر کے شیطان کے حامی نہ بنیں،خواہشات کی پیروی کرنا،ظالم حکمرانوں کی حمایت اور ظالموں کے ظلم کے سامنے خاموشی اختیار کرنا ایسے جال ہیں جو شیطانی ہیں۔ان سے خبر دار کرتے نظر آتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نصیحت اور خیر خواہی کے لئے آپ نے کسی معین حد کو سامنے نہیں رکھا اور نہ ہی خاص اشخاص آپ کے پیش نظر ہوتے نظر تھے بلکہ آپ نے اپنے دشمنوں کو بھی نصیحت کی۔انہیں بھی خیر خواہی کا پیغام دیا جو آپ کے قتل کے لئے آمادہ تھے، سخت ترین حالات میں بھی آپ نے اس عمل کو ترک نہ کیا،یہ امام علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق کا ثبوت ہے اور یہ کہ آپ بلند ترین ادب وتربیت پر فائز ہیں اور یہ کہ آپ جو دوسروں سے محبت کرتے تھے ان کی ہدایت چاہتے تھے۔ان کے بھی خیر خواہ تھے جو آپ کے دشمن تھے۔

حر کے لشکر سے امام حسینؑ کا خطاب

بیضہ کے مقام پرامام حسین علیہ السلام کا سامنا حر کے لشکر سے ہوا جو ابن زیاد کی طرف سے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آئے تھے۔آپ نے حر کے سپاہیوں سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد اس طرح فرمایا!:

”أیهاالناس إن رسول اللهﷺ قال: من رأى سلطانا جائرا مستحلالحرم الله ناکثالعهد الله مخالفالسنة رسول اللهﷺ یعمل فی عباد الله بالاثم والعدوان فلم یغیرعلیه بفعل ولا قول،کان حقا علی الله إن یدخله

مدخله، ألا وإن هؤلاء قد لزموا طاعة الشيطان وتركوا طاعة الرحمن وأظهروا الفساد وعطلوا الحدود واستأثروا بالفيء، وأحلوا حرموا حلاله، وأنا أحق من غير"[1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی نے ایک ایسے ظالم حکمران کو دیکھا جو اللہ کے حرام کو حلال قرار دیتا ہے اور اللہ سے کیے گئے عہد کو توڑ دیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا مخالف ہے۔ اللہ کے بندگان میں گناہ، ظلم وزیادتی کوانجام دیتا ہے اور وہ شخص اس کو اپنے عمل سے تبدیل نہ کرے اور نہ ہی اسے زیادتی سے روکے۔

تو اللہ پر ہے کہ اسے اس ظالم کے ٹھکانے میں داخل کرے۔ آگاہ رہو کہ ان لوگوں (حکمرانوں) نے شیطان کی اطاعت کی ہے اور الرحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے فساد کو ظاہر وعام کیا ہے۔ اللہ کی حدود کو معطل کر دیا ہے، بیت المال کو اپنے لئے خاص کر دیا ہے، اللہ کے حرام کو حلال اور اللہ کے حلال کو حرام قرار دیا ہے اور میں ان سے زیادہ حقدار جنہوں نے یہ تبدیلی لائی ہے۔

قاتلوں سے امام حسینؑ کا مکالمہ

آپ نے اپنی تلوار پر ٹیک لگائی پھر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اُونچی آواز سے کہنے لگے (وہ جو آپ کے قتل کے لئے اکٹھے ہو چکے تھے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا):

"أنشدكم الله، هل تعرفوني؟ قالوا: نعم، أنت ابن رسول الله وسبطه"

[1] ۔تاریخ الطبری ۳ :۴۰۳؛الکامل فی التاریخ ۲ :۵۵۲۔

ترجمہ: میں تمہیں اللہ کاواسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیاتم مجھے پہنچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟توسب نے جواب دیا جی ہاں! ہم جانتے ہیں کہ آپ رسول اللہؐ کے بیٹے ہیں اور اُن کے سبط ہیں۔

پھر فرمایا:

"أنشدكم الله، هل تعلمون أن جدي رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ قالوا: اللهم نعم"

ترجمہ: تمہیں اللہ کا واسطہ کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ میرے جد رسول اللہؐ ہیں توسب نے جواب دیا کہ اللہ گواہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہؐ آپؑ کے جد ہیں۔

مزید کہا: "أنشدكم الله، هل تعلمون أن أمي فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ قالوا: اللهم نعم"

ترجمہ: آپ کو اللہ کاواسطہ یہ بتاؤ کہ تم یہ جانتے ہو کہ میری ماں فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں توانہوں نے جواب دیا اللہ گواہ ہے ہم جانتے ہیں کہ آپ رسول اللہؐ کی بیٹی کے بیٹے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا:

"أنشدكم الله، هل تعلمون أن أبي علي بن أبي طالب عليه السلام؟ قالوا: اللهم نعم"

ترجمہ: تمہیں اللہ کا واسطہ یہ بتاؤ کہ تم جانتے ہو کہ میرا باپ علی بن ابی طالب علیہاالسلام ہیں توسب نے جواب دیا کہ اللہ جانتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے ہم اس سب سے آگاہ ہیں۔

آپ نے پھر کہا:

" أنشدکم الله،هل تعلمون أن جدتی خدیجة بنت خویلد،أول نساء هذه الأمة إسلاما؟ قالوا: اللهم نعم"

ترجمہ: تمہیں اللہ کا واسطہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ میری جدہ خدیجہ بنت خویلد علیہاالسلام ہیں جو اس اُمت کی وہ خواتین ہیں جو سب سے پہلی اسلام لانے والی ہیں تو سب نے جواب دیا کہ اللہ جانتا ہے کہ ایسا ہی ہے ہم اس سے آگاہ ہیں۔

پھر فرمایا:

" أنشدکم الله،هل تعلمون أن سید الشهداء حمزة عم أبی؟ قالوا: اللهم نعم"

ترجمہ: تمہیں اللہ کا واسطہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ سیدالشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا ہیں تو سب نے کہا جی ہاں! ہم جانتے ہیں اللہ گواہ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا:

" فأنشدکم الله،هل تعلمون أن جعفر الطیار فی الجنة عمی؟ قالوا: اللهم نعم۔قال: فأنشدکم الله،هل تعلمون أن هذا سیف رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وأنا متقلده؟ قالوا: اللهم نعم "

ترجمہ: آپ کو اللہ کا واسطہ یہ بتاؤ کہ تم یہ بات جانتے ہو کہ جعفر الطیار جنت میں میرے چچا ہیں۔ سب نے کہا کہ جی ہاں! ہم جانتے ہیں۔

پھر فرمایا: تمہیں اللہ کا واسطہ تم یہ جانتے ہو کہ یہ تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جسے میں نے اُٹھار کھا ہے۔ سب نے جواب دیا جی ہاں! ہم یہ جانتے ہیں۔ اللہ اس پر گواہ ہے۔

پھر فرمایا:"فأنشدكم الله،هل تعلمون أن هذه عمامة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أنالابسها؟ قالوا: اللهم نعم"

ترجمہ: تمہیں اللہ کا واسطہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ عمامہ جو میں نے پہن رکھا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ ہے، توسب نے جواب دیا جی ہاں ! یہ صحیح ہے اللہ اس پر گواہ ہے۔

"فأنشدكم الله،هل تعلمون أن عليا كان أولهم إسلاما،وأعلمهم علما،وأعظمهم حلما،وأنه ولي كل مؤمن ومؤمنة؟ قالوا: اللهم نعم"

ترجمہ: تمہیں اللہ کاواسطہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ علی علیہ السلام سب میں اسلام لانے والے پہلے تھے اوران سب میں علم میں زیادہ علم والے بھی اور حلم میں سب سے زیادہ حلم والے ہیں اور یہ کہ ہر مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کے ولی ہیں توسب نے جواب دیا ٹھیک ہے ہم یہ سب جانتے ہیں۔

پھر سب سے سوال کیا:

"فبم تستحلون دمي،وأبي الذائد عن الحوض غدا،يذود عنه رجالا كما يزاد البعير الصادي عن الماء،ولواء الحمد في يدي جدي يوم القيامة؟"

ترجمہ: تم میرے خون بہانے کو کیوں جائز سمجھتے ہو، کل میرے باپ حوض سے ان لوگوں کو اس طرح دھتکاررہے ہوں گے، جس طرح پیاسے اُونٹ کو ہٹایا جارہاہوتا ہے اور لواء الحمد میرے جد کے ہاتھ میں ہو گا۔ یہ سن کر (ان قاتلوں نے) جواب دیا ہم سب کچھ جانتے ہیں لیکن ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے مگر یہ کہ تم موت کاذائقہ چکھو گے۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنی داڑھی کو اپنے ہاتھوں سے پکڑا ہوا تھا، اس دن آپ کی عمر ۵۷ سال تھی۔

آپ نے ان یہ بات سن کر فرمایا:

" اشتدغضب الله على اليهودحين قالوا: عزيزبن الله، واشتدغضب الله على النصارى حين قالوا: المسيح بن الله، واشتد غضب الله على المجوس حين عبدواالنار من دون الله، واشتدغضب الله على قوم قتلوابينهم، واشتد غضب الله على هذه العصابة الذين يريدون قتل ابن بينهم "[1]

ترجمہ: اللہ کا غضب سخت ہوا، جب انہوں نے یہ کہا کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے۔ مسیحیوں پر اللہ کا سخت غضب ہوا جب انہوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور مجوس پر اللہ کا غضب سخت ہوا جب انہوں نے آگ کی عبادت کرنا شروع کردی اللہ کا غضب ان پر سخت ہوا جنہوں نے اپنے نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کو قتل کردیا اور اللہ کا غضب اس جماعت پر سخت ہے جو اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

اصحابِ حسینؑ کے اعلیٰ اخلاقی نمونے

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب بھی اعلیٰ اخلاق، بڑے کمالات کے مالک تھے۔ انہوں نے بھی اپنے مقابلہ میں آنے والوں کی خیر چاہی۔ انہیں نصیحت کی اور یہ چاہا کہ وہ ہلاکت سے بچ جائیں۔ انہیں ہدایت کے راستہ پر لانے کی کوشش کی اس طرح ان پر حجت تمام کی۔ آپ کے زیادہ تر اصحاب نے جنگ سے پہلے قوم کو نصیحت کی۔ انہیں ہدایت کے راستہ پر لانے کی کوشش کی اس جگہ ہم فقط ایک بیان نقل کرتے ہیں۔

---

[1]۔ الامالی للصدوق: ۲۲۲ / ۲۳۹؛ الملھوف: ۱۴۵۔۱۵۷؛ روضۃ الواعظین: ۲۰۵۔

زھیر بن القین کا بیان

کثیر بن عبداللہ الشعبی کا بیان ہے۔جب ہم حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے نکلے تو ہمارے سامنے زھیر بن قین ہمارے سامنے آئے، عمدہ دم والے گھوڑے پر سوار تھے جو اسلحے میں اٹا ہوا تھا تو اس نے ہمارے ساتھ اس طرح خطاب کیا:

"یا أهل الكوفة نذار لكم من عذاب الله نذار،إن حقا على المسلم نصيحة أخيه المسلم،ونحن حتى الآن إخوة وعلى دين واحد وملة واحدة مالم يقع بيننا وبينكم السيف،وأنتم للنصيحة منا أهل،فإذا وقع السيف انقطعت العصمة وكنا أمة،وأنتم أمة،إن الله قد ابتلانا وإياكم بذرية نبيه محمد ﷺ لينظر مانحن وأنتم عاملون،إنا ندعوكم إلى نصرهم وخذلان الطاغية عبيدالله بن زياد،فإنكم لاتدركون منهما إلا بسوء عمر سلطانهما كله،ليسملان أعينكم ويقطعان أيديكم وأرجلكم ويمثلان بكم ويرفعانكم على جذوع النخل،ويقتلان أماثلكم وقراءكم،أمثال حجر بن عدي وأصحابه وهانئ بن عروة وأشباهه"

ترجمہ: اے کوفہ والو! خبردار، ڈرو! اللہ کے عذاب سے، مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے نصیحت کرے ہم اس وقت بھائی ہیں ایک دین پر اورایک ملت سے ہیں۔جب تک ہمارے اورآپ کے درمیان جنگ نہیں چھڑ جاتی۔تم ہماری طرف سے نصیحت کے لائق ہو۔اگر جنگ شروع ہو گئی تو پھر ہمارے درمیان جو بچاؤ ہے وہ ختم ہو جائے گا پھر ہم ایک اُمت ہوں گے اور تم دوسری اُمت۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی محمد ﷺ کے ساتھ آزمائش میں

ڈالاہے۔(ہمارا اور تمہارا اس حوالے سے امتحان ہے جس میں اللہ نے ہمیں ڈالا ہے)تاکہ اللہ یہ دیکھے کہ ہم اور آپ اس حوالے سے کیارویہ اپناتے ہیں۔

ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ذریت کی مدد کرو اور سرکش ظالم عبیداللہ بن زیاد ملعون کو چھوڑدو، تم ان دونوں سے سوائے برائی کے کچھ نہ پاؤگے تمہاری آنکھوں کو یہ دونوں پھوڑیں گے تمہارے ہاتھوں کو کاٹیں گے تمہارے پاؤں کاٹیں گے اور تمہارے مثلے بنائیں گے اور تمہیں کھجور کے تنوں پر لٹکائیں گے۔ تمہارے سب نامور بندوں کو اور تمہارے جوان قاریوں کو قتل کریں گے جیسے انہوں نے حجر بن عدی اوران کے اصحاب کو قتل کیا۔ھانی بن عروہ اوران جیسی ہستیوں کو قتل کیا۔

کثیر بن عبداللہ الشعبی کہتا ہے:

یہ سننے کے بعد ان لوگوں نے زھیر کو گالیاں دیں عبیداللہ بن زیاد کی تعریف کی اوراس کے لئے دعائیں دینے لگے اور کہنے لگے اللہ کی قسم ہم تمہیں نہ چھوڑیں گے مگر یہ کہ تمہاری اولاد کو قتل کریں گے اور جواس کے ساتھ ہیں انہیں بھی قتل کریں گے یا انہیں اوران کے اصحاب کوامیر عبیداللہ بن زیاد کے پاس پکڑ کر بھیج دیں گے۔

یہ سن کر زھیر بن قین پھر ان سے مخاطب ہو کر ان سے کہتے ہیں۔

”عباداللہ إن ولد فاطمة(رضوان الله عليها)أحق بالودوالنصر من ابن سمية، فإن لم تنصروهم فأعيذكم بالله أن تقتلوهم“

ترجمہ: اے بندگانِ خدا اولادِ فاطمہ علیہا و علیہم السلام سمیہ کے بیٹے سے زیادہ حقدار ہیں کہ ان سے محبت کی جائے، اگر تم ان کی مدد نہیں کرتے تو میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم انہیں قتل کرو۔

پھر کہتا ہے کہ شمر بن ذوالجوشن ملعون نے آپ پر تیر چلادیا اور کہا چپ ہو جا اللہ تیری آواز کو بند کردے اپنی زیادہ گفتگو سے ہمیں تنگ کرڈالا ہے۔

زھیر نے شمر سے کہا:

''یا ابن البوال علی عقبیه ما إیاك أخاطب إنما أنت بهیمة، والله ما أظنك تحکم من کتاب الله آیتین، فأبشر بالخزی یوم القیامة والعذاب الألیم''

ترجمہ: اے ایڑیوں کے بل پیشاب کرنے والی عورت کے بیٹے، اللہ کی قسم مجھے یقین ہے کہ تم اللہ کی کتاب سے دو آیات بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، تیرے لئے قیامت کے دن کی رسوائی اور دردناک عذاب ہے۔

زھیر نے جواب دیا کہ کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، اللہ کی قسم موت میرے لئے تمہارے ساتھ ہمیشہ رہنے والی زندگی سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کے بعد اُونچا اونچا بولے جارہے تھے اور پوری فوج سے بلند آواز سے کہہ رہے تھے۔

''عباد الله لایغرنکم من دینکم هذا الجلف الجافی وأشباهه، فوالله لاتنال شفاعة محمد ﷺ قوما هراقوا دماء ذریته وأهل بیته، وقتلوا من نصرهم وذب عن حریمهم''

ترجمہ: اے بندگان خدا یہ اجڈ، کمینہ اور اس جیسے تمہیں، تمہارے دین سے دھوکہ میں نہ پھینک دیں اللہ کی قسم محمد ﷺ کی شفاعت کو ایسی قوم حاصل نہیں کر

پائے گی، جس نے آپ کی ذریت اورآپ کے اہل بیتؑ کا خون بہایا اوران کو قتل کیا جنہوں نے ان کی مدد کی اوران کی عزت وحرمت کا دفاع کیا۔

راوی کہتا ہے:

ایک آدمی نے زھیر کوآواز دی۔ابو عبداللہ علیہ السلام تجھ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آجاؤ! میری جان کی قسم اگرمؤمن آلِ فرعون نے اپنی قوم کے لئے نصیحت کی اورانہیں بچنے کے لئے پکاردی آپ نے ان کے لئے نصیحت کردی اور پوری طرح بات پہنچادی ہے۔[1]

آپ نے جو ضروری تھاوہ پہنچادیا اگرنصیحت اور تبلیغ اور بات کو پہنچانا ان کے لئے فائدہ دے ان بیانات سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ہر ایک کونصیحت کی جائے اور ہر حال میں ہر ایک کے لئے خیر چاہی جائے۔

۲۔اعلیٰ اخلاق کی بلندی اور مکارم اخلاق سے یہ ہے کہ نصیحت کو قبول کیا جائے۔ ناصح کااحترام کیا جائے اگراس کی نصیحت پر عمل نہ کرنا ہو، جس کی نصیحت کی جارہی ہے اس کی حیثیت اور علمی مقام جو بھی ہو۔یہی کام سید الاخلاق، مکارم اخلاق کے امام، امام حسین علیہ السلام نے انجام دیا۔امام اللہ کی مخلوق پراللہ کی حجت ہوتا ہے۔اس کے پاس اللہ کی نمائندگی ہوتی ہے، وہ اپنے زمانہ کاامام ہوتا ہے،امام معصوم ہے جس کی اطاعت فرض ہے،اپنے بیان میں،اپنے عمل میں آسمانی تائیداور اللہ کی جانب سے خطاء سے پاک ہوتا ہے۔اللہ کی پوری مخلوق میں سب سے زیادہ علم والاہوتا ہے۔

[1]۔تاریخ الطبری۵ :۴۲۶؛الکامل فی التاریخ۲ :۵۶۲؛البدایۃ والنہایۃ۸ :۱۸۰۔

اسے ضرورت نہیں ہوتی کہ اسے کوئی نصیحت کرے، یا اس کے لئے اسے اس کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرے اوراس کو اس کے لئے اسکے علم بارے بتائے کیونکہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم والا وہی ہوتا ہے۔زمین میں رہنے والوں میں سب سے زیادہ خیر وصلاح وبہتری ومفادات سے واقف ہوتا ہے۔وہی زیادہ معرفت رکھتا ہے کہ اللہ کی مشیت کیا ہے اور اللہ اپنے بندگان سے کیا چاہتا ہے۔

اس سب خصوصیات کو رکھنے کے باوجود،آپ کا بلند خلق ہی تھا کہ جس کسی نے آپ کو نصیحت کی بات کہی توآپ نے اس کی بات کو یہ کہہ کررد نہیں کیا کہ مجھے تواس کا علم ہے مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں۔میں تم سے بڑا عالم ہوں،اپنی ذمہ داریوں کو بہتر سمجھتا ہوں بلکہ ہر ایک کی نصیحت کو کھلے دل سے سنا پوری محبت وپیار سے اس کا سامنا کیا نصیحت کرنے والا کا شکریہ ادا کیا اوراس کے لئے دعادی یہ آپ کے اخلاق کی بلندی تھی اورآپ کے مکارم اخلاق سے ہے۔

ذمہ دار شخص کی ذمہ داری

اس میں ہر اس شخص کے لئے بہت بڑا اخلاقی درس ہے جو کسی ذمہ دار عہدہ پر فائز ہے۔ذمہ داری محدود ہو یا وسیع ہو، چھوٹی ذمہ داری ہو یا بڑی۔اس پر ہے کہ وہ ہر ایک سے نصیحت کو سنے اور قبول کرے۔ہر اس کی بات کو سنے جو اس کے پاس آتا ہے۔اس کا رخ کرتا ہے یا کسی اور کے لئے بات کرتا ہے جس میں خیر،صلاح، بہتری اوراچھائی کی بات ہو،جو دوسروں پر خود کو بڑا قرار نہ دے اپنے بڑے پن کے اظہار کے لئے نصیحت کرنے والوں کی بات کو ٹھکرادے بلکہ ہر نصیحت کرنے والے کی نصیحت کو لینے پر امام حسین علیہ السلام کا عملی پیغام ہے۔

۳۔نصیحت بارے: ایک بات جس پر توجہ دینا ضروری ہے کہ اس بات میں فرق قرار دیا جائے کہ نصیحت جو کی جارہی ہے وہ شرعاً ممدوح ہو،عقلاً مطلوب ہو،

اخلاقی ضرورت ہو، یہ وہ امر ہے جس کی طرف اشارہ ہوچکا۔اس کے مدمقابل دوسری حالت یہ ہے کہ جس میں اعتراض کا پہلو ہو، مشکوک معاملہ ہو، ایسے امر کا کیا جائے جو شرعاً صحیح نہیں، اس امر کی وضاحت کے لئے بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض افراد کے ذمہ الٰہی منصب دیا ہے اور شرعی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی ہے انہیں راست رو قرار دیا، ان کو اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ دیا ہے جو اللہ نے کسی اور کو نہیں دیا ۔

ان کی قابلیت، ان کی طہارت اور ان کی عبادت اور ان کی شخصی صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے ایسی ذمہ داری سپرد کی، جس پر سب کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ اطاعت کریں اور اس مختصر گروہ کے سامنے تسلیم ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے نمائندگی دی ہے وہ جو کہیں اور وہ جو کریں اس کے آگے تسلیم ہونا ہوگا۔ان کے اوامر اور نواہی کی پابندی کرنا ہوگی۔ان کے مواقف اور اقدامات بارے کسی قسم کا شک نہ کریں چہ جائیکہ ان پر اعتراض کریں یا ان کے اقدامات بارے شک کریں کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا، جیسے وہ افراد جنہوں نے النبی ﷺ کے بعض فیصلوں بارے اعتراض کیا۔آپ کے بعض اعمال بارے اعتراض کرتے تھے تو ان کا یہ رویہ درست نہیں ہوتا۔

یہ بات اللہ پر ایمان، اللہ کی اطاعت اور النبی ﷺ کی نبوت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ ایمان باللہ اور ایمان بر سول اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے آیا ہے اس کے سامنے تسلیم محض ہوں۔جو اسے ٹھکرائے اور ان کے فیصلوں کو رد کریں تو یہ کفر میں آتا ہے کیونکہ ایسا کرنا قرآن کے صریحاً خلاف ہے۔

اس بارے قرآن میں ہے:

''وَ مَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا''[1]

ترجمہ: اور رسول جو تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے وہ روک دیں تو اس سے رُک جاؤ۔

''وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ''[2]

ترجمہ: اور کسی مؤمن اور مؤمنہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملے میں فیصلہ کریں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار حاصل رہے ایسا نہیں۔

جب اللہ اور اللہ کا رسول کسی امر کے بارے فیصلہ دے دیں تو پھر کسی مؤمن مرد یا مؤمن عورت کا حق نہیں کہ وہ اپنے امر (مسئلہ) کے بارے رسول ﷺ کے فیصلہ پر اعتراض کریں۔

۳۔ اسی طرح آئمہ اہل البیت علیہم السلام میں سے کسی ایک کے فیصلہ کو ٹھکرانا اور یا ان کے بیان کو رد کرنا یا ان کے فرمان کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ امام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نمائندگی کر رہا ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کے لئے تسلیم مطلق ہے۔ اسی طرح ان کے نمائندے کے سامنے بھی تسلیم مطلق ہے اور ہر حال میں اس حوالے سے ان کی اطاعت میں رہنا ہو گا۔

اللہ کا قول ہے:

---

[1]۔ سورۃ الحشر: ۷۔

[2]۔ سورۃ الاحزاب: ۳۶۔

''یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ''[1]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو'' اطاعت اللہ کے لئے، اللہ کے رسولؐ کے لئے اور آئمہ اہل البیت علیہم السلام کے لئے ہے۔ امام حکم نہیں دیتا، مگر وہ ایسا حکم دیتے ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا حکم ہوتا ہے۔ کسی بات سے نہیں روکتے مگر اس بات سے روکتے ہیں جس نے اللہ اور ان کے رسولؐ نے روکا ہوتا ہے۔

لیکن یہ سب کچھ واضح اور روشن ہونے کے باوجود بعض وہ لوگ جن کو شیطان نے گمراہ کیا انہوں نے آئمہ علیہم السلام کے فیصلوں پر اعتراض کیا اور ان کے بعض اقدامات پر اعتراض کیا اور بعض مواقع پر امام کو اذیت دینا یا انہیں جیل میں ڈالنا یا ان کے قتل کی سازش کرنا یہ سب کچھ شیطانی اعمال ہیں۔ النبی ﷺ نے اس حوالے سے سخت مؤقف اختیار کیا اور واضح فرمان جاری کیا کہ آئمہ اہل البیت علیہم السلام کے بیان، ان کے اقدامات، ان کے فیصلے جات کی مخالفت کرنا خود النبی ﷺ کی مخالفت ہے اور النبی ﷺ کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے اور یہ شرک کے دائرہ میں آتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

''والرادعلینا الرادعلی اللہ، وھوعلی حدالشرك باللہ''[2]

---

[1]۔ سورۃالنساء: ۵۹۔

[2]۔ الکافی ا: ۵۴ / ۱۰۔

ترجمہ: ہماری بات ٹھکرانے والا اور اعتراض کرنے والا ایسا ہے کہ اسے اللہ پر اعتراض ہے اور اللہ کے فیصلے کو ٹھکرایا گیا ہے اور ایسا کرنا شرک کی حدود میں آتا ہے۔

الکافی میں آیا ہے: کسی بھی انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ بات جس کا امام حکم دے دے تو وہ اس کے سامنے روکاوٹ کھڑی کرے یا اسے ماننے سے انکار کردے۔

امام علیہ السلام کا واضح فرمان ہے:

''إذا أمرتكم بشئ فافعلوا''

ترجمہ: جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو تم اسے انجام دو، کیونکہ آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی اطاعت واجب ہے۔ ان کی نافرمانی جائز نہیں۔

ان کی بات پلٹانا درست نہیں، کیونکہ ان کی بات کو ٹھکرانے والا، ایسا ہے، جس طرح اس نے رسول اللہ ﷺ کی بات کو ٹھکرادیا ہو، اور رسول اللہ ﷺ کی بات ٹھکرانے والا، اللہ کی بات کو ٹھکرانے والا، رسول اللہؐ کا فرمان ہے، آئمہ اہل البیت علیہم السلام کے احکامات، اوامر، نواہی خود رسول اللہؐ کے اوامر، نواہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ''[1]،

ترجمہ: اور جو تمہیں رسولؐ کہہ دیں تم اسے لے لو، اس پر عمل کرو اور جس سے تمہیں روک دیں تو اس سے رک جاؤ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بتحقیق اللہ سخت ترین عذاب دینے والا ہے۔

---

[1]۔ سورۃ الحشر: ۷۔

یہی حکم امام کی بات کورد کرنے کے متعلق ہے اوران کی بات کو تسلیم نہ کرنا رسولؐ کی بات کو تسلیم نہ کرنا ہے لیکن امام کو قتل کرنا ان کی مخالفت کرنا، ان کے خلاف سازش کرنا، وہ جنھوں نے امام حسین علیہ السلام پر فوجیں بھیجیں۔آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا، ان کا سر قلم کیا، ان کی خواتین کو قیدی بنایا۔ان کے بارے میں کیا سزا ہونی چاہیے؟

جو کچھ کربلاء میں ہوا یہ امام کے حکم کی خلاف ورزی ہی نہیں کی گئی بلکہ رسول اللہؐ کے حکم کی پامالی کی گئی اور اللہ کے احکام کی پامالی ہوئی۔اس سے بڑا جرم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مراجع تقلید کے حوالے سے: جس طرح آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی اطاعت فرض ہے اسی طرح اگر آئمہ اہل البیتؑ کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے ہیں تو جن کے پاس انہیں بھیجا گیا ہے۔

ان پر فرض ہے کہ ان کی اطاعت کریں کیونکہ نمائندہ کی بات خود امام کی بات ہوتی امام عصر علیہ السلام کی غیبت کبریٰ کے زمانہ میں مراجع تقلید کے پاس امام کی طرف سے عمومی نمائندگی ہے اور شیعہ کو آئمہ اہل البیت علیہم السلام نے واضح طور پر بتایا کہ جو کچھ ہماری احادیث وروایات سے واضح ہیں اور جب وہ ان کی روشنی میں شریعت کا حکم آپ کو بتائیں تو ان کے بیان کو مانا جائے۔ان کی بات ہماری بات ہے ان کی بات کو ٹھکرانا ہماری بات کو ٹھکرانا ہے۔درحقیقت مراجع تقلید آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا تسلسل ہیں اور ان کے بیانات وفرامین واحکام کے محافظ ونگہبان ہیں۔یہ حضرات امام غائب علیہ السلام کے عمومی نائبین ہیں امام کی جانب سے عوام پر حجت ہیں قرار دیے گئے ہیں۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے: کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج کے دور میں بعض لوگ مراجع کی طرف غلط نسبت دیتے ہیں۔انہیں برا کہتے ہیں۔ان کی مخالفت پر اکساتے ہیں۔مرجع تقلید کے فیصلوں اوران کے بیانات اوران کی طرف سے بیان کردہ شرعی احکام کو ٹھکراتے ہیں۔ایسا کرنا کسی بھی حوالے سے صحیح نہیں ہے۔ یہ اسلام کے طے شدہ اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ مرجع تقلید ہی ہوتا ہے جو شرعی حکم بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ کس موقع پر اس نے کیافیصلہ دیناہے وہ جانتے ہیں کہ لوگوں کی ذمہ داری کیا ہے اوران پر کیا فرض بنتا ہے۔

عوام پر ہے کہ وہ مرجع تقلید: کے سامنے تسلیم ہو، شرعی احکام مرجع تقلید سے وصول کریں اوراس کے مطابق عمل کریں ان کے فیصلہ جات کو نہ ٹھکرائے ان کی پیروی میں ہی بہتری ہے اور ہر ایک مقلد پر فرض ہے کہ وہ اپنے مرجع تقلید کی بات مانے کہ انہیں امام علیہ السلام کی طرف سے نمائندگی دی گئی ہے۔ان کے علاوہ بھی امام حسین علیہ السلام کی تحریک میں اور بہت سارے اخلاقی فوائد اور مکارم اخلاق کے نمونے موجود ہیں، لیکن اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اسلامی مقدسات کی حفاظت کرنا

اہل البیت علیہم السلام نے اپنی پوری زندگی میں عبادات کے لئے مختص جگہوں کی تکریم وتقدس اوران کی حفاظت کے لئے کام کیا۔اس لحاظ سے کہ یہ ایسی جگہیں ہیں جن میں اللہ کی عبادت بجالائی جاتی ہے۔

اللہ کے ذکر،اللہ کے گھر کی تقدیس، تسبیح کے مقامات ہیں جس طرح یہ دیکھیں وعظ ونصیحت،آخرت یاددلانے بندگان کوغفلت سے جگانے کے لئے گفتگو کرنے کے لئے مناسب مقامات ہیں۔ان ہی جگھوں سے شرعی احکام کی اشاعت کی

جاتی ہے۔ دینی احکامات اور قرآن کی تعلیمات ان مقامات سے انجام پا رہی ہوتی ہیں یہ جگہیں عام لوگون سے رابطہ کا وسیلہ ہیں۔ مکارم اخلاق اور اخلاق رذیلہ کی پہچان کروانے کے مقامات ہیں۔ خاص کر کعبہ مشرفہ، مسجد الحرام پھر مسجد النبی اور اسی طرح کے اور مقدس مقامات اس میں شامل ہیں۔

امام حسینؑ مکہ میں

امام حسین السلام جب مکہ میں پہنچتے ہیں تو چندماہ اسی جگہ موجود رہتے ہیں آپ مکہ میں عمرہ مفردہ کی نیت سے یا حج کی نیت سے داخل ہوئے۔ (اس بارے مختلف روایات ہیں) جب آپ کو یقین ہو گیا کہ قوم آپ کو ہر صورت قتل کرنا چاہتی ہے اگرچہ آپ کعبۃ اللہ کے پردہ کے ساتھ ہی کیوں نہ کھڑے ہوں۔ جس طرح امام حسین علیہ السلام خود اس بارے وضاحت سے بیان کیا جب آپ نے اپنے بھائی محمد بن الحنفیہ کے سوال کے جواب میں فرمایا:

"یاأخي، قدخفت ان یغتالني یزید بن معاویة بالحرم، فأکون الذي یستباح به حرمة هذا البیت"[1]

ترجمہ: اے میرے بھائی مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ دھوکہ سے مجھے قتل کر دیں گے اور پھر میں ہی وہ شخص قرار پاؤں گا کہ اس گھر کی حرمت مباح کی جائے گی۔ یعنی اس گھر کی پامالی کا الزام مجھ پر دھر دیا جائے گا۔

عبداللہ بن عباسؓ سے آپ نے فرمایا:

"لأن أقتل بمکان کذا و کذا أحب الی من أن تستحل بي۔ یعني مکة"[1]

[1]۔ الملھوف: ۱۲۷؛ بحار الانوار ۴۴: ۳۶۴۔

ترجمہ: اگر میں فلاں فلاں جگہ پر قتل کر دیا جاؤں تو یہ میرے لئے زیادہ محبوب ہے اس بات سے کہ میری وجہ سے مکہ کی حرمت پامال ہو، (مکہ کی میرے قتل کے ذریعہ بے احترامی ہو)۔

عبداللہ بن زبیر نے جب آپ سے یہ چاہا کہ آپ مکہ ہی میں قیام کریں اور مکہ کو چھوڑ کر نہ جائیں تو آپ نے اس سے کہا:

"لانستحلھاولا تستحل بنا، ولان أقتل علی تل أعفر أحب الی من أن اقتل بھا"[2]

ترجمہ: ہم اسے حلال (جائز) نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس بات کو ٹھیک سمجھتے ہیں کہ ہمارے ذریعہ اس کی حرمت (مکہ کی حرمت) کو جائز وحلال قرار دیا جائے۔ عنقریب میں قتل کیا جاؤں گا میرے لئے یہ زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں مکہ میں قتل کیا جاؤں۔

امام حسین علیہ السلام کا باوجود مکہ کے آپ کا بھی تقدس ہے۔آپ محترم ہیں،آپ عظیم شان والے ہیں کیونکہ آپ ہی حجت خدا ہیں اور آپ اللہ کی زمین میں اللہ کے خلیفہ ہیں۔آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں آپ ان کے بیٹے ہیں،ان کے سبط ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے محبوب ترین ہیں اور آپ اصحاب کساء کے فرد ہیں اور آپ اپنے زمانہ کے امام ہیں۔ان تمام خصوصیات کے ہوتے ہوئے آپ مکہ

---

[1]۔الطبقات الکبریٰ ۱ :۴۵۰؛تھذیب الکمال ۶ : ۴۲۰؛تاریخ دمشق ۱۴ :۲۱۱؛تاریخ الاسلام ۵ :۹؛ سیر اعلام النبلاء ۳: ۲۹۷۔

[2]۔کامل الزیارات:۱۵۱ / ۱۸۳؛بحار الانوار ۴۵ :۸۵ / ۱۷۔

المکرمہ سے نکل کھڑے ہوئے تاکہ مکہ کی حرمت واحترام کی حفاظت کی جائے۔مکہ کی حرمت پامال نہ ہو اور یہ کہ اس کی پامالی میں آپ کا حوالہ آئے۔

مکہ کی حرمت کو امام حسینؑ نے بچایا

مکہ چھوڑ کر امام حسین علیہ السلام نے کعبہ مکرمہ کی حرمت کو بچایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے صلہ میں امام حسین علیہ السلام پورے عالم میں آزادی کے خواہوں کا کعبہ قرار دے دیا۔(کعبة الاحرار فی العالم)اور مسلمانوں کے قبلہ کا نگہبان قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے انہیں کروڑوں مؤمنوں، عاشقوں اور محبت کرنے والوں کے لئے قبلہ قرار دیا ہے۔

یزید ملعون کا عمل

آپ کے مقابل میں یزید ملعون کا کردار یہ ہے اس نے کعبہ مشرفہ کی حرمت کو پامال کیا جو پورے عالم میں مقدس و محترم تھا؟

کعبہ کی طرف منجنیق لگا کر آگ کے گولے کعبہ پر برسائے گئے (کعبہ کی حرمت، مقدسیت کا بالکل لحاظ نہ کیا)۔

اس عنوان سے درج ذیل درس حاصل ہوتے ہیں۔

ا۔ بہت ساری روایات اور بیانات سے آگہی جو کعبۃ اللہ کی مقدسیت واحترام بارے ہیں اور کعبہ کے علاوہ دوسرے مقدس مقامات بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ"[1]

ترجمہ: اور جب ہم نے بیت (کعبہ) کو لوگوں کے لئے جمع ہونے کی جگہ اور جائے امن قرار دیا ہے ابراہیم کے مقام کو نماز کی جگہ قرار دیا، ابراہیم اور اسماعیل سے یہ وعدہ لیا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں کے لئے، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو (دونوں) پاک کردیں۔

اور جگہ فرمایا:

"اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ"[2]

ترجمہ: بتحقیق پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا جو کہ مکہ (مکہ المکرمہ) میں ہے جو مبارک ہے۔ ہدایت ہے جہان والوں کے لئے۔

کعبہ کی حرمت بارے احادیث: رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"انی لأعلم أنك حرم الله وأمنه، وأحب البلدان الی الله تعالیٰ"[3]

[1]۔سورۃ البقرۃ:۱۲۵۔

[2]۔سورۃ آل عمران:۹۶۔

[3]۔اخبار مکۃ ۲ :۲۶۱/ ۱۴۷۸؛کنزالعمال ۱۴ :۹۷ / ۳۸۰۳۹۔

ترجمہ: بلاشک میں یہ جانتا ہوں کہ توں (اے کعبہ) اللہ کا حرم اور اللہ کی جانب سے امن کی جگہ ہے اور سارے شہروں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

"ان مکة بلد عظمه الله وعظم حرمته"[1]

ترجمہ: بلاشک مکہ ایسا شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عظیم بنایا ہے اور اس کے احترام کو بڑا قرار دیا ہے۔ (اس کے احترام کی عظمت قرار دی)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"من دخله کان امنا"[2]

ترجمہ: جو اس میں (مکہ) داخل ہو گیا تو وہ امن وامان میں آگیا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

"مکة حرم الله، والمدینة حرم رسول الله"[3]

ترجمہ: مکہ اللہ کا حرم ہے اور مدینہ رسول اللہؐ کا حرم ہے۔

مقدس مقامات کیلئے آداب

بہت ساری روایات ان مقامات کے احترام کے ساتھ ساتھ ہر اس شخص پر جو ان جگہوں میں وارد ہونا چاہتا ہے اس کے لئے کچھ آداب قرار دیے ہیں جیسے طہارت کے ساتھ ہونا، خضوع وخشوع کی حالت میں داخل ہونا، سکینہ ووقار اپنانا، محترمانہ انداز اپنانا، بعض جگہوں پر جوتے اُتار کر داخل ہونے کا حکم موجود

---

[1]۔فضائل بیت المقدس: ۴۸ / ۱۴۔

[2]۔سورۃ آل عمران: ۹۷۔

[3]۔الکافی ۴: ۵۶۳ / ۱۔

ہے۔ یہ اُمور اسی طرح کے اور اُمور اسی حوالے سے ہیں کہ ان مقامات کی تقدیس وتعظیم کی جائے۔کعبہ مشرفہ، مسجد النبی، عام مساجد، آئمہ اطہار علیہم السلام کے مزارات، روضہ رسول اللہ ﷺ، اولیاء اللہ کے مقابر ان کے علاوہ جو بھی مقدس مقامات ہیں۔

جن جگہوں پر اللہ کی عبادت بجالائی جاتی ہے یہ سب ایسی جگہیں ہیں جو انسان کو اللہ کے قریب کرنے کا سبب بنتی ہیں اور اللہ کی اطاعت میں اضافہ کا سبب ہیں۔انسان کو شیطان کی اطاعت سے روکتی ہیں۔

اس کی پیروی سے بچانے کے وسائل ہیں اور یہ کہ انسان شیطان کی ولایت میں نہ جائے یہ جگہیں گپ شپ اور فضول کام انجام دینے، خرید وفروخت کے لئے نہیں، کھیل تماشا، ہنسی ومذاق، وقت گزارنے، سیر وسیاحت کے لئے نہیں۔اس اہم امر کی جانب توجہ رکھنا ضروری ہے۔ان مکانات وگلیوں کو جن مقاصد کے لئے بنایا گیا ہے اس کا لحاظ رکھا جائے، ان مقاصد کے علاوہ ان کا استعمال نہ کیا جائے۔

اوقات کی اہمیت

جس طرح بعض جگہیں محترم ہیں ان کا تقدس وتکریم کا حکم ہے تو اسی طرح کچھ اوقات اور ایام ومہینے ایسے ہیں کہ جن کا احترام کرنا ہوتا ہے اور وہ ایام مقدس ہیں اور عبادت کے لئے خاص ہیں اس بارے بہت زیادہ روایات آئی ہیں۔

جیسے حج کے ایام، ماہ رمضان، حرام مہینے، ان مہینوں کی حرمت کی وجہ سے انہیں حرام مہینے قرار دیا گیا ہے کہ ان کی بے احترامی جائز نہیں، ان مہینوں میں محرم الحرام کا مہینہ ہے اس مہینہ کی حرمت کو کس طرح پامال کیا گیا۔اسی طرح باقی محترم مہینوں کے ساتھ ہوا۔لہٰذا ضروری ہے کہ ان ایام واوقات اور مہینوں کی مقدسیت، حرمت کی طرف توجہ رہے اور ان سے بہتر فائدہ اٹھایا جائے۔

امام حسینؑ کی زیارت کے ایام

مثال کے طور پر ہم اس جگہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت بارے اشارہ دیں، ان میں ثواب زیادہ ہے اور یقین ہے کہ اس کا بڑا اثر عقیدے کی پختگی کا وسیلہ ہے، زائر کے رویے اور اخلاق میں تبدیلی کا سبب بھی بنتا ہے۔

ماہ رجب، ماہ شعبان، ماہ رمضان، ماہ ذوالحجہ، ماہ محرم اور ماہ صفر میں امام حسین علیہ السلام کے لئے خاص زیارات مراد نہیں، ہر زیارت کے فوائد وثواب ہوتے ہیں۔ یہ سارے ایام محترم ایام ہیں۔ ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔

۳۔ مصیبت پر صبر اور معاملہ اللہ کے سپرد کرنا

جب امام حسین علیہ السلام زرود کی منزل پر پہنچے تو بنی اسد کے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس سے آپ نے کوفہ کے حالات بارے سوال کیا تو اس نے جواب دیا میں کوفہ سے نہیں نکلا مگر یہ کہ مسلم بن عقیل اور ھانی بن عروہ علیہما السلام قتل ہو چکے تھے اور میں نے ان لڑکوں کو بھی دیکھا کہ وہ ان کی لاشوں کو کھینچ رہے تھے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

انا للہ وانا الیہ راجعون، عند اللہ نحتسب انفسنا۔[1]

ترجمہ: ہم اللہ ہی جانب سے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے، ہم اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں دینے کے لئے قرار دیتے ہیں، اللہ سے ثواب کی اُمید ہے۔

[1]۔ الاخبار الطوال: ۲۴۷؛ الارشاد ۲: ۷۳؛ روضۃ الواعضین: ۱۹۷؛ الکامل فی التاریخ ۲: ۵۴۹؛ مقاتل الطالبین: ۱۱۱۔

مقتل کے میدان میں جانے والے

مقتل میں آیا ہے کہ حسین علیہ السلام کے پاس ایک کے بعد دوسرا آدمی مقتل کے میدان میں جانے کے لئے آتا تھا اور آپؑ سے آکر کہتے تھے ﴿السلام علیك یابن رسول الله﴾ فرزند رسول اللہ آپ پر سلام ہو، تو حسین علیہ السلام جواب دیتے۔ ﴿وعلیك السلام ونحن خلفك﴾ اور آپ کے پیچھے آرہے ہیں۔

اور یہ آیت پڑھتے:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔

ترجمہ: ''ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ پوری کردی ہے (اپنا کام پورا کیا) اور ان میں کچھ وہ ہیں جو اپنی باری کا انتظار کررہے ہیں۔''

وہ آدمی میدان جاتا حملہ کرتا اور مارا جاتا، یہاں تک کہ شامیوں نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں سے آخری تک کو مار ڈالا۔ حسین علیہ السلام کے ہمراہ آپ کے اہل البیت علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی اور ساتھی موجود نہ رہا۔[1]

اصحاب کے قتل کے بعد

اس سلسلہ میں امام حسین علیہ السلام کے بیانات اور آپ کے عملی اقدامات سے چند مطالب سامنے آتے ہیں۔ (یا چند نتائج ان بیانات واعمال سے لے سکتے ہیں)۔

ا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] ۔مقتل الحسین للخوارزمی ۲ :۲۵؛المناقب لابن شھرا شوب ۴: ۱۰۰؛بحار الانوار ۴۵ :۱۵۔

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ، اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔[1]

ترجمہ: ''جو مصیبت میں مبتلا ہونے کی صورت میں کہتے ہیں: ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

نیز فرمایا:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ[2]

ترجمہ: ''اور اگر تم نے صبر کیا تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے''۔

اس کے بعد قرآن کریم میں انبیاء اور رسل کی صفات سے صبر کو قرار دیا گیا ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔[3]

ترجمہ: ''پس (اے رسول) صبر کیجیے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا''۔

صبر کے بارے احادیث:

الصبر من الایمان کالرأس من الجسد۔۔۔۔۔فمن صبرواحتسب لم یخرج من الدنیا حتی یقر اللہ عینه فی أعدائه مع مایدخرله فی الاخرۃ۔[1]

---

[1]۔سورۃ البقرۃ:۱۵۶ -۱۵۷۔

[2]۔سورۃ النحل:۱۲۶۔

[3]۔سورۃ الاحقاف:۳۵۔

ترجمہ: "صبر کا ایمان سے تعلق ایسا ہے، جیسے سر کا تعلق جسم سے ہے، جس نے صبر کیا اور اسے ثواب جانا ہے، وہ دنیا سے نہیں جائے گا مگر اللہ اس کے دشمنوں کے حوالے سے تو اسے آنکھوں کا چین اور سکون دیکھائے گا۔ (یعنی وہ اپنے دشمنوں کے بارے وہ کچھ دیکھ لے گا جس سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے گی) جبکہ اس کے لئے آخرت میں جو کچھ ذخیرہ کرر کھا ہے وہ بھی اس کے لئے سکون کا سبب بنے گا"۔

۲: حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

الصبر صبران، صبر عند المصیبة حسن جمیل، وأحسن من ذلك الصبر عند ما حرم الله علیك۔[2]

ترجمہ: "صبر دو طرح کے ہیں: ا۔ایسا صبر جو مصیبت آنے پر کیا جاتا ہے، یہ صبر حسن و جمیل ہے۔ ۲۔اس سے زیادہ خوبصورت وہ صبر ہے جو اس حرام کو چھوڑنے پر کیا جاتا ہے، جس سے آپ کو روکا گیا ہے (یعنی حرام چھوڑنے پر صبر احسن صبر ہے)"

لہٰذا بعض اوقات حرام کاموں کو چھوڑنے پر صبر کرنا ہوتا ہے، خواہشات اور آرزوئیں انسان پر دباؤ ڈالتی ہیں کہ وہ اس طرح کرے جس طرح نفسانی خواہشات ہیں۔ وہ خواہشات حلال سے پوری ہوں یا حرام سے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ نفسانی تقاضا رکھتا ہے کہ وہ جو چاہے انسان اسی طرح انجام دے نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ انسان اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیتا ہے۔

---

[1]۔حلیة الابرار ا: ۳۳۹۔

[2]۔تحف العقول: ۲۱۶۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے:

﴿مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ﴾[1]

ترجمہ: جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟

شیطان اپنی تمام بیڑیوں سمیت پوری طاقت کو اس پر لگا دیتا ہے کہ انسان کو معصیت میں کھینچ کر لے جائے اور انہیں محرمات میں ڈال دے اس بناء پر ضروری ہے کہ انسان صبر کرے اور جتنا اس پر دباؤ لائے وہ محرمات کو چھوڑ دے اسی وجہ سے محرمات کو چھوڑنے پر صبر کرنے کا انسان کے لئے بڑا اثر ہے اور اس بڑا اجر ہے۔

بعض دفعہ اطاعت کے لئے صبر کرنا ہوتا ہے کیونکہ بہت سارے اطاعت کے ایسے اعمال ہیں جن کی انجام دہی میں مشکلات ہوتی ہیں تو انسان تمام تر مشکلات کے باوجود اطاعت کرتا ہے اور اطاعت کے عمل کو نہیں چھوڑتا۔اس سلسلہ میں کسی قسم کی تھکاوٹ، سختی، رکاوٹ کی پرواہ نہیں کرتا جیسے حج کے فریضہ کی ادائیگی یا نماز کو اپنی تمام تر شرائط کے ساتھ انجام دینا۔

اللہ تعالیٰ کا نماز کے بارے فرمایا ہے:

﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: اور یہ (نماز) بار گراں ہے، مگر خشوع رکھنے والوں پر نہیں۔اور بلاشک نماز ایک بڑا (سنگین مشکل) عمل ہے مگر ان کے لئے جو خشوع کرنے والے ہیں (آسان ہے) یا اپنی کمائی سے مالی واجبات کو ادا کرنا، لیکن انسان تمام تر دباؤ کے باوجود، اپنی خواہش کے برعکس اپنی کمائی سے مالی واجبات ادا کرتا ہے

[1]۔سورۃ الفرقان: ۴۳۔

[2]۔سورۃ البقرۃ: ۴۵۔

اوراس پر صبر کرتا ہے۔اس مادی مشکلات کا سامنا ہونا، تھکاوٹ، خون پسینہ لگا ہوتا ہے۔ کئی مسائل بھی ہوتے ہیں لیکن وہ سب کچھ برداشت کرتا ہے اورمالی فریضہ کووقت پر ادا کرتا ہے۔ وہ ثواب حاصل کرنے کے لیے صبر و تحمل اور مشقت خواہ مادی ہو یا اخلاقی ضروری ہے کہ انسان پر جو مصائب آتے ہیں مختلف حوالوں سے جو تکالیف اسے پہنچتی ہیں۔ دنیاوی زندگی میں اسے مختلف حوالوں سے مشکلات کاسامنا کرنا پڑتا ہے۔جیسے بیماریاں،عزیز واقارب کی جدائی، سختیاں، قتل وغارتگری، مصائب ومشکلات جیسی انواع واقسام تصور کی جاسکتی ہیں۔

ان سب میں ثواب کے لئے صبر کرتا ہے وہ واویلا یابے صبری نہیں کرتا،ایمان ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ بندہ جتنا زیادہ اللہ کے قریب ہوتا جاتا ہے،اتنا ہی زیادہ اس کے لئے آزمائشیں اورپریشانیاں اور مصائب بڑھتے جاتے ہیں۔ انسان میں سب سے زیادہ مصائب انبیاء۔ان کے اوصیاء،خاتم النبی حضرت محمد ﷺ اوران کے خلفاء آئمہ اہل البیت علیہم السلام اور خالص اور چنے ہوئے مؤمنین اولیاء اللہ آتے ہیں۔

مصائب کا فلسفہ گناہوں اورگناہوں کا تعارف، بعض مصائب کی وجہ سے انسان کے گناہ مٹ جاتے ہیں اور بعض دفعہ مصائب درجات کی بلندی کا سبب بنتے ہیں۔ قرب الہی کے بلندترین مقامات تک پہنچنے میں یہ مصائب ہی ہوتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ آزمائشیں دور ہوں اور یہ امتحان ان کو اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے صبر کرنا ہوتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ، الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ، اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: ''اور آپ ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادیں، جو مصیبت میں مبتلا ہونے کی صورت میں کہتے ہیں: ہم تو اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہے اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں ''

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

﴿من لا یعد الصبر لنوائب الدهر یعجز﴾[2]

ترجمہ: ''وقت کی آفات پر صبر نہ کرنے والا عاجز ہے''

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ان أهل الصبر یدخلون الجنة بغیر حساب﴾[3]

ترجمہ: ''صبر کرنے والے بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے''

آیت مجیدہ کے مضمون کو سامنے رکھتے ہوئے اور جو کچھ احادیث میں بیان ہوا ہے، اولیاء اللہ اور وہ داستان جو مکارم اخلاق اور اخلاق کے فضائل سے آراستہ ہیں جو مصیبتیں ان پر آتی ہے وہ اس پر صبر کرتے ہیں اور ہر بلاء، آزمائش اور مشقت جو ان پر آتی ہیں وہ اسے برداشت کرتے ہیں اللہ کی طرف پلٹ کر جانے کی بات کرتے ہیں۔

---

[1] ۔سورۃ البقرۃ: ۱۵۵ -۱۵۷۔

[2] ۔وسائل الشیعة ۳: ۲۵۹۔

[3] ۔سفینة البحار ۵: ۲۰۔

برحال میں اللہ کی حمد وشان بجا لانے اوراس سب کو اللہ کی آنکھوں کے سامنے ہونے والے مصائب قرار دینے کو یہ جوکچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے ہمارا رب اس سب کچھ کو دیکھ رہا ہے۔اللہ کی رضایت اور خوشنودی کو حاصل کرنے اور ثواب کی نیت سے سب کچھ قبول کرتے ہیں۔اللہ کے قضا وقدر کے فیصلہ پر راضی ہوئے اوراللہ کے امر کے سامنے تسلیم خم ہوئے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿الأيمان أربعة أركان: الرضا بقضاء الله،والتوكل على الله،وتفويض الامرالى الله،والتسليم لأمرالله﴾[1]

ترجمہ: ''ایمان کے چار ستون ہیں: خدا کے حکم پر قناعت، خدا پر توکل، معاملہ خدا کے سپرد کرنا اور خدا کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنا''

صبر کے واضح ترین مصداق،امام حسین علیہ السلام کی شخصیت ہے۔آپ نے ایک بعد دوسری بڑی مصیبت کاسامنا کیا،ایک مشکل کے بعد دوسری مشکل، ایک کے بعد ایک سختی کو برداشت کیا، بہرحال ہر مصائب میں صابر رہے، ثواب کے لئے سب کچھ قبول کیا اللہ کی طرف رجوع کرتے رہے، اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا، اللہ کے فیصلہ پر راضی رہے، اس لئے حدیث میں آیا ہے۔

﴿لايوم كيومك يااباعبدالله﴾[2]

ترجمہ: ''تیرے جیسا کوئی دن نہیں اے ابو عبداللہ''

---

[1]۔الکافی ۲: ۴۷/ ۵۔

[2]۔الامالی للصدوق: ۱۷۷؛ مناقب ابن شهراشوب ۳: ۲۳۸۔

امام حسینؑ کا صبر بے مثال

جب ہم امام حسین علیہ السلام کی زندگی اور آپ کی انقلابی تحریک کا مطالعہ کرتے ہیں جن حالات وواقعات کاآپ کو سامنا کرنا پڑا آغاز سے انتہاء تک،آپ کی شہادت تک کے حالات وو قعات کا جائزہ لیا جائے تو انسانی تصور سے باہر ہے ایسا صبر جس طرح کا صبر امام حسین علیہ السلام نے کیا اللہ کے سامنے تسلیم مطلق کا مظاہرہ کیا۔اس کی دوسری مثال کوئی نہیں ملتی جو کچھ آپ کے ساتھ ہوا جس قدر آپؑ کے لئے دُشوار حالات تھے۔

جس قدر قبیح واقعات کا سامنا کیا، تکالیف، مصائب کو برداشت کیا یہ سب کچھ جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوا وہ انسانی تاریخ میں نہ کبھی کسی نے دیکھا نہ ہی سنا ان سب حالات وواقعات کے سامنے صبر کرنا یہ سب امام حسینؑ کی ذات کا خاصہ ہے۔اس لئے آپ کو سید الصابرین کا لقب ملاآپ کی زندگی کے آغاز میں اپنے جدامجد محمد مصطفیٰ ﷺ کا صدمہ، پھر خلافت پر غاصبانہ قبضہ،آپ کی والدہ سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی مظلومیت،آپ کی اہانت کیا جانا، محسن کی شہادت، پھرامامت کو خاندان نبوت سے دبوچا اورآپ کے جدامجد کے فرمودات کی مخالفت کی گئی۔

اسی تسلسل میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کی مظلومانہ محراب عبادت میں شہادت اُمت اسلامیہ کے مقدرات اور فیصلوں کا انحصار نااہل، بے عمل، فاسقوں وفاجروں کے ہاتھوں میں آجانا؛آپ نے جس مبارک تحریک کا آغاز کیا اس شروع ہی مصائب سے ہوتا ہے۔آپ اپنے وطن سے، بے یارومددگار نکلنا، مدینہ والوں کی بے بسی اور بے توقیری،مکہ میں قیام پھرمکہ چھوڑنے پر مجبور ہونا تاکہ آپ کی وجہ سے کعبۃ اللہ کی حرمت پامال نہ ہو۔

عراق کی جانب آپ کی روانگی ،آپ کی عراق میں داخلہ سے پہلے ہی آپ کے نمائندہ حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ میں بے دردی سے شہید ہونا،آپ کا کربلاء میں وارد ہونا، لق ودق صحراء میں خیام نصب کرنا، پانی سے دور خیام کا لگانا، 2 محرم الحرام 61 ہجری کربلاء میں وارد ہونا، پھر آپ پر سات محرم سے پانی کا بند کر دیا جانا، دسویں محرم الحرام کی اپنے اصحاب،اپنی اولاد،آپ کے بھائیوں کا قتل کیا جانا، پھر آپ کو پیاسا ذبح کیا جانا، پھر آپ کا سر قلم کیا جانا، سروں کو نیزوں پر چڑھانا یہ سب مصائب ایسے ہیں کہ جن کے ذکر سے دل پھٹتا ہے۔اس قسم کے مصائب کو کوئی برداشت کر سکتا ہے یہ حسین علیہ السلام ہی ہیں جنہوں نے یہ سب کچھ اللہ کی رضا اوراللہ کے دین کی بقاء کے لئے سب کچھ برداشت کرتے ہیں، صبر کرتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کی خواتین،آپ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔

یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی آپؑ فرماتے ہیں

﴿تسلیما لامرہ، رضابقضاء﴾

ترجمہ:''اللہ کےامر کے آگے تسلیم ہوں،اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوں''فرمایا: میں نے اپنے بچے پیش کیے کہ اے میرے رب تیرا دیدار کروں، ساری مخلوق کو تیری چاہت، محبت میں چھوڑ دیا، تیرے سوا میرا کوئی رب نہیں، میں تیرے سامنے جھکا۔''

علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد

جب علی اصغر علیہ السلام کی شہادت ہو جاتی ہے تو خون ناحق کو داڑھی پر خضاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ سب اس لئے آسان ہے کہ میرا رب یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

عام انسان پر جب کوئی مصیبت آجائے جو اس لئے بڑھائی کو جاتا ہے اس کا اثر اس کے اعمال میں گفتگو میں ظاہر ہوتا ہے۔آپ ذرا سوچیں کہ جس کو ہر مصیبت نے آگھیرا ہو،ایک کے بعد دوسری مصیبت اور ہر مصیبت پہلی مصیبت سے بڑھ کر ہو۔اس سب کو برداشت کرنا۔یہ امام حسین علیہ السلام ہی ہیں یا پھر آپ کی شریکۃ،آپ کی مظلومہ بہن زینب علیھاالسلام ہیں، جو صبر کا پہاڑ ہیں،اس کے صبر کے سامنے ہر ذی شعور حیرت میں ڈوب جاتا ہے،آپ اس میدان میں قابل تقلید نمونہ ہیں، جس کو ہر کوئی مثال بنا کر اسلام کے راستہ کو اپنا سکتا ہے۔

۲: مصیبت کو زبان پر جاری کرنا

مصائب کو برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ ہر مصیبت کے بارے یہ قرار دینا کہ یہ سب کچھ اللہ کی نظر کے سامنے ہے۔اللہ کی نظر کو مصیبت پر مد نظر رکھنا۔اس سلسلہ میں امام حسین علیہ السلام کی پیروی واقتداء ہونی چاہیے۔

عقبہ بن سمعان کا بیان ہے:

جب ہم قصر بنی مقاتل سے چل پڑے تو حسین علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے سر جھکائے اُونگھ میں چلے گئے، پھر جاگے اور کہہ رہے تھے:

﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾

ترجمہ: ''ہم اللہ کی طرف سے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے ''

بابا جان آپ نے کلمہ استرجاع پڑھا! ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾، اس کے بعد آپ اللہ کی حمد بجا لائے، ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ اس کی کیا وجہ ہے، تو امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے تھوڑی اُونگھ آگئی، تو میرے قریب سے ایک نور کا گزرا جو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ جماعت آرہی ہے، جبکہ موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے، تو میں نے یہ جان لیا کہ اس سے مراد ہم ہی ہیں، موت ہماری انتظار میں ہے، امام حسین علیہ السلام کی پورے سفر میں یہی روش تھی، جب بھی کوئی ناخوشگوار واقعہ سامنے آتا، توآپ اس پر کلمہ استرجاع ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ پڑھتے تھے۔[1]

۳: اللہ پر یقین غیر متزلزل

اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل اور یہ یقین کہ اللہ تعالیٰ کچھ بھی انجام نہیں دیتا مگر یہ کہ اس میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے اور کچھ بھی کائنات میں وجود نہیں آتا مگر اللہ کی مشیت سے آتا ہے۔ جب انسان پر کوئی مشکل آن پڑتی ہے یا کسی مصیبت سے دوچار ہوتا ہے یا اسے بیماری گھیر لیتی ہے جسے انسان نہیں سمجھ پاتا بعض اوقات انسان اپنے لئے مسائل و مشکلات کے لئے خود اسباب مہیا کرتا ہے لیکن اس سبب کا اثر اللہ نے قرار دے رکھا ہوتا ہے، انسان کے لئے مشکل وقت آتا ہے، انسان اس مشکل کو برداشت کرے۔

---

[1] ۔تاریخ الطبری ۵: ۴۰۷؛ الکامل فی التاریخ ۲: ۵۵۵؛ مقاتل الطالبیین: ۱۱۲؛ الارشاد ۲: ۸۲ وغیرھا۔

اللہ تعالیٰ کے امر کو تسلیم کرنا ہی عبودیت کا تقاضا ہے اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی رہنا اطاعت محض کا تقاضا ہے اللہ کے امر کو نافذ کرنا، اللہ کی منع کردہ چیزوں سے خود کو روک کرر کھتا ہے جو بھی حالات ہوں یہ عبودیت کا تقاضا ہے شرعی واجب کو ہر حال میں ادا کرنا ہے چاہے شرعی واجب کی ادائیگی کی مشکلات کا اسے سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد

جب حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت ہوئی، امام حسین علیہ اپنے بیٹے کی لاش پر آتے ہیں، اپنے رخسار کو بیٹے کے رخسار پر رکھ دیتے ہیں۔

پھر یہ جملہ فرمایا:

﴿قتل الله قوما قتلوك، ما أجرأهم على الله، وعلى انتهاك حرمة رسول الله صلى الله عليه وآله، على الدنيا بعدك العفاء﴾[1]

ترجمہ: ''اللہ اس جماعت کو مارڈالے جس نے تجھے قتل کیا انہوں نے کتنی بڑی اللہ پر جرات کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کو پامال کیا تیرے بعد دنیا پر خاک''

سیدالشہداء علیہ السلام اللہ کے حضور تسلیم مطلق پر تھے، اللہ کے امر اور فیصلے پر راضی تھے، کربلاء کی سرزمین پر وہ کچھ ہوا جس سے آپ کے خاندان کا قتل ہوا، آپ کے اصحاب، آپ کی اولاد، آپ کے بھائی، آپ کے بھانجے، آپ کے پیارے مارے گئے، ظلم وزیادتی اور وحشت گری کی انتہاء ہوگئی لیکن کسی بھی مصیبت نے آپ

[1] ۔الملھوف: ۱۶۶؛تاریخ الطبری۵ :۴۴۶؛الکامل فی التاریخ ۲ :۵۶۹؛تاریخ دمشق ۶۹ :۱۶۹ ؛مقتل الحسین للخوارزمی ۲ :۳۰۔

کو کمزور نہ کیا اور نہ ہی آپ کی رائے بدلی، اُمت کی اصلاح کی خاطر اپنا کردار ادا کرنے میں ذرا برابر بھی کمزوری نہیں دکھائی۔

آپ علیہ السلام کے ہاتھوں میں شیر خوار عبداللہ (علی اصغر) شہید ہوئے امام حسین علیہ السلام خون کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور آسمان کی طرف اچھال دیا۔

پھر یہ جملہ فرمایا:

﴿رب ان کنت حبست عنا النصر من السماء فاجعل ذلك لما هو خير﴾[1]

ترجمہ: "اے اللہ اگر آسمان سے تو نے ہمارے لئے مدد کو روک رکھا ہے تو اس کے بدلہ میں وہ قرار دے جو خیر ہو"

سید شباب اہل الجنتہ مشکل ترین حالات، سخت ترین مصائب اور دشوار ترین لمحات میں صبر کرتے نظر آتے ہیں کسی بھی مرحلہ پر ایک بھی ایسا جملہ نہیں ملتا جس سے آپ کی گھبراہت کا تاثر نہیں ملا چہ جائیکہ بے صبری کا اظہار ہو۔

امام حجت کا جملہ: امام حجت مہدی علیہ السلام کی زبان سے آپ کی زیارت کے لئے یہ جملہ آیا ہے؛

﴿لقد عجبت من صبرك ملائكة السماء﴾

ترجمہ: "بتحقیق آپ کے صبر نے آسمان کے فرشتوں کو حیرت میں ڈال دیا"

اہم درس: امام حسین علیہ السلام کے عمل سے جو اہم درس ملتا ہے وہ یہ ہے کہ مصائب، مشکلات اور جتنی بھی مصیبتیں آئیں تو ان پر صبر کرنا چاہیے ہر امر کو اللہ کی طرف پلٹائیں، اللہ نے جو ہمارے لئے مخصوص کیا اس پر راضی رہیں، وہ

---

[1]۔مثیر الاحزان:۷۰؛الارشاد۲ :۱۰۸؛الکامل فی التاریخ ۲ :۵۷۰ وغیرھا۔

ذات ہماری بہتری کے بارے ہم سے زیادہ آگاہ ہے،ایسے بندگا ن کی ماں اپنے شیر خوار بچے پرفرمائش سے زیادہ مہربان ہے،مصیبت کے وقت وہ اپنے مصائب پر کھڑے رہیں،بے تاب نہ ہوں،ہمارا ایمان کمزور نہ پڑے ،اخلاق کا دامن نہ چھوڑیں اس کا نتیجہ ہو گا کہ ایک پہلو سے تو وہ محروم ہو گا اورخطرہ سے بھی دوچار ہو ناپڑ ناپڑے گا شرعی حکم کی خلاف ورزی بھی ہو گی بلکہ بعض اوقات توانسان اس قدربے تاب ہوتا ہے کہ اللہ پراعتراض کر دیتا ہے اور کفریہ کلمات اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔

ہماری ذمہ داری ہے یہ اللہ کی حمد کریں،اللہ نے ایمان کی ہمت سے نوازاہے،ولایت اہل البیت دی ہے ہمیں جو مشکلات آتی ہیں ان کو تحمل،صبر وبرداشت سے ان کا سامنا کریں،بے تابی نہ کریں۔

۳: فائدہ کی سچائی اور سچ کی کسوٹی

جب سیدالشہداء علیہ السلام نے جب مکہ سے خروج کا فیصلہ کر لیا توآپ نے اپنامقصد بیان کیااور یہ واضح بیان کیا کہ آپ کے قیام کا مقصد کیا ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ معاملات کہاں تک جائیں گے اوراس راستہ میں جو کچھ ہونے والا ہے اس بارے بھی آگاہ کیاآپ نے مکہ سے عراق کے لئے روانگی سے پہلے اس طرح خطاب کیا۔

﴿الحمدلله وماشاء الله ولاحول ولاقوة إلا بالله صلى الله على رسوله وسلم﴾

ترجمہ:"اللہ کے لئے ساری حمد ہے، وہی ہو گا جواللہ کی مشیت ہے، طاقت واقتدار صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے"

﴿خط الموت علی ولد آدم مخط القلادة علی جید الفتاة، وما أولهنی إلی أسلافی اشتیاق یعقوب إلی یوسف، وخیر لی مصرع أنا لاقیة، کأنی بأوصالی تقطعها عسلان الفلوات بین النواویس و کربلاء، فیملأن منی أکراشا جوفا وأجربة سغبا، لامحیص عن یوم خط بالقلم، رضی الله رضانا أهل البیت نصبر علی بلائه ویوفینا أجور الصابرین، لن یشذ عن رسول الله صلی الله علیه وآله لحمته، وهی مجموعة له فی حظیرة القدس، تقربهم عینه ویتنجز لهم وعده، من کان فینا باذلا مهجبة وموطنا علی لقاء الله نفسه فلیرحل، فإنی راحل مصبحا إن شاء الله﴾[1]

ترجمہ: ''موت کی لکیر اولاد آدم پر ایسی کھینچ دی گئی جس طرح جوان لڑکی کے گلے میں ہار کس قدر غم مجھ پر آگیا ہے کہ اپنے اسلاف سے ملاقات کروں اپنے اسلاف سے ملاقات کے شوق نے مجھے غم سے نڈھال کر دیا ہے یہ شوق اس سے زیادہ ہے جو جو یعقوب کو یوسف سے ملاقات کا تھا، میرے پچھاڑنے کی جگہ کو چن لیا گیا ہے کہ اس جگہ پر میں نے ضرور جانا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بدن کے جوڑوں کو کاٹا جارہا ہے (ٹکڑے ٹکڑے کررہے ہیں) بغیر پانی کے میدان میں گھوڑوں کے جھنڈ میں چھپے، نواویس اور کربلاء کے درمیان ایسا کریں گے اور وہ ضرور اپنی خالی او جھڑیوں کو میرے خون سے بھر دیں گے اپنے بھوکے شکموں کو بھریں گے اس دن سے فرار کا کوئی چارہ نہیں جس کو قلم تقدیر نے لکھ دیا ہے اللہ کی رضا ہم اہل البیت علیہم السلام کی رضا ہے، ہم اس کے امتحان کی ادائیگی میں اس آزمائش پر صبر کرتے ہیں وہ ہمیں صبر کرنے والوں کا پورا پورا اجر وثواب دے گا۔

[1] ۔الملهوف: ۱۶۲؛کشف الغمة۲: ۲۴۱؛بحار الانوار۴۴: ۳۶۶۔

رسول اللہ ﷺ سے ان کا گوشت ہر گز جدا نہ ہو گا مقدس باڑہ میں یہ ان کے لئے اکٹھا ہو گا ان کے وعدہ دیا گیا ہے وہ پورا ہو گا لہٰذا جو شخص ہمارے راستہ میں اپنی جان دینے پر آمادہ ہے اور اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے خود کو آمادہ کر لیا ہے تو ہمارے ساتھ کوچ کرے گا کیونکہ صبح ہوتے ہی کوچ کروں گا۔ان شاء اللہ! اس بیان میں امام حسین علیہ السلام نے اپنی تحریک کے حوالے سے واضح کر دیا کہ یہ رضائے الٰہی کی تحریک ہے اور اس میں جانوں کا نذرانہ دینا ہے جس کے لئے میں تیار ہوں یہ وہ سچائی ہے جسے آپ بیان رہے ہیں آپ خود اس سچائی کی کسوٹی پر ہیں سب کے سب اپنے بارے تیار رہیں کہ میری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے اور ہم سب تیار ہیں ہم اس مصیبت پر صبر کریں گے "

حضرت مسلمؑ کی شہادت کی اطلاع

جب آپ کے پاس سفر کے دوران حضرت مسلم بن عقیل علیہما السلام کی شہادت کی خبر ملتی ہے اور یہ کہ ان کے ساتھ ہانی بن عروہ بھی شہید ہوئے ہیں تو آپ یہ سن کر کلمہ استرجاع اور حمد کو زبان پر جاری کیا:

﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ،وَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمَا﴾ آپ یہ جملہ بار بار دہراتے رہے۔

کوفہ نہ جانے کا مشورہ

اس سفر میں جو بھی آپ سے ملا انہوں نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا اور بار بار روکا گیا حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت کے بعد بھی یہ کچھ آپ سے کہا گیا۔آپ کو اللہ کی قسم دیتے ہیں اپنی جان کے بارے اور آپ کی اہل البیت علیہم السلام کے بارے اللہ کا واسطہ ہے جہاں سے آئے واپس پلٹ جاؤ آپ کے لئے کوئی بھی

ناصر اور مدگار نہیں ہے بلکہ ہمیں توڈر ہے کہ وہ سب آپکے خلاف ہوں گے،آپ کی مخالفت کریں گے۔

اولاد عقیلؑ سے گفتگو

حضرت مسلم کی شہادت کی خبر آنے پر امام حسین علیہ السلام حضرت عقیل علیہ السلام کی اولاد کی جانب رخ کرکے فرمایا:

﴿ماترون؟﴾آپ کی اس خبر کے بعد کیا رائے ہے مسلمؑ تو قتل ہوگئے۔

توسب نے یک زبان جواب دیا: ﴿وﷲ لانرجع حتی نصیب ثأ رناأونذوق ماذاق﴾

ترجمہ: ''اللہ کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے مگر یہ کہ یا تو اپنے خون کا انتقام لیں یا ہم بھی اس طرح شہید ہو جائیں جیسے وہ ہوئے ہم بھی موت کا ذائقہ چکھیں جس طرح انہوں نے چکھا''

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جو آپ کو کہہ رہے تھے کہ آپ یہاں سے واپس ہو جائیں جہاں سے آئے ہیں۔

آپ نے فرمایا: ﴿لاخیرفی العیش بعد هؤلاء، فعلمنا أنه قدعزم رأیه علی المسیر﴾[1]

ترجمہ: ''زندگی میں کچھ فائدہ نہیں ان کے بعد تو وہ سب کہتے ہیں ہم ان کے اس بیان سے جان گئے کہ آپ جو مصمم ارادہ کر چکے ہیں وہ اس سفر کو جاری رکھیں''

[1] ۔الارشاد۲: ۷۳؛روضۃ الواعظین:۱۹۷؛بحارالانوار۴۴ :۳۸۲؛تاریخ الطبری۵ :۳۷۹۔

عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر کے بعد

جب امام حسین علیہ السلام کے پاس آپ کے نمائندے جناب عبداللہ بن یقطر علیہ السلام کی شہادت کی خبر آتی ہے توآپ نے لوگوں کے لئے ایک خط تحریر فرمایااوراپنے ساتھ موجودافراد کے لئے اس خط کوپڑھ کر سنایااوراس سے پہلے بیٹھے ہوئے لوگوں سے اس طرح مخاطب ہوئے۔ہمارے پاس خطرناک خبر آئی ہے کہ مسلم بن عقیل،ھانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر علیہم السلام شہید ہوچکے ہیں۔

ہمارے شیعوں نے ہم سے بے وفائی کی ہے بس جو ہم سے جدا ہوناچاہتا ہے تووہ ہم سے جدا ہوجائے اس پر ہماری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔

رواوی کا بیان ہے:آپ کی یہ بات سن کر لوگ آپ سے جدا ہوگئے اورواپس چلے گئے آپ کے اصحاب میں وہ ہی بچ گئے جوآپ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھےآپ نے یہ بات ان سے اس لئے کہی کیونکہ آپ نے دیکھاکہ بہت سارے دیہاتی لوگ آپ کے ساتھ ہولئے انہوں نے یہ سمجھ کر شمولیت کی کہ آپ کوفہ شہر میں فاتحانہ داخل ہوں گے کہ اس شہر (کوفہ) میں لوگ آپ کی اطاعت میں ہیں۔آپ نے اس بات کو ناپسند کیاکہ غفلت میں آپ کے ساتھ لوگ نہ آئیں جبکہ آپ کے ساتھ وہ رہے جن کو معلوم ہوکہ وہ کس لئے جارہے ہیں۔آپ کو معلوم تھا انہیں حقیقت کا علم ہوگیاتوان کے ساتھ وہی رہیں گے۔

جو موت کے لئے آمادہ ہیں اورآپ نے چاہاکہ جو بھی آپ کے ساتھ ہو وہ بابصیرت ہوآگہی کے ساتھ آپ کے ساتھ رہیں غفلت میں نہ رہیں۔[1]

---

[1]۔تاریخ الطبری۵ :۳۹۸؛انساب الاشراف۳ :۳۷۹؛الکامل فی التاریخ۲ :۵۴۹؛مقتل الحسین۱ :۱۲۹؛الارشاد۲ :۷۵۔

اس بیان سے حاصل شدہ نتائج

ا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾[1]

ترجمہ: ''کچھ افراد ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے جو معاہدہ کیا تو اس کو سچ کر دکھایا''

اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ ''

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿جانبوا الکذب فانہ مجانب للایمان، الصادق علی شفا منجاۃ و کرامۃ، والکاذب علی شرف مهواۃ ومهانۃ﴾[3]

ترجمہ: ''جھوٹ سے جدار ہو کہ جھوٹ ایمان سے الگ کر دینے والا ہے سچ بولنے والا نجات اور کرامت کے کنارہ پر ہوتا ہے جبکہ جھوٹ بولنے والا ہلاکت اور تباہی کے گڑھے کے اوپر کھڑا ہوتا ہے''

امیر المؤمنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

﴿ان لاهل الدین علامات یعرفون بها صدق الحدیث﴾[4]

---

[1]۔سورۃ الاحزاب: ۲۳۔

[2]۔سورۃ التوبۃ: ۱۲۰۔

[3]۔نہج البلاغۃ: ۱۳۸، خطبۃ: ۸۶۔

[151]۔الکافی ۲ :۲۳۹ / ۳۰۔

ترجمہ: "دین والوں کی نشانیاں ہیں کہ وہ بات کی سچائی سے پہنچانے جاتے ہیں"

امام صادق علیہ السلام سے ہے:

﴿من صدق لسانه زکی عمله﴾[1]

ترجمہ: "جس کی زبان پر سچ ہو تو اس کا عمل پاکیزہ ہو گا"

سچائی کی اقسام ہیں:۔

1. گفتگو میں سچ۔
2. نیت اور ارادہ میں سچائی۔
3. فیصلہ پختہ ہو اور ارادہ میں سچ۔
4. وفاء داری کا سچ۔
5. عمل میں سچائی۔
6. دینی معاملات میں سچ۔

جب ہم سچ اور سچائی کے بارے روایات واحادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سچائی اسلام میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے کوئی بھی انسان اللہ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا مگر جب وہ سچ پر ہو وہ مؤمن اور پاکیزہ سچ کی بنیاد پر قرار پاتا ہے۔ ہر بات میں سچ، ہر کام میں سچ، ہر فیصلہ میں سچ، جیسا کہ اس جانب اشارہ ہو چکا فرد اور اجتماع کی بہتری اور اچھائی کے لئے سچائی کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

۲: عام طور پر ایسا ہے کہ جب کوئی شخص تحریک چلاتا ہے یا جماعت بناتا ہے تو اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے ساتھ ملائے خاص

[1] ۔الامالی للصدوق ا: ۲۵۰؛ بحار الانوار ا: ۱۴۰؛ الخصال ا: ۴۴؛ الکافی ۲: ۱۰۴۔

کہ ایسے لوگ جو ماہر ہو، قابلیت والے ہوں، کسی سوسائٹی میں جو بہترین افراد موجود ہوتے ہیں۔ وہ انہیں اپنے ساتھ ملاتا ہے خاص کر ایسے افراد جنکا لوگوں میں نام ہو۔ جو لوگوں پر اثر رکھتے ہوں، ایسا ہی کہا جاتا ہے اگرچہ اس کے لئے انہیں ایسے ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں جو بالکل جائز نہیں ہوتے اور اخلاقی طور پر بھی ناقابل قبول ہوتے ہیں وہ مختلف ہتھکنڈے استعمال کر کے اپنی جمعیت اور اپنے ساتھیوں کی تعداد کو بڑھاتے ہیں۔

لیکن حسین علیہ السلام جو اصلاحی انقلاب کے قائد ہیں وہ اپنے ہر عمل میں اپنی ہر بات میں اپنے ہر اقدام میں اور اپنے ہر فیصلہ میں سچائی پر تھے اور سچ پر قائم رہے تحریک کے آغاز سے لے لیکر اس کے انجام تک اسی پر قائم رہے۔

شروع میں اپنے ساتھ آنے والوں پر حقیقت کو واضح کر دیا جو کچھ ہو رہا تھا، جو پیش آرہا تھا آپ کے ساتھیوں سے جو قتل ہو رہے تھے یا جن کے ساتھ بے وفائی کی گئی تھی آپ وہ سب اپنے ساتھ چلنے والوں کو بتاتے جارہے تھے وہ لوگوں سے سچ کہہ رہے تھے اور لوگوں کے سوالوں کے بغیر انہیں اپنی شہادت کے بارے بتا تے جارہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے ان کے ساتھ آنے والے سارے مارے جائیں گے۔ ان کے بچے بھی مارے جائیں گے ان کی خواتین کو بھی قیدی بنایا جائے گا۔

بنی ہاشم کیلئے امام حسینؑ کا خط

امام حسین علیہ السلام نے بنی ہاشم کچھ اس مضمون کا خط بھیجا:

﴿من لحق بی استشهد و من تخلف عنی لم یدرك۔ یبلغ۔ الفتح﴾[1]

---

[1]۔ کامل الزیارات: ۱۵۷/ ۱۹۵؛ دلائل الامامة: ۱۸۷ / ۱۰۷؛ بحار الانوار ۴۵ : ۸۷ / ۲۳۔

ترجمہ: ''جو میرے ساتھ آئے گا وہ شہید ہو گا جو مجھ سے پیچھے رہ گیا تو وہ فتح وکامیابی کو نہ پائے گا''

کیا ایسا قائد جو ایک جنگ کے لئے جا رہا ہے جس کے لئے اسے ایک ایک فرد کی ضرورت ہوتی ہے اسے ایک لشکر چاہیے ہوتا ہے یہ کیسا قائد ہے جو ہر ایک کو بتا رہا ہے کہ یہ میرے مرنے کا سفر ہے اس سفر میں میں ظاہری فتح نہیں ہے مارے جانے کو فتح وکامرانی بتا رہے ہیں۔ واضح کہہ رہے ہیں جو آئے تو مرنے کے لئے آئے کیونکہ اس وقت کامیابی کا راستہ یہی ہے لیکن تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ قائم رہنے والے انقلاب کے قائد امام حسین علیہ السلام کے اخلاق سے یہ ہے کہ ہر ایک کو حقائق بتا دیے جائیں کسی کو غافل نہ رکھا جائے جو بھی آپ کے ساتھ آئے تو اپنے اختیار اور ارادہ اور آگاہی سے آئے۔ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تحریک کے تمام مراحل میں اور مشکل ترین اور سخت ترین حالات میں آپ نے سچائی اور سچ کو پروان چڑھایا سخت ترین حالات میں بھی سچ بتانے سے گریز نہ کیا۔

بطن عقبہ میں امام حسینؑ کا خطاب

آپ نے اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ مجھے قتل کیا جانا ہے اصحاب نے عرض کیا اے اباعبداللہ علیہ السلام آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں تو آپ نے ان کے جواب میں فرمایا؛ میں نے خواب میں اس بات کو دیکھا ہے اصحاب نے یہ سن کر کہا خواب میں جو دیکھا ہے وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ کتے ہیں جو مجھے دانتوں سے کاٹ رہے ہیں ان میں سخت ترین سیاہ سفید دھبوں والا کتا ہے۔[1]

[1]۔کامل الزیارات: ۱۵۷ / ۱۹۴؛ بحار الانوار ۴۵ : ۸۷ / ۲۴۔

کربلاء شبِ عاشور میں خطاب

سچائی کا ہر اندازہ شب عاشور اپنی انتہاء کو پہنچتا ہے۔جب اپنے وفادار اصحاب سے یہاں تک کہہ دیا کہ جولوگ کربلاء میں جمع ہیں وہ میری جان کے درپے ہیں آپ سب آزاد ہیں۔آپ یہاں سے چلے جائیں۔

امام حسین علیہ السلام جب عمر بن سعد سے ملاقات کے بعد واپس آئے تو اس وقت شام ہوچکی تھی علی بن الحسین علیہاالسلام کا بیان ہے سب آپ کے نزدیک آگئے تا کہ سنیں آپ کیا کہہ رہے ہیں جبکہ میں بیمار تھاتومیں نے اپنے باپ سے یہ جملے سنے آپ نے اپنے اصحاب سے اس طرح گفتگو فرمائی ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہترین ثناء بجالانے کے بعد فرمایا:

﴿أحسن الثناء وأحمده على السراءوالضراء اللهم إني أحمدك على أن أكرمتنا بالنبوة وعلمتنا القرآن وفقهتنا في الدين،وجعلت لنا أسماعاوأبصارا وأبصارا وأفئدة ولم تجعلنا من المشركين، أما بعدفإني لاأعلم أصحابا أولى ولا خيرامن أصحابي، ولا أهل بيت أبرولاأوصل من اهل بيتي،فجزاكم الله عني جميعاخيرا، ألا وإني أظن يومنا من هؤلاء الأعداء غدا، ألا وإني أظن يومنا من هؤلاء الأعداء غدا،ألاو إني قد رأيت لكم فانطلقوا جميعا في حل ليس عليكم مني ذمام، هذا اليل قدغشيكم فاتخذوه جملا﴾[1]

ترجمہ:"بہترین ثناء اللہ کے لئے ہے اور میں اللہ کی حمد بجا لاتا ہوں، خوشحالی وآسانی میں اور مشکلات ومشقتوں کے آنے پر بھی اے اللہ میں تیری اس

[1] ۔تاریخ الطبری۵ :۴۱۸؛الکامل فی التاریخ۲ :۵۵۹؛الارشاد۹۱:۲؛اعلام الوری۱: ۴۵۵۔

بات پر حمد بجا لاتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کی کرامت سے نوازا ہے اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی ہے اور دین کی سمجھ عطاء کی ہے اور ہمارے لئے سننے والے کان، دیکھنے والی آنکھیں اور سمجھنے والے دل مرحمت فرمائے ہیں اور تو نے ہمیں مشرکوں سے قرار نہیں دیا۔ حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ میرے اصحاب سے بہتر اور نیک کوئی نہیں، کسی اور کے اصحاب کو نہیں جانتا جو ان سے بہتر ہو اور نہ ہی میرے اہل البیت سے بہتر اور صلہ رحمی کرنے میں سب سے زیادہ اور احسان کرنے میں سب سے آگے کسی اور کے اہل بیت کو نہیں پاتا، آپ سب کو اللہ تعالیٰ میری جانب سے جزاء خیر عطاء فرمائے آگاہ رہو کہ مجھے اس بات پر یقین ہے کہ ان دشمنوں سے ہمارا معرکہ بھی ہونا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے آپ کے بارے میں یہ رائے بنائی کہ تم سب چلے جاؤ، میری طرف سے تم آزاد ہو، تمہارے اوپر میری جانب سے کوئی حق تمہارے اوپر نہیں ہے رات چھا چکی ہے اسے سواری بناؤ اور یہاں سے چلے جاؤ"

ابو عبداللہ آپ پر خدا کی سلامتی ہو، یہ کیا نیکی ہے اور کیسی نیکی ہے، یہ کیسی سچائی ہے اور کتنی واضح و صراحت کے ساتھ بات ہے؟

اس کے جواب میں یزید اور عبید اللہ بن زیاد نے جھوٹ، فریب، دھمکی اور لالچ کے ذریعے یا پیسے اور درہم کے ذریعے یا کوڑوں اور قتل یا جھوٹے وعدوں کے ذریعے فوجوں کو اکٹھا کرنے کا کام کیا ہے اور یہ صرف فوج کے لیے ہی نہیں تھا اور فوج کے رہنماؤں کے لیے بھی، مثال کے طور پر:

جب عبداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ میں سہولت فراہم کرنے کا حکم دیا تو عمر بن سعد نے ان سے کہا: "اگر تم خود کو ابن زیاد اس کے سپرد نہیں کرو گے اور اس پر چڑھائی کرو گے تو وہ آپ کو آپ کا کام تمام کر دیں گے امام حسین علیہ السلام نے اس سے کہا میں

اسے بہتر باغ تجھے مدینہ میں دوں گا اور آپ کا سر قلم کر دیں گے، تو آپ نے کہا:
"تو پھر ایسا کرو۔"[1]

عمر بن سعد نے امام حسین علیہ السلام کی نصیحت کو نہ مانا آپ کی باتیں سن کر اس نے کہا وہ میرا گھر جلادیں گے میرا باغ اجاڑ دیں گے، مجھے مار دیں گے۔

عمر بن سعد کا رویہ

عمر بن سعد کا یہ انداز تھا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی نصیحت کے سامنے بے بس نظر آیا جب امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ تمہیں کوفہ کی گورنری نصیب نہ ہو گی تو وہ طنزیہ کہنے لگا کہ لے کر دکھاؤں گا امام حسین علیہ السلام نے اسے بتایا کہ تجھے انعام میں ری کی گورنری نہیں ملنے والی اور جو کچھ تم نے سوچ رکھا ہے وہ حاصل نہیں کر پاؤ گے۔ عمر بن سعد کو امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے بھی نصیحت کی اسے بہت سمجھایا اس کا اہل البیت میں مقام و منزلت بنانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی گمراہی اور ضد پر ڈٹا رہا اور اس نے تاریخ کے بدترین جرم کا ارتکاب کیا۔ (مترجم)
بریر نے عمر بن سعد سے کہا: کیا تو اہل البیت نبوت کو چھوڑ رہا ہے اس حال میں کہ وہ پیاسے مر جائیں ان کے درمیان اور فرات کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی ہے تاکہ وہ پانی حاصل نہ کر سکیں اور پیاسے مر جائیں اور تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی معرفت رکھتا ہے۔

یہ سن کر کچھ دیر عمر بن سعد خاموش رہا اور سر جھکائے زمین پر نظر جمائے رکھی پھر اپنا سر اوپر اٹھایا اور جواب دیا بلاشک میں یقین کی حد تک یہ جانتا ہوں کہ جو بھی آپ سے جنگ کرے گا، آپ کو قتل کرے گا اور آپ کے حقوق کو غصب کرے

[1]۔ ترجمة الامام الحسين من طبقات ابن سعد: ٦٧۔

گا وہ ہر حال میں آتش جہنم میں ہو گا لیکن وائے ہو تجھ پر اے برابر غم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو کہ میں ری شہر کی گورنری چھوڑ دو اور اس جگہ کی گورنری کسی اور کو مل جائے میرا نفس اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے اور کسی بھی حال میں میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔

پھر اس نے ان اشعار کو پڑھا:

دعانی عبید الله من دون قومه — إلی خطة فیها کرجت لحینی

فوالله لا أدری وإنی لواقف — أفکر فی أمری علی خطرین

أأترك ملك الری والری بغیة — أم ارجع مذموما بقتل حسین

وفی قتله النار التی لیس دونها — حجاب وملك الری قرة عین

اس گفتگو کے بعد بریر بن خضیر ہمدانی امام حسین علیہ السلام کے پاس واپس آگئے اور آکر عرض کیا: [1]

﴿یابن بنت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم إن عمر بن سعد قد رضی أن یقتلك بملك الری﴾

ترجمہ: "اے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند عمر بن سعد اس پر بات راضی ہو چکا کہ وہ ملک ری کی حکمرانی کے بدلے آپ کو قتل کر دے"

---

[1] ۔الفتوح ۵: ۹۶؛ کشف الغمة ۲: ۲۵۹۔

آپ سوچیں! اگر اس لشکر کے کمانڈر کی یہ صورت حال ہے تو پھر اس کے فوجیوں کی کیا حالت ہو گی؟

۳۔ بعض اوقات انسان اخلاق کریمہ: سے آراستہ ہوتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اخلاق کریمہ کو اپنائے ہر آن اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اخلاقیت کے مکارم و فضائل تک خود کو پہنچائے لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں بہت سارے افراد خود کو اخلاقیات سے عاری رکھتے ہیں۔ حالات، واقعات اور اوقات میں ان کی روش تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ جب انسان کسی مشکل میں پھنس جاتا ہے یا اس پر کوئی بہت بڑی آفت آن پڑتی ہے یا اسے ہر جانب سے مصائب و مشکلات گھیر لیتی ہیں تو سوسائٹی میں اسے جن لوگوں سے رابطہ اور تعلق ہوتا ہے ان کے ساتھ جو اس کا رویہ ہوتا ہے اور طرح کا رویہ ہوتا ہے یا شخصی اعمال میں جو اس کا رویہ ہوتا ہے۔ وہ اور ہوتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض افراد تو اندر سے بہت ہی پر سکون ہوتے ہیں اور وہ بہت ہی محترم ہوتا ہے دوسروں سے احترام سے بات کرتا ہے لیکن وہ شخص گھر سے باہر بد اخلاق ہوتا ہے بات بات پر اُلجھ پڑتا ہے اور کوئی شخص اس کے برعکس ہوتا ہے گھر میں بد اخلاق اور گھر سے باہر خوش اخلاق ۔ ایک وقت میں وہ سخی و کریم نظر آتا ہے تو دوسری طرف وہ بہت بخیل و کنجوس، ایک وقت میں دلیری دیکھاتے نظر آتا ہے تو دوسرے وقت میں وہ بزدلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

بعض دفعہ وہ ایک آدمی کا احترام کرتا ہے، اسے عزت دیتا ہے، جب اس کے لئے ایسا کرنا اس کے مفاد میں ہوتا ہے ، جب اس کا ذاتی فائدہ نہ ہو تو پھر وہ اس شخص کا احترام نہیں کرتا اور نہ ہی اسے عزت دیتا ہے۔ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ اس طرح کی بہت ساری مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

امام حسینؑ کے اخلاقیات

لیکن جب ہم امام حسین علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ واضح نظر آتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ آپ کا رویہ اور برتاؤ کسی بھی حال میں تبدیل نہیں ہوتا تھا چاہے وہ امن کا زمانہ ہو، یا جنگ کا زمانہ ہو، یا خوشحالی کا زمانہ ہو، یا بدحالی کے ایام ہوں، سخت ترین حالات اور مشکل ترین لمحات میں بھی آپ کی اخلاقی روایات میں تبدیلی نظر نہیں آتی۔آپ کا عمدہ اخلاق اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی اسی طرح تھا جیسا اپنے قریب ترین افراد کے لئے ہوتا تھا جبکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ دشمن آپ کو قتل کرنے کے لئے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔آپ کی اولاد،آپ کے اصحاب،آپ کے اہل البیت علیہم السلام بلکہ آپ کے کم سن بچوں تک کو قتل کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔

امام حسینؑ کا گریہ کرنا

آپ ان پر شفقت اور ترس کھاتے ہوئے روتے ہیں کہ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں ان کا خیر خواہ ہوں یہ میری نصیحت کو نہیں سنتے اور آتشِ جہنم کی طرف چلے جا رہے ہیں۔یہ کیسا عظیم اخلاق ہے جو اپنے قاتلوں کی بربادی اور ان کے جہنم میں جانے پر خوش نہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ وہ جہنم سے بچ جائیں اور اس کے لئے آخری حد تک کوشش کرتے ہیں یہ کتنی بڑی لیاقت وصلاحیت ہے جس کے آپ مالک ہیں۔یہ بات فقط امام حسین علیہ السلام کا ایک وصف نہیں بلکہ یہ بات آپ کے تمام مکارم اخلاق میں آپ دیکھیں گے۔

ہر حال میں سچائی

۴۔ضروری ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال میں اپنے اقوال میں اپنے بیانات میں سچا ہو اس کے اقوال اور بیانات واقعیت اور حقیقت سے ہم آہنگ ہوں اگرچہ اس وجہ سے سچ بولنے والے کے لئے نقصان بھی کیوں نہ ہو رہا ہو۔

حدیث میں ہے:

﴿قل الحق ولوعلى نفسك﴾[1]

ترجمہ ”حق بات کہو اگرچہ وہ حق بات آپ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو“

کیونکہ سچائی میں نجات ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے البتہ اعمال میں سچائی اس طرح ہے کہ انسان ان اعمال کو انجام دے جنکو اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے چاہا ہے اور ان اعمال کو چھوڑ دے جن کو چھوڑنے کے لئے اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے حکم دیا اور جنکی وجہ سے اللہ اور اللہ کے رسولؐ ناراض ہوتے ہیں۔اسی سے ایمان، اطاعت اور عبادت میں سچائی محقق ہوتی ہے۔

دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اعمال کی سچائی انسان کے عمل سے مطابقت رکھتی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾[2]

---

[1]۔بحار الانوار ۷۴ :۱۷۱۔

[2]۔سورۃ الصّف: ۲:۳۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو''

جس کی سچائی یہ ہے کہ انسان کے اعمال اس کے بیانات اور اقوال کے مطابق ہوں جو وہ کہتا ہے ویسے ہی عمل کرے کسی بات کا کسی کو حکم نہ دے مگر یہ کہ وہ خود اس پر عمل کرے کسی کام سے کسی کو نہ روکے مگر یہ پہلے خود اس کو ترک کرے۔

بہت زیادہ اس امر کی ضرورت ہے کہ خود کو سچائی کی کسوٹی پر رکھا جائے اور اس کا تحقق ہو، زندگی کے تمام مراحل میں ایسا ہو، جو بات بہت ہی قابل افسوس ہے کہ لوگ زیادہ تر سچائی سے دور ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرہ اور سوسائٹی میں فساد پھیلتا ہے۔ ظلم و زیادتی اور فتنہ عام ہوتا ہے اور دوسروں کے حقوق کو غصب کیا جاتا ہے نوبت تو یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ عمومی حالت جو رائج ہو چکی ہے وہ جھوٹ اور دھوکہ سے عبارت ہے۔ سچائی سوسائٹی سے غائب ہے اور عملی زندگی سے دور ہے جھوٹ عام ہے اور یہ معاشرہ تباہی اور ہلاکت سے گزر رہا ہے جو کہ بہت ہی افسوس ناک ہے۔

۵۔ سخاوت اور شکستہ دل انسان کی فریادرسی

روایت میں آیا ہے۔امام حسین علیہ السلام کا کارروان سفر جاری رکھے ہوئے ہیں راوی کا بیان ہے کہ ہم تیزی سے ذی حسم کی جانب بڑھ گئے اور ہم آنے والی جماعت سے پہلے وہاں پر پہنچ گئے۔ حسین علیہ السلام اپنی سواری سے اُترے اور خیمے لگانے کا حکم دیا اس طرح خیام وہاں پر لگا دیے گئے اس کے بعد ایک جماعت وہاں پہنچ گئی کہ وہ ایک ہزار گھوڑ سوار ''حر ابن یزید التمیمی الیربوعی'' کی سربراہی

میں تھے۔ سخت گرمی کی دوپہر میں وہ گھوڑ سوار امام حسین علیہ السلام اورآپ کے اصحاب جو تیاری کی حالت میں اپنی تلواریں لئے کھڑے تھے لیکن ان کی حالت دیکھ کر حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ اس جماعت کو پہلے پانی پلاؤاور پانی سے سیر کرواوران کے گھوڑوں پر پانی جھڑکاؤ، یعنی انہیں پانی پلانے کے ساتھ ان پر پانی کا چھڑکاؤ کر کے انہیں ٹھنڈا کرو،جوانوں کی ایک ٹولی نے گھوڑوں کو پانی پلانا شروع کیا اورایک ٹولی نے گھوڑ سواروں کو پانی پلانا شروع کیا اوران کو پانی سے سیراب کردیا جوانوں نے بڑے بڑے تھالوں کو اٹھایا،بڑے برتنوں کو لیا، بالٹیاں، تھال،ٹب بہرحال جو برتن ملاہرایک انہیں پانی سے بھرنے لگا اور گھوڑوں کے سامنے رکھ دیتے جب تین دفعہ ایک گھوڑا پانی پی لیتا تو پھر دوسرے کے پاس پہنچا دیا جاتا یہ کام بڑی تیزی سے انجام دے رہے تھے یہاں تک کہ آخری گھوڑے تک کو سیراب کردیا گیا۔

ہشام کہتا ہے کہ مجھے یہ بات'' علی بن الطعان المحاربی ''نے بتائی کہ میں حر بن یزید کے لشکر میں شامل تھاان کے ساتھیوں میں ، میں آخری تھا جو وہاں پر پہنچا۔ حسین علیہ السلام نے مجھے اور میرے گھوڑے کی پیاس کے مارے جو میرا برا حال دیکھاتو کہا ''أنخطالروایة'' روایہ کو بٹھاؤ؛روایہ کا معنی مشکیزہ کے لئے تھا مگر میں یہ بات نہ سمجھا توآپ نے فرمایا: ''ابن اخی انخ الجمل'' (یہ ہے امام حسین علیہ السلام کااخلاق)۔ بھتیجے سواری کو بٹھاؤتو میں نے سواری کو بیٹھایااور مجھے کہاکہ تم پانی پیو میں نے پانی پیناچاہا لیکن جیسے مشکیزہ کواٹھایا اور پانی لینا چاہا تو پانی میرے منہ تک نہ آیا توامام حسین علیہ السلام نے مجھے کہاکہ مشکیزہ کے منہ کو اس طرح ٹیڑھا کرو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ سمجھ نہ آرہی تھی کہ کیسے کروں ےو حسین علیہ السلام خود آگے بڑھے

اور مشکیزہ کو ٹیڑھا کر کے مجھے پانی پینے کا طریقہ سمجھایا اس طرح میں نے پانی پیا اور اپنے گھوڑے کو بھی پانی پلایا۔[1]

اس مقام پر امام حسین علیہ السلام سخاوت : کی عمدہ ترین، خوبصورت ترین اوراعلیٰ مثال پیش کرتے ہیں۔اس طرح پریشان حال کی تکلیف کا مداوا کرتے ہیں جبکہ انہیں خود سخت ضرورت تھی پھر سامنے جو کھڑے تھے جن کو پانی پلایا وہ ایک فرد نہیں تھا بلکہ وہ ایک فوجی دستہ تھاجوآپ کے خلاف یہاں آیا تھا آپ کو گرفتار کرنے کاارادہ لیکرآیا تھا۔

تیسری بات یہ کہ وہ سب آپ کے دشمن تھے آپ کے قیام کرنے اورآپ کو مجبور کرکے اپنی مرضی کی جگہ پر لے جانے کے ارادوں سے آئے تھےآپ نے اپنےاصحاب کو حکم دیا کہ جو بھی آئے ہیں سب کو بلایا جائے ان کے گھوڑوں کو پانی سے سیراب کیا جائے یہاں تک کہ حیوان خود نہ رک جائیں انہیں پانی دیتے رہیں اوراخری آنے والے کواپنے مبارک ہاتھوں سے پانی پلاتے ہیں کیا پورے عالم میں کوئی ایسا قائد ماضی سے لیکر آج کے دورتک میں نے نہیں دیکھا جو اس طرح اپنے دشمنوں کی فوج کوطاقت فراہم کرے۔

یہ اس لئے کہ اخلاق ایسی حالت ہے جو تبدیل نہیں ہوتی حالات کے بدلنے سے اخلاق نہیں بدلتا آپ اخلاق کی اعلیٰ مثال ہیں یہ امام حسین علیہ السلام کا عمل تھا۔اس کے مقابل میں قوم نے جو کیا ان کا رویہ اپنا تھا اس لامحدود محبتوں کا بدلہ کس طرح چکایا انہوں نے اس عمل کے بالکل برعکس کیا جوامام حسین علیہ السلام نے ان کے ساتھ کیا تھا۔

---

[1] ۔تاریخ الطبری۵ :۴۰۰؛انساب الاشراف۳ :۳۸۰؛اعلام الوری۱ :۴۴۸۔

ابن زیاد کا حر کے نام خط

روایت میں آیاہے کہ ابن زیاد کا نمائندہ آتا ہے جو حر بن یزید الریاحی اوراس ساتھیوں پر سلام کرتا ہے لیکن امام حسین علیہ السلام اورآپ کے ساتھیوں پر سلام نہیں کرتا، حر کے لئے ابن زیاد کا خط دیتاہے۔

اس خط میں یہ تحریر تھا:

﴿فجعجع بالحسين بالحسين حين يبلغك كتابى، ويقدم عليك رسولى، فلاتنزله الابا العراء فى غير حصن وعلى غير ماء ، وقد أمرت رسولى أن يلزمك ولا يفارقك، حتى يأتينى بانفاذك أمرى والسّلام﴾[1]

ترجمہ: ''جب میرا خط آپ کے پاس پہنچ جائے توحسین علیہ السلام کے ساتھ سختی سے پیش آنا،انہیں وہاں پراتارو جہاں پر دفاع کے لئے کوئی پناہ گاہ نہ ہواور پانی والی جگہ بھی نہ ہو،میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ تیرے ساتھ موجود رہے یہاں تک کہ میرے حکم کو تم عملی جامہ پہناؤاوروہ جب یہ خبر میرے لئے لے آئے''

---

[1]۔تاریخ الطبری۵ : ۴۰۸؛الکامل فی التاریخ ۲ :۵۵۵؛الاخبار الطوال:۲۵۱؛الارشاد۲ :۸۲ وغیرھا۔

گھٹیا پن اور یہ بداخلاقی اس قوم کی نمایاں خصوصیت تھی یہی ان کی عادت اور یہی ان کا مزاج تھا، ان کا یہی طرز عمل تھا کہ انہوں نے سبط نبیؐ حسین علیہ السلام اور ان کے عیال کو پانی سے آخری لحظہ تک روک دیا۔ انہیں پیاسا رکھا اور امام کو بھوکا پیاسا قتل کیا گیا۔

عمر بن سعد کے نام ابن زیاد کا خط: ابن زیاد کا عمر بن سعد کے پاس ۷ محرم الحرام کو خط آتا ہے۔

﴿أما بعد فحل بين الحسين و أصحابه و بى الماء، ولا يذوقوا منه قطرة﴾[1]

ترجمہ: ''حسین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب کے لیے پانی بند کر دو اس طرح کہ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہ حاصل کر سکیں۔''

اُنہوں نے پانی کو مردوں اور عورتوں پر بند نہیں کیا بلکہ چھوٹے بچوں تک کے لیے پانی بند کر دیا، شیر خوار تک پانی سے محروم رہے یہ سب وہ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے عیال تھے، ان کی اولاد تھے ان کے اھل تھے جو کچھ دس محرم الحرام کو کیا گیا تو وہ بہت ہی سنگین اور انتہائی تکلیف دہ ہے۔ یہ لوگ کس طرح اس ظلم وزیادتی کے بعد رسول اللہ ﷺ کا سامنا کریں گے، قیامت کے دن جب رسول اللہ ﷺ کہیں گے کہ تم نے میری اولاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا تو ان کے پاس اس کا کیا جواب ہو گا؟

اس مضمون کی آمدہ روایات سے حاصل شدہ نتائج:

[1]۔تاریخ الطبری ۵: ۴۱۲، انساب الاشراف ۳: ۳۸۹، الارشاد ۲: ۸۲، روضۃ الواعظین ۲۰۱ و غیرھا۔

ا۔ سخاوت، مہربانی، پریشان حال کی مدد کرنے اور دوسروں کو امداد دینے کے بارے روایات بہت زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴾[1]

ترجمہ: ''اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب یقینا بے نیاز اور صاحب کرم ہے''

اور جگہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ﴾[2]

ترجمہ ''یقیناً یہ ایک کریم رسول کا قول ہے''

سخاوت اور کریمی اللہ کی صفات سے ہے اورالٰہی صفات سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کوآراستہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿السخاء شجرة من الشجر الجنة، متدلية إلى الأرض من أخذ منها غصنا قاده ذلك الغصن إلى الجنة﴾[3]

ترجمہ: ''سخاوت جنت کے درختوں سے ایک درخت ہے، جس کی ٹہنیاں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں، جس کسی نے اس کی ایک ٹہنی کو پکڑ لیا تو وہ اسے جنت کی جانب کھینچ کرلے جائے گی''

---

[1]۔سورۃ النمل: ۴۰۔

[2]۔سورۃ الحاقہ: ۴۰۔

[3]۔تنبیہ الخواطر: ۱۷۸؛ جامع السعادات ۲؛ ۸۷۔

النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿ماجعل اللہ أولیاءہ إلاعلی السخاء وحسن الخق ----- إن السخی قریب من اللہ، قریب من الناس، قریب من الجنۃ، بعید من النار﴾[1]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو سخاوت پر ہی قرار دیا ہے اور حسن خلق پر اللہ کے اولیاء ہیں۔-- بلاشک سخی اللہ کے قریب ہے، وہ لوگوں کے قریب ہے، وہ جنت کے قریب ہے، آتش جہنم سے دور ہے''

امام الکاظم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿السخی الحسن الخلق فی کنف اللہ لا یستخلی اللہ منہ حتی یدخلہ الجنۃ، وما بعث اللہ عزوجل نبیاً ولاوصیاإلا سخیا، وما کان أحد من الصالحین إلا سخیا، ومازال أبی یوصینی بالسخاء حتی مضی﴾[2]

ترجمہ: ''سخاوت اور اچھے اخلاق والا، اللہ کی حفاظت وامان میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا اور نہ ہی کسی وصی یا نبی کو قرار نہیں دیا مگر یہ کہ انہیں سخی بنایا، صالحین سے کوئی ایک ہی انہیں مگر یہ کہ وہ سخی ہوتا ہے، میرے بابا مسلسل مجھے یہ وصیت کرتے تھے کہ سخاوت کیا کرو آخر عمر تک ان کی یہی وصیت تھی''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] ۔جامع السعادات ۲ :۸۷۔

[2] ۔الکافی ۴ :۳۹ / ۴۔

﴿من أغاث ملهوفا، كتب الله له ثلاثا وسبعين حسنة، واحدة منهايصلح اخرته ودنياه، والباقي في الدرجات﴾[1]

ترجمہ: ''جس شخص نے کسی شکستہ دل کی فریادرسی کی اوران کی پریشانی کودور کیا تواللہ تعالیٰ اس کے لئے تہتر نیکیاں درج کرے گا کہ ان میں سے ایک ایسی ہے جواسکی دنیااورآخرت کودرست کرنے کے لئے کافی ہے اور باقی نیکیاں اس کے لئے درجات ہیں''

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿قال رسول الله صلى الله عليه وآله: كل معروف صدقة والدال على الخير كفاعله والله عزوجل يحب إغاثة اللهفان﴾[2]

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امیر المؤمنین علیہ السلام نے یہ بیان نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: یہ معروف (اچھی بات، اچھا کام) صدقہ ہے اور خیر اوراچھائی کے کام کی نشاندہی کرنے والا شخص ایسے ہے کہ جس طرح اس نے خود عمل کیا ہے اوراس نے شکستہ دل اورپریشان حال کی فریادرسی اوراس کی مشکلات کو حل کرنے والے کی طرح ہے''

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

1۔ الکافی ۴: ۲۷۔

2۔ الکافی ۴: ۲۷ / ۴۔

"إن من موجبات المغفرة :إدخالك السرور على أخيك المسلم، وإتباع جوعته، وتنفيس كربته"

ترجمہ: "مغفرت کے اسباب سے یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو خوشی سے نوازنا، اس کی بھوک کا مداوا کرنا اور اس کی پریشانی اور تکلیف کو دور کرنا"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿من كفارات الذنوب العظام إغاثة الملهوف والتنفيس عن المكروب﴾[1]

ترجمہ: "بڑے گناہوں کے کفارات سے ہے کہ پریشان حال اور شکستہ دل کی پریشانی کو دور کرنا، غمگیں کے غم کو دور کرنا"

امام علی بن الحسین علیہما السّلام سے ہے:

﴿والذنوب التى تنزل البلاء ترك إغاثة الملهوف،وترك معاونة المظلوم، وتضييع الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر﴾[2]

ترجمہ: "ایسے گناہ جن کی وجہ سے مصیبت اترتی ہے،وہ اس طرح ہیں، پریشان حال کی مدد نہ کرنا، مظلوم کی مدد چھوڑ دینا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ضائع کرنا"

لوگوں کی حاجت روائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَأُولَٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾[3]

---

[1]۔نہج البلاغۃ: ۴۷۲ حکمۃ ۲۴؛تنبیہ الخواطر۱: ۴۲؛بحار الانوار ۷۵ :۲۱ / ۲۱۔

[2]۔معانی الاخبار للصدوق: ۲۷۱ :وسائل الشیعۃ :۵۲۰۔

[3]۔سورۃ آل عمران: ۱۱۴۔

ترجمہ: "اور وہ لوگ اچھائی کے کاموں میں تیزی سے جاتے ہیں اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں"

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

﴿إذا أراد الله بعبد خيرا استعمله على قضاء حوائج الناس﴾[1]

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے خیر کاارادہ کرتا ہے تو اسے لوگوں کی ضروریات حل کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے"

امام صادق علیہ السلام سے ہے:

﴿ لقضاء حاجة امرء مؤمن أحب إلى [الله] من عشرين حجة ينفق فيها صاحبها مائة ألف﴾[2]

ترجمہ: "ایک مومن شخص کی حاجت روائی کرنا، اللہ کے نزدیک بیس حج سے بھی زیادہ محبوب ہے، اگرچہ حج پر ہر حاجی نے ایک لاکھ دینار بھی خرچ کئے ہوں"

۱۔ایک مومن آدمی کو چاہیے کہ وہ دوسروں پر بہت زیادہ خرچ کرنے والا ہو، دوسرے کے مسائل حل کرنے میں بہت زیادہ توجہ دے ان کے غموں اور پریشانیوں کو دور کرنے میں اپنا کردار ادا کرے، ہر طرح کی مدد انہیں فراہم کرے جس نے ایسا کیا تو اس نے اس عمل میں اپنے نبی کریم ﷺ اور ان کے اہل البیت علیہم السلام کی اقتداء کی بالخصوص سید السخیاء امام حسین علیہ السلام کی پیروی کرنے والوں سے ہوگا۔امام حسین علیہ السلام کی بخشش و سخاوت کی کوئی حد و بندش

---

[1]۔کنزالعمال ٦ :٣٥١ / ١٦٠١١٤۔

[2]۔الکافی ٢: ١٩٣ / ٤۔

نہیں بلکہ ہر ایک کو آپ شامل کرتے ہیں اپنے دشمنوں تک کے لئے آپ نے سخاوت کی اور ان کی پریشانیوں کو دور کیا۔

۲۔اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ان لوگوں کے بارے میں فرمایاجواپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

﴿وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: ''اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں''

بخشش اور سخاوت کی یہ حالت اپنی بلندی کو پہنچ جاتی ہے کہ جب انسان خودضرورت مندہو لیکن وہ دوسرے کوترجیح دے اس حالت کوایثار کہاجاتا ہے۔اگران روایات میں بیان کردہ مطالب پر عمل کیا جائے توانسان اپنے لئے بلند مقامات حاصل کر سکتا ہے اور دنیااورآخرت کی سعادت مندی اس کے حصہ میں آجائے گی۔

۶۔اللہ کی قضاء پریقین اوررضایت (راضی ہونا)

حدیث میں آیا ہے: جناب اُم سلمہ علیہاالسلام کابیان ہے: کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن میرے کمرے میں تشریف فرماتھے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نہ آئے تومیں انتظار میں بیٹھ گئی (کہ کب اس خلوت سے فارغ ہوتے ہیں)اسی اثناء حسین علیہ السلام آپ کے پاس چلے گئے کچھ دیر نہ گزری کہ میں نےآپ کے

1۔سورۃ الحشر:۹۔

زور زور سے رونے کی آواز سنی تو میں نے اندر جھانک کر دیکھا تو حسین علیہ السلام آپ کی گود میں تھے اور النبی ﷺ ان کی پیشانی کو مسح کر رہے تھے اور رو رہے تھے میں نے یہ دیکھ کر کہا کہ اللہ کی قسم جب حسین علیہ السلام اندر گئے تو میں نے انہیں اندر جاتے ہوئے نہیں دیکھا تو النبی ﷺ نے فرمایا: کہ جبرئیل ہمارے ساتھ اس کمرے میں موجود تھے تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا تم حسین علیہ السلام سے محبت کرتے ہو تو میں نے جواب دیا کہ جی ہاں! میں دنیا میں سب سے زیادہ انہیں دوست رکھتا ہوں وہ میرا پیارا ہے تو جبرئیل علیہ السلام نے یہ سن کر کہا کہ بتحقیق تیری اُمت اسے ایک زمین میں قتل کرے گی جس زمین کو کربلاء کہا جاتا ہے اور جبرئیل نے اس زمین سے مٹی کو اٹھایا اور وہ مٹی مجھے دی ہے۔

جس وقت حسین علیہ السلام کو گھیرا ڈال کر ایک سر زمین پر ہی پہنچا دیا گیا تو آپ نے اس زمین کے بارے سوال کیا کہ اس زمین کا نام کیا ہے تو وہاں پر جو لوگ موجود تھے۔انہوں نے بتایا کہ اس کا نام کربلاء ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا:

﴿صدق اللہ و رسولہ، أرض کرب وبلاء﴾[1]

ترجمہ: ”اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے سچ کہا کہ یہ زمین غم میں مبتلاء کرنے اور مصیبت کی جگہ ہے (پریشانی کا مقام ہے)“

ذی حسم کے مقام پر امام حسینؑ کا خطاب

آپ نے اللہ کی حمد بجالائی اور توصیفی کلمات کہنے کے بعد فرمایا:

[1]۔المعجم الکبیر ۳: ۱۰۸ / ۲۸۱۹؛ کنز العمال ۱۳ :۶۵۶ / ۳۷۶۶۶۔

﴿إنه قد نزل من الامر ماقد ترون ، وإن الدنيا قد تغيرت وتنكرت وأدبرمعروفها، واستمرت جدا فلم يبق منها إلا صبابة كصبابة الاناء، خسيس عيش كالمرعى الوبيل، ألاترون أن الحق لا يعمل به، وأن الباطل لايتناهى عنه، ليرغب المؤمن فى لقاء الله محقا، فانى لا أدرى الموت إلا سعادة ولاالحياة مع الظالمين إلابرما﴾

ترجمہ: ''ابھی جو حالات بن چکے ہیں، وہ آپ سب دیکھ رہے ہیں، بلاشک دنیا بدل گئی ہے اور دنیا نے اپنا بھیس بدل لیا ہے (بدحالی سامنے آئی ہے) دنیا سے اچھائی نے رُخ موڑ لیا ہے، اچھائی نے پیٹھ پھیر لی ہے اور دنیا اسی ڈگر پر آگئی ہے کہ اس سے اچھائی کی کوئی امید نہیں بچی مگر پانی کے برتن کی تہہ (تلچھٹ) اور اب یہ گھٹیا اور پست زندگی پر کھڑی ہے اور بدبودار گھاس کی مانند ہے، کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ حالات اس حد تک پہنچ گئے کہ حق پر کوئی عمل کرنے والا نہیں اور باطل سے روکنے والا کوئی نہیں تو ایسے حالات میں مومنوں کو چاہیئے کہ وہ حق پر چلتے ہوئے اللہ کی ملاقات کی رغبت کریں، آگاہ رہو کہ کربلاء تک ہجرت کو ،سوائے سعادت کے اور کچھ نہیں دیکھتا اور ظالموں کے ہمراہ زندگی اکتاہٹ دورکی بے سکونی ہے (کڑھن محسوس کرتا ہوں، ظالموں کے ساتھ زندگی افسردگی کے سوا کچھ نہیں)''
اس دوران زہیر بن قین کھڑے ہو کر اصحاب کی جانب رخ کر کے کہتے ہیں کہ آپ میں سے کوئی بات کرے گا یا میں بات کروں تو اصحاب نے جواب دیا نہیں! آپ ہی بات کریں۔

حضرت زہیر بن قین کا امام حسینؑ کے خطاب کے بعد بیان

باری تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالانے کے بعد اس طرح گفتگو کی:

﴿قد سمعنا هداك الله یا ابن رسول الله مقالتك، والله لو كانت الدنیا لنا باقیة وكنا فیها مخلدین إلاأن فراقها فی نصرك ومواساتك لأثرنا الخروج معك علی الإقامة فیها﴾[1]

ترجمہ: ”یابن رسول اللہ،اللہ آپ کے لئے سارے معاملات ٹھیک رکھے،اگردنیا ہمارے لئے باقی رہنے والی ہوتی اورہم نے اس میں ہمیشہ کے لئے موجود رہتے تو بھی ہم آپ کی نصرت اورآپ کے ساتھ ہمدردی کے لئے دنیا کو چھوڑنے اورآپ کا ساتھ دینے کوترجیح دیتے،دنیامیں رہنے کوترک کردیتے“

امام حسین علیہ السلام نے اس کی یہ بات سن کر انہیں دعاء دی: آپ کے لئے خیر ہو۔

ایک اورروایت کے مطابق آیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے سفر کوجاری رکھا یہاںتک کہ آپ چلتے چلتے جب کربلاء کی سرزمین پر پہنچ گئے وہاں پر رک کر سوال کیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے توآپ کو بتایا گیا کہ ”ھذا کربلاء یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“

امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کرفرمایا:

﴿هذا والله یوم كرب وبلاء،وهذاالموضع الذی یهراق فیه دماؤنا،ویباح فیه حریمنا﴾[2]

---

[1]۔تاریخ الطبری۵ : ۴۰۳؛مثیرالاحزان: ۴۴؛تحف العقول: ۲۴۵؛المعجم الکبیر۳ : ۱۱۴/ ۲۸۴۲؛الملھوف: ۱۳۸۔

[2]۔الامالی للصدوق: ۲۱۹ / ۲۳۹۔

ترجمہ: ”جی ہاں! اللہ کی قسم آج کا دن مصیبت، پریشانی اور غم کا دن ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں پر ہمارا خون بہایا جائے گا اور اس جگہ میں ہماری حرمت کو پامال کیا جائے گا“

اس حوالے سے بہت زیادہ روایات موجود ہیں:

امام حسین علیہ السلام ان تمام حالات، واقعات، مصائب ومشکلات سے آگاہ ہیں جس سے آپ کو گزرنا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے ان حالات کے بارے آگاہ کیا تھا۔ جس نے بھی آپ کو اس خروج اور قیام سے منع کیا اور یہ بتایا کہ اس اقدام سے بڑے خطرات ہیں تو حسین علیہ السلام ان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی مشیت ہے۔

اللہ کی مرضی ہے کہ میں (حسین علیہ السلام) اس راہ میں شہید ہوں اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر مرنے کے لئے جارہے ہیں تو پھر اپنے اہل وعیال تو ساتھ نہ لے جائیں تو آپ نے جواب دیا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ اس راہ میں میرے اہل وعیال اسیر وقید ہوں، اس سب پر آپ اللہ کے فیصلہ پر راضی ہیں، اللہ کے امر کی پیروی کرتے ہیں جو اللہ کا ارادہ ہے آپ اسے تسلیم کرتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں حالات جو بھی تھے جیسی بھی مشکلات کا سامنا تھا آپ نے سب کو قبول کیا ظاہری نتائج سے بے پرواہ ہو کر حکم الہی پر عمل کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور آخری حد تک جاتے ہیں اور اس راستہ میں شہید ہوتے ہیں اپنے اصحاب، اپنی اولاد اور اپنے شیر خوار بچوں تک کو اس راہ میں قربانی پیش کرتے ہیں۔

امام حسینؑ کربلاء کی سرزمین پر

جب امام حسین علیہ السلام کربلاء میں اترتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

﴿هذا موضع کرب وبلاء،هاهنامناخ رکابنا،ومحط رحالنا۔ومقتل رجالنا۔وسفك دمائنا﴾[1]

ترجمہ: ”یہ جگہ غم ومصیبت سے عبارت ہے، اس جگہ ہماری سواری نے اترنا ہے، یہ ہمارے خیام کی جگہ ہے، یہ ہمارے مردوں کی قتل گاہ ہےاور یہ جگہ ہمارے خون بہائے جانے کی جگہ ہے“

سیدالشہداء علیہ السلام فقط اپنےاس سفر کے نتائج کے بارے آگاہ نہ تھے اورنہ فقط اسی حوالے سے راضی تھے بلکہ آپ کی تحریک میں جوکچھ ہونا تھااوراس تحریک میں شامل افراد کے ساتھ جو ہونا تھا، آپ ان سب حالات کے بارے آگاہ تھے اوراس تحریک کی جزئیات تک کوجانتے تھے آپ ان سب مصیبتوں پرراضی تھے اوراللہ کے فیصلہ کے سامنے تسلیم تھے۔

حسین بن زید علیہاالسلام کا بیان ہے:

بتحقیق جس دن حسین علیہ السلام شہید ہوتے ہیں اس دن آپ نے اللہ کی حمد وثناء بجالائی آپ کے خطاب میں تھا۔

﴿الحمد لله الذی جعل الاخرة للمتقین، والناروالعقاب علی الکافرین، وانا والله ماطلبنا فی وجهنا هذاالدنیا، فنکون الشاکین فی رضوان ربنا، فاصبروا فان الله مع الذین اتقوا، ودارالاخرة خیرلکم۔ فقالوا: بأنفسنا نفدیك۔ فقال: الراوی۔ الحسین بن زید بن علی: فکانواوالله یبادرونه الی القتال، حتی مضوا بین یدیه، فیحتسبهم ویستغفرلهم﴾[2]

---

[1]۔الفتوح۵ :۸۳؛مقتل الحسین للخوارزمی۱ :۲۳۶؛بحارالانوار۴۴ :۳۸۳۔

[2]۔الامالی للشجری۱: ۱۶۰۔

ترجمہ: ''حمد ہے اللہ کی جس نے آخرت کو متقین کے لئے قرار دیا ہے :آتش اور عذاب کو کافروں کے لئے قرار دیا ہے۔اللہ کی قسم ہم نے اس عمل میں ،ہم نے اس دنیا کا کوئی مفاد نہیں چاہا، ہم اپنے رب کے رضوان سے جڑے ہوئے ہیں، پس تم سب صبر کرو، بلاشک اللہ ان کے ساتھ ہے، جنہوں نے اللہ کا تقوی اختیار کیا،آخرت میں آپ کے لئے خیر و بہتری ہے۔''

آپ کی بات سن کر سب اصحاب نے یہ جواب دیا کہ ''بانفسنا نفدیك'' ہم سب اپنی جان کو آپ پر قربان کریں گے۔

راوی حسین بن زید علیہا السلام کا بیان ہے :

اللہ کی قسم آپ کے اصحاب جنگ کی طرف ایک دوسروں پر سبقت لیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے سب آپ کے سامنے شہید ہوگئے (گزرگئے)۔

امام حسین علیہ السلام انہیں اللہ کی راہ میں ثواب کی نیت سے تیار کر رہے تھے اور ان کو استغفار کرنے کا کہہ رہے تھے۔

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے اس یقین کو اپنے امام سے حاصل کیا وہ سب یقین اور ایمان کی بلندترین مقام کی منزل پر تھے۔

روایت میں ہے : کہ بریر۔عبدالرحمٰن سے مذاق کرتے ہیں ،اسے چھیڑتے ہوئے مذاق کرتے ہیں تو عبدالرحمٰن نے کہا یہ بات چھوڑ کیا یہ وقت باطل کے لئے ہے۔(غیر سنجیدہ مذاق کا مقام نہیں) توبریر نے کہا:اللہ کی قسم میری قوم کو معلوم ہے کہ میں نے کبھی بھی مذاق کو پسند نہیں کیا نہ جوانی میں اور نہ ہی بڑھاپے میں۔

لیکن اللہ کی قسم بلاشک میں اس وقت بہت زیادہ خوشی کی حالت میں ہوں کہ ہم نے کس سے جاکر ملاقات کرنی ہے ہمارے اور حور العین کے درمیان فاصلہ کچھ نہیں مگر یہ کہ یہ جماعت اپنی تلواروں کے ساتھ ہمارے اوپر حملہ آور ہوں اور تلواریں ہمارے اوپر چلائیں اور ہم ان حور العین سے جاکر معانقہ کریں۔[1]

یہ روایت اور اس طرح کی اور روایات میں آیا ہے کہ اہل البیت اور امام حسین علیہ السلام کے اصحاب یقین کی اس حد تک پہنچے ہوئے تھے، بلند ہمت تھے، پاکیزہ نفس تھے، یقین اور رضا کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔

ایک اور واقعہ ہے سعید بن عبداللہ الحنفی نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

﴿والله لوعلمت أنى أقتل، ثم أحيا ثم أحرق حيا، ثم أذر، يفعل ذلك بى سبعين مرة، ما فارقتك حتى القى حمامى دونك، فكيف لا افعل ذلك وانما هى قتلة واحدة، ثم هى الكرامة التى لا انقضاء لها أبدا﴾[2]

ترجمہ: "اللہ کی قسم: اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر جلایا جاؤں، پھر میری راکھ کو اُڑا دیا جائے اور میرے ساتھ ستر مرتبہ ایسا کیا جائے تو پھر بھی میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا، میری موت آپ کے دفاع میں ہو گی پھر میں ایسا کیوں نہ کروں کیونکہ یہ ایک دفعہ قتل ہونا ہے اس کے بعد کرامت و عزت ہے، اس کے بعد کچھ بھی نہیں سوائے ہمیشہ کی سعادت کے"

---

[1] ۔تاریخ الطبری۵: ۴۲۳؛الکامل فی التاریخ۲ :۵۶۱؛البدایة والنهایة۸ :۱۷۸ وغیرھا۔

[2] ۔تاریخ الطبری۵ :۴۱۸ ؛الکامل فی التاریخ۲ :۵۵۹؛البدایة والنهایة۸ :۱۷۶

؛مثیرالاحزان۵۳؛ روضة الواعظین: ۲۰۲؛الملهوف:۱۵۱: الارشاد۲: ۹۱۔

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے بارے بہت زیادہ بات کی جاسکتی ہے جو کچھ انہوں نے کہا اور جو کچھ ان کے بارے کہا گیا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔

اس کریمانہ اخلاق سے حاصل شدہ نتائج

ا۔ امام حسین علیہ السلام اور جو آپ کے کاروان میں موجود تھے سب کے سب یقین کی بلند ترین چوٹی پر فائز تھے اور وہ یقین کے بلند ترین مراتب پر فائز تھے یہ سب بلاوجہ یا کسی کمزوری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ بہت سارے اسباب کے تحت یہ مرتبہ انہیں نصیب ہوا۔

الف: یقین کے بارے جو روایات ہیں وہ ان سے آگاہ تھے، انہوں نے ان روایات کے مضامین میں غور و فکر کیا اور انہیں اچھی طرح پڑھا۔

یقین اس ثابت عقیدہ کو کہتے ہیں جو حتمی ہوتا ہے اور واقع کے مطابق ہوتا ہے جو کسی شبہ کی بناء پر زائل نہیں ہو سکتا چاہے شبہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو یقین ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے کیونکہ انسان پہلے ایک بات پر ایمان لاتا ہے پھر بعد میں کبھی تو جس پر وہ ایمان لاتا ہے ان کے بارے اسے یقین حاصل ہو جاتا ہے اور کبھی یقین حاصل نہیں ہوتا۔

لہٰذا یقین ایمان اور علم سے اعلیٰ اور بلند ترین ہے۔

حضرت ابراھیم کی خواہش

حضرت ابراھیم علیہ السلام مؤمن تھے، اللہ کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت کے بارے میں بھی آگاہ تھے، لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ بعینہٖ مردوں کو زندہ کرنے کے عمل کو دیکھائے۔

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾[1]

ترجمہ: ''اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا تھا: میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے، فرمایا: کیا آپ ایمان نہیں رکھتے؟ کہا: ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اطمینان مل جائے۔

فرمایا: پس چار پرندوں کو پکڑ لو پھر ان کے ٹکڑے کرو پھر ان کا ایک ایک حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تیزی سے آپ کے پاس چلے آئیں گے اور جان رکھو اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے''

اس میں حضرت ابراھیمؑ نے یقین کی حالت کو پانے کے لئے اللہ سے درخواست کی کہ اللہ اسے دیکھائے کہ مردوں کو اللہ کیسے زندہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴾[2]

ترجمہ: ''اور اس طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا (نظام) حکومت دکھاتے تھے تاکہ وہ اہل یقین میں سے ہو جائیں''

---

[1]۔سورۃ البقرۃ: ۲۶۰۔

[2]۔ سورۃ الانعام: ۷۵۔

لہٰذا یقین اخلاقی فضائل میں سب سے زیادہ شرف والا مرتبہ ہے یقین ہی کمالات میں سے بڑا کمال ہے۔اس حالت کو نہیں حاصل کر پاتا مگر وہ جس کی بڑی قسمت ہو۔

اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

﴿الیقین الإیمان کله﴾[1]

ترجمہ: ''یقین سارے کا سارا ایمان ہے''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾[2]

ترجمہ ''اہل یقین کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ ''

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿بالیقین تدرك الغایة القصوی﴾[3]

ترجمہ: ''یقین کے وسیلہ سے بلند ترین مقصد کو پایا جاسکتا ہے''

اس حوالے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ یقین عمل کے قبولیت کا ذریعہ ہے،اگرچہ وہ عمل مختصر اور کمتر ہی کیوں نہ ہو، تھوڑا عمل یقین کی حالت میں زیادہ عمل شک کی حالت سے بہتر ہے،یقین عمل کی قبولیت کا سبب ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

1۔ینابع المودۃ ۲ :۸۸ / ۱۷۹؛ جامع السعادات ۱ :۱۲۴۔

2۔سورۃ المائدۃ: ۵۰۔

3۔نہج البلاغۃ: ۲۹۰، خطبۃ ۱۵۷۔

﴿ان العمل الدائم القلیل علی الیقین أفضل عند اللہ تعالیٰ من العمل الکثیر علی غیر یقین﴾[1]

ترجمہ: ”ایسا عمل جو مسلسل انجام دیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہو، لیکن یقین کی حالت میں انجام دیا جائے تو یہ تھوڑا عمل اللہ کے ہاں اس زیادہ عمل سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے جو یقین کے ساتھ انجام نہ دیا جائے“

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

﴿إن اللہ بعدلہ وقسطہ جعل الروح والراحۃ فی الیقین والرضا وجعل الھم والحزن فی الشك والسخط﴾[2]

ترجمہ: ”بتحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل وانصاف کے ذریعہ یقین اور رضا میں آرام وسکون کو قرار دیا ہے ھم وغم وپریشانی کو شک اور ناراضگی میں قرار دیا ہے۔“

امام رضا علیہ السلام نے ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿الایمان فوق الاسلام بدرجۃ، والتقوی فوق الایمان بدرجۃ، والیقین فوق التقوی بدرجۃ، وماقسم فی الناس شئ أقل من الیقین﴾[3]

ترجمہ: ”ایمان اسلام سے ایک درجہ اوپر ہے اور تقوی ایمان کے ایک درجہ اوپر ہے اور یقین تقوی سے ایک درجہ اوپر ہے لوگوں میں یقین سے کم ترین کوئی چیز تقسیم نہیں کی گئی (یقین سب سے کم لوگوں میں تقسیم ہوا ہے)۔

---

[1]۔ الکافی۲: ۵۷ / ۳؛الاختصاص: ۲۲۷؛بحار الانوار۶۶ : ۴۰۔

[2]۔ الکافی۲: ۵۷ / ۲؛وسائل الشیعۃ۱۵: ۲۰۲ / ۵۔

[3]۔ الکافی۲ :۵۱ / ۲؛مسند الامام رضا۱ :۲۵۸ / ۸۔

جو شخص یقین کے مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے اندر نفسیاتی اور فکری طور پر ایک استقرار و سکون محسوس کرتا ہے ظاہری اور باطنی اطمینان اسے ملتا ہے"

لہٰذا ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو یقین کی حالت تک پہنچنے کے لئے کوشاں رہے اس کیفیت کے حصول کے لئے جتنا ہو سکتا ہے جد و جہد و عمل کرے۔

یقین کے اعلیٰ مرتبہ کو حاصل کرنے کے لئے یہ ہے کہ آدمی اپنے تمام اُمور اور اپنی ساری احتیاجات اور اپنے سارے مقاصد واہداف کے حصول کے لئے اللہ پر توکل کرے۔ اللہ کے سواء کسی سے امید وابستہ نہ کرے، اپنا اعتماد، اپنی امید فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ سے لگائے چاہے حالات جو بھی ہوں۔

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

﴿من ضعف يقينه تعلق بالأسباب﴾[1]

ترجمہ: "جس کا یقین کمزور ہوتا ہے وہ اسباب کے ساتھ جڑ جاتا ہے (اسباب پر ہی اعتماد اور زیادہ بڑھ جاتا ہے)"

اسی طرح یقین تک پہنچنے کے اسباب سے یہ ہے کہ اللہ کے اوامر و نواہی کی پابندی کی جائے جس میں یقین کی حالت ہوتی ہے۔ اس میں خشوع و خضوع، اطاعت اور تقوی کے تمام حالات میں پیدا ہوتا ہے، صحت، بیماری، خوشحالی، بدحالی، تکلیف، رفاہت، سختی، نرمی تمام حالات میں وہ خالق ہی کے سامنے تسلیم ہوتا

[1]۔جامع السعادات ا :۱۲۵۔

ہے اللہ کی قدرت،اللہ کی رحمت،اللہ کی حکمت پراسے یقین ہوتا ہے،اللہ اس کے حوالے سے جو بھی کرتا ہے تواس میں اس کی خیر اور بھلائی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾[1]

ترجمہ:"اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إذا أحب الله عبدا ابتلاه، فان صبر اجتباه، وان رضي اصطفاه﴾[2]

ترجمہ:"جب اللہ کسی عبد سے محبت کرتا ہے تو اسے مصیبت وتکلیف میں ڈال کر آزماتا ہے،اگروہ اس پر صبر کرے تو اللہ اسے برگزیدہ بنادیتا ہے اوراگروہ راضی ہوا تو اللہ اسے مصطفیٰ بنادیتا ہے، چن لیتا ہے"

امام صادق علیہ نے فرمایا:

﴿إن أعلم الناس بالله أرضاهم بقضاء الله عزوجل﴾[3]

ترجمہ:"لوگوں میں اللہ کے بارے زیادہ علم والا وہ شخص ہے جو اللہ کی قضاء پر سب سے زیادہ راضی رہنے والا ہو"

امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا:

﴿بأی شئ یعلم المؤمن بأنه مؤمن؟قال:بالتسلیم الله والرضا فیما ورد علیه من سرو رأو سخط﴾[1]

---

[1]۔سورۃ المائدۃ:۱۱۹۔

[2]۔مستدرک الوسائل ۲ :۴۲۷ / ۳۱۔

[3]۔الکافی ۲: ۶۰ / ۲۔

ترجمہ: ''کس بات سے معلوم ہو گا کہ وہ شخص مؤمن ہے؟

توآپ علیہ السلام نے جواب دیا: اللہ کے لئے تسلیم رہنا، اللہ پر راضی رہنا، جو کچھ بھی اس پر حالات ہیں خوشی کے، ناخوشی کے، ہر حال میں راضی رہے''

ب: اللہ پر ایمان اور اللہ کے بارے یقین پر مبنی تربیت۔

ج: متقین، صالحین اور مومنوں کے ساتھ معاشرت اوراٹھنا بیٹھنا، ان کے یقین سے متاثر ہونا اوران کے اخلاق کو اپنانا، جس جس نے حسین علیہ السلام کا ساتھ دیا یاآپؑ سے تولا رکھا اور انہیں اپناامام قرار دیااورآپؑ کے اخلاق، روش، آپؑ کے ایمان اوراپنے یقین کو حاصل کیا اور جس نے یزید کا ساتھ دیایایزید کی جانب جھکاؤرکھا، اسے اپناامیر بنایا یا۔

اس کے کام پر راضی ہوا، اس کے مؤقف کو پسند کیاتواس کے اندراس کی بدبختی، خودپسندی، غرور، کھیل تماشا، کفر، بدخلقی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، شیطان کی اطاعت، اس کے فجورو فسق کواپنایا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان عوامل واسباب کی طرف متوجہ رہیں ان سے استفادہ کیاجائے۔

۲۔امام علی زین العابدین سجاد علیہ السلام نے دعائے مکارم اخلاق صحیفہ سجادیہ میں ہے۔

﴿واجعل يقيني أفضل اليقين﴾

ترجمہ: ''یااللہ میرے یقین کوافضل یقین قرار دے''

[1]۔الکافی۲: ۶۳ / ۱۲۔

یقین کے درجات

یقین کے درجات میں سے کمترین درجہ علم الیقین ہے جو بندہ اعتقاد رکھتا ہے، لازم وملزوم کے دوراز جس حالت پر اسے جزم ویقین حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ جب دھواں دیکھتا ہے تو اسے آگ کا یقین ہو جاتا ہے کیونکہ دھواں لازم ہے اور اس کا ملزوم آگ ہے۔ ذہن کی جانب یہ تصور وارد ہوتا ہے کہ اس حالت کو حاصل کرنا آسانی سے ہو جاتا ہے اس لحاظ سے کہ یہ یقین کے کمترین درجات سے ہے یہ تصور بہت ہی غلط ہے۔ یہ درجہ باوجودیکہ کم ترین درجات میں سے ہے لیکن اس تک پہنچنا حاصل نہیں ہوتا مگر جد وجہد سعی و کوشش سے حاصل ہوتا ہے یہ اس بارے یقین کی ترغیب دیتا ہے اس کے بعد بھی اللہ کی توفیق ضروری ہے۔

بلند ترین مرتبہ جو پہلے مرتبہ کے بعد آتا ہے وہ عین الیقین ہے یہ وہ حالت ہے جو مشاہدہ اور حضوری سے حاصل ہوتی ہے جیسے وہ شخص جو خود آگ کو دیکھتا ہے اس حالت میں جس طرح کا یقین اسے حاصل ہوتا ہے وہ سابقہ حالت سے زیادہ واضح ہے یہ حالت بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

حق الیقین کی منزل

لیکن اس سے اعلیٰ وارفع ،افضل واکمل حق الیقین کی حالت ہے یہ وہ حالت ہے جو متقین کے ساتھ ملی ہوتی ہے (العالم والمعلوم) دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ جیسے وہ شخص جسے آگ کا یقین ہوتا ہے جبکہ وہ خود آگ میں موجود ہوتا ہے۔

یہ حالت فقط انبیاء اوران کے اوصیاء کے لئے ہوتی ہے کیونکہ یہ حالت بہت زیادہ مشاہدات ،واقعات سے حاصل ہوتی جو بہت ہی کٹھن اور مشکل مراحل سے گزر کر ہی ملتی ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿لوکشف لی الغطاء ماازددت یقینا﴾[1]

ترجمہ: ''اگر میرے لئے پردہ ہٹادیا جائے تو یقین میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوگا''

اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ آئمہ علیہم السلام یقین کے اعلیٰ مراتب پر پہنچے ہوئے ہیں اگر حقائق اپنی حیثیت کے ساتھ کھول دیے جائیں تو ان کے یقین میں اضافہ نہ ہوگا کیونکہ وہ یقین کی اس بلندی پر پہنچے ہیں کہ اس کے بعد کوئی اور مرتبہ اور درجہ نہ ہے۔ عبد (بندے) کا نفس حقدار صاف وشفاف ہوگا گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہوگا۔ مکارم اخلاق سے آراستہ ہوگا۔ اخلاقی بیماریوں اور آفات وبلیات سے دور ہوگا اور حقدار یقین کے قریب قریب ہوگا اور یقین کے درجات میں آگے بڑھتا جائے گا تو وہ یقین کے اعلیٰ مراتب تک پہنچ جائے گا۔

۳۔ یقین کے آثار (علامات) کی معرفت: انسان کا ایمان جس قدر بڑھتا جائے گا تو اس کے یقین میں اضافہ ہوتا جائے گا یہاں تک کہ وہ یقین اور ایمان کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح انسان کا اللہ تعالیٰ سے یقین ورابطہ مضبوط ہوجاتا ہے اس کے ہوتے ہوئے انسان میں نفسیاتی طور پر بہت بڑا اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

مکمل آرام وسکون اسے نصیب ہوجاتا ہے اور اللہ ہر لحاظ سے توکل کی منزل پر جا پہنچتا ہے تمام مشکل حالات کے ہوتے ہوئے سخت ترین حالات ہوتے ہوئے سخت ترین حالات میں، مصائب، درد، تکالیف، مشکلات سب حالات میں وہ سکون

[1]۔ تذکرۃ الخواص: ۱۷؛ ینابیع المودۃ: ۶۵؛ بحار الانوار ۴۶: ۱۳۵۔

میں ہوتا ہے کیونکہ اللہ کے بارے میں یقین اور اللہ پر توکل اور اللہ ہی کی جانب مکمل جھکاؤ اور ہر دوسرے سے پوری طرح کٹ جانا سبب بنتا ہے۔

ایسی حالت کے وجود میں آنے کے لئے وہ اس یقین پر ہوتا ہے کہ جو کچھ اسے پہنچ رہا ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے اور اسی میں مصلحت ہے۔اخروی نعمات اس کے علاوہ ہیں۔اللہ کی جانب سے جزاء اور ثواب تو ایسا ہے کہ جس کی مثال و نظیر موجود نہیں۔

ایک رات کی مہلت

۷۔اللہ وسبحانہ تعالیٰ سے التجاء کرنا اور اللہ پر توکل اور سخت ترین حالات میں اللہ کی یاد:

امام حسین علیہ السلام نے قوم اشقیاء سے ایک رات کی مہلت مانگی تاکہ اللہ کے حضور ذکر و مناجات کریں۔

آپ نے حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا:

﴿ارجع اليهم، فان استطعت ان تؤخرهم الى غدوة وتدفعهم عند العشية، لعلنا نصلي لربنا الليلة، وندعوه ونستغفره، فهو يعلم انى قد كنت أحب الصلاة له، وتلاوة كتابه، وكثرة الدعاء والاستغفار﴾[1]

ترجمہ:"ان کے پاس واپس چلے جاؤ اگر آپ کر سکو تو انہیں کل تک مؤخر کر دو اور آج رات انہیں (ہم سے) دور کر دو تاکہ ہم اس رات اپنے رب کی نماز پڑھیں اپنے رب سے دعاء و مناجات کریں اور اپنے رب سے استغفار کر لیں وہ جانتا

[1]۔تاریخ الطبری ۵ :۴۱۶؛انساب الاشراف ۳: ۳۹۱؛الکامل فی التاریخ ۲: ۵۵۸؛الارشاد ۲ :۸۹ وغیرھا۔

ہے کہ اس کے لئے نماز کو چاہتا ہوں ، اس کی کتاب کی تلاوت، کثرت سے دعا اور استغفار کو پسند کرتا ہوں "

"قد کنت احب الصلواۃ"

ترجمہ: "کہ میں نماز سے محبت کرتا ہوں اوراللہ کی کتاب کی تلاوت مجھے محبوب ہے، زیادہ دعاء اورزیادہ استغفار مجھے پسند ہے "

ایک اورروایت میں ہے کہ رات کی مہلت مل گئی جب رات آئی تو پوری رات رکوع و سجود ، گریہ زاری،استغفار اوردعاء ومناجات اورتلاوت کتاب میں گزاری،آپ کے اصحاب کی بھی یہی حالت تھی۔ان کی گریہ زاری،دعاء ومناجات کی ایسی آواز آرہی تھی جس طرح شہد کے چھتے سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ آتی ہے۔[1]

یہ تھی امام حسین علیہ السلام کی روش،اسی طرح آپ کے اہل بیت اورآپ کے اصحاب کا عمل ایسا تھا۔اللہ عزو جل سبحانہ تعالیٰ کی جانب مکمل توجہ،اللہ پر پوراتوکل،اللہ کی یاد اور تمام حالات و واقعات میں اللہ کے حضور تقرب الی اللہ۔

روزعاشور نماز ظہر

ایک اورروایت میں ہے کہ جب روزعاشورانماز ظہر کا وقت ہوگیاتوامام حسین علیہ السلام نےزھیر بن القین،سعید بن عبداللہ الحنفی سےفرمایا: کہ آپ میرے آگے کھڑے ہو جائیں اورآدھے افرادآپ کے پیچھے نماز کے لئے کھڑے ہوں۔پھرآپ نے اسی حالت میں نماز خوف(جو کہ حالت جنگ میں ادا جاتی ہے)ادا کی۔

---

[1]۔مقتل الحسین للخوارزمی۱: ۲۵۱؛الفتوح ۱ :۹۹۔

ایک تیر امام حسین علیہ السلام کی جانب آیا تو سعید نے اپنے سینہ پر اسے لے لیا اور اپنی جان کو امام حسین علیہ السلام کے لئے ڈھال بنایا یہاں تک کہ سعید نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے اور وہ یہ جملے کہہ رہے تھے۔

﴿أللهم ألعنهم لعن عاد وثمود، اللهم أبلغ نبيك عني السلام، وأبلغه مالقيت من ألم الجراح، فإني أردت ثوابك في نصر ذرية بنيك﴾[1]

ترجمہ: "اے خدا ان پر لعنت فرما جس طرح تو نے قوم عاد اور ثمود پر لعنت بھیجی تھی، اے خدا، اپنے نبی کو میری جانب سے سلام پہنچا اور ان زخموں کا درد ان تک پہنچا دے جو مجھے ملا ہے، کیونکہ میں نے تیرے نبی کی اولاد کی نصرت میں تیرا امر چاہا ہے"

یہ جملے کہے اور اللہ کو اپنی جان دے دی آپ کے جسم پر تیرہ تیر لگے تھے تلوار کے زخم اس کے علاوہ تھے۔

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی نماز کے لئے کتنے حریص تھے اور یہ کہ اللہ کے سامنے ٹھہریں، التجاء کریں، اللہ کا ذکر کریں، اللہ کے سوا کسی کو یاد نہ کریں۔

قوم اشقیاء کی حالت

یہ تو ایک جانب سے ہے لیکن دوسری جانب قوم اشقیاء کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام جو ان کے نبی ﷺ کی بیٹی کا بیٹا ہے اسے نماز فریضہ ادا کرنے کی مہلت تک نہیں دیتے نماز جو کہ اسلام میں فرض ہے۔

[1]۔ الملهوف: ۱۶۵؛ مقتل الحسین للخوارزمی ۲ :۱۷۔

امام حسینؑ کی مناجات

اللہ کی جانب توجہ اور اللہ پر توکل کی واضح ترین تصویر امام حسین علیہ السلام کی دعاء ومناجات میں ہے ان کی زبان پر مسلسل اللہ کا ذکر جاری رہا۔اپنی زندگی کے تمام مراحل میں اللہ کی یاد میں رہے۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی اللہ کے ذاکر تھے خاص کر آپ اپنے انقلاب کے دوران مدینہ منورہ سے جب نکلتے ہیں ،مکہ میں قیام کرتے ہیں،مکہ سے کربلاء کی طرف چلنے میں آخری سانس تک زندگی کی آخری لحات تک اللہ کی یاد میں رہتے ہیں۔

امام حسینؑ اپنے جد کی قبر پر:

مدینہ سے خروج کے وقت اپنے جد کی قبر پر آتے ہیں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اس طرح اپنے رب سے مناجات کرتے ہیں۔

﴿اللهم ان هذا قبر نبيك محمد، وانا ابن بنت محمد، وقد حضرني من الامر ماقد علمت، اللهم انى أحب المعروف وأكره المنكر، وأنا أسالك ياذاالجلال والاكرام بحق هذا القبر ومن فيه مااخترت من أمرى هذا ماهولك رضا﴾[1]

ترجمہ: ''اے اللہ یہ قبر تیرے نبی محمد ﷺ کی قبر ہے اور میں تیرے نبی محمدؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں مجھے اس وقت جو مشکل درپیش ہے تو اس سے آگاہ ہے اے اللہ میں بلاشک معروف سے محبت کرتا ہوں اور منکر سے مجھے نفرت ہے اے ذوالجلال

[1]۔الفتوح ۵ :۱۸؛مقتل الحسین للخوارزمی ا: ۱۸۶؛بحار الانوار ۴۴ :۳۲۷۔

والاکرام میں تجھ سے اس قبراور جواس قبر میں ہے کے وسیلہ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے لئے وہ اختیار کر جس میں تیری رضا ہو"

اس مقام پراللہ کی رضا امام چاہتے ہیں کچھ اور نہیں مانگا یہ امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کاآغاز ہے اورآپ کی تحریک شروع اس طرح ہوتی ہے کہ رجوع اللہ سے کرتے ہیں اوراسی سے مانگ رہے ہیں کہ وہ جو اللہ کی رضا ہے وہ انہیں چاہتے ہیں یعنی آپ فقط اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔

امام حسینؑ کے آخری لمحات

امام حسین علیہ السلام اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی ایسے ہی رہے اللہ کی یاد میں رہے۔

﴿فوقف الحسین علیہ السلام یستریح، وقد ضعف عن القتال، فبینما ھو واقف اذ أتاہ حجر فوقع علی جبھتہ، فسالت الدماء من جبھتہ، فأخذ الثوب لیمسح عن جبھتہ، فأتاہ سھم محدود مسموم، لہ ثلاث شعب فوقع فی قلبہ﴾[1]

ترجمہ: " جب امام حسین علیہ السلام جنگ کرتے کرتے تھک گئے تھوڑا آرام کرنے کے لئے رُکے کیونکہ آپ جنگ لڑتے لڑتے کمزور ہو چکے تھے آپ ٹھہرے ہوئے تھے تو ایک پتھر آکر آپ کی پیشانی پرلگا اورآپ کی پیشانی سے خون جاری ہوگیا۔آپ کپڑے سے پیشانی کاخون صاف کرنے لگے کہ ایک زہرآلود تین شاخون والا تیر آپ کے دل پرآکر پیوت ہوگیا"

امام حسین علیہ السلام نے زہرآلود تیر لگنے پر فرمایا:

[1]۔مقتل الحسین للخوارزمی ۲: ۳۴؛الملھوف: ۱۷۲؛بحار الانوار ۴۵ : ۵۳ وغیرھا۔

روایت میں آیا ہے کہ تو اس حال میں امام علیہ السلام نے اپنی زبان سے یہ کلمات فرمائے:۔

﴿بسم اللہ وباللہ، وعلی ملۃ رسول اللہ، و رفع راسہ الی السماء ﴾

ترجمہ: ”اللہ کے نام ،اللہ کی مدد اور اللہ کے رسول کی ملت پر، (یہ سب کچھ ہو رہا ہے) آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا“

اللہ سے التجاء کرتے ہوئے ،اللہ پر توکل ، پہلے مرحلے سے لیکر زندگی کے آخری لمحہ میں ہر جگہ اللہ کی یاد اور اللہ سے لو لگائے ہوئے ہیں،اللہ پر توکل ہے،آغاز اور اختتام دونوں میں اللہ کے ساتھ ہیں،اسی طرح آغاز اور اختتام کے درمیانی عرصہ میں بھی اللہ کے ساتھ ہیں، اس بارے روایات بہت زیادہ ہیں آپ نے اللہ کی یاد،اللہ سے رجوع،اللہ کے حضور التجاء،اللہ کی جانب تقرب الی اللہ کی اعلیٰ مثالیں چھوڑی ہیں۔

امام حسینؑ کے بارے روایات سے حاصل شدہ نتائج

اللہ سے غافل نہ ہوں

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سبحانہ کی کتاب میں آیات پر نظر ڈالنا ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء، رجوع الیٰ اللہ اور توکل علی اللہ کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اور قرآن کریم نے ان حالات کے اثرات جو بیان کئے ہیں ان پر نظر ڈالنا ہو گی۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾[1]

[1]۔سورۃالمنافقون:۹۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ذکر خدا سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا تو وہ خسارہ اُٹھانے والوں سے ہو گا''

اس آیت میں جو اللہ کے ذکر سے غافل ہوتے ہیں، اموال واولاد کی محبت میں غرق رہتے ہیں وہ خسارہ اور نقصان میں ہیں۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾[1]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کو بہت کثرت سے یاد کیا کرو''

اس آیت میں اللہ کے ذکر کو جاری رکھنے کا حکم ہے فقط اللہ کا ذکر نہیں بلکہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ ذکر کثیر کرو، زیادہ ذکر کرو۔

﴿وَ مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَعْمٰى﴾[2]

ترجمہ: ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اسے یقینا ایک تنگ زندگی نصیب ہو گی اور بروز قیامت ہم اسے اندھا محشور کریں گے''

اس آیت میں واضح بتایا گیا ہے کہ جو بھی اللہ کے ذکر کو چھوڑے گا تو وہ معاشی بدحالی سے دُنیا میں دوچار ہو گا اور آخرت میں اندھا محشور ہو گا۔

رسول اللہؐ کا اپنے بارے اعلان

﴿قَالَ يٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَ مَآ أُرِيْدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلٰى مَآ أَنْهٰكُمْ عَنْهُ ۭ إِنْ أُرِيْدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَ مَا تَوْفِيْقِيْٓ إِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ﴾[1]

---

[1]۔سورۃ الاحزاب: ۴۱۔

[2]۔سورۃ طه: ۱۲۴۔

ترجمہ: ''شعیب نے کہا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل کے ساتھ ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے بہترین رزق (نبوت) سے نوازا ہے، میں ایسا تو نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمہیں منع کروں خود اس کو کرنے لگوں میں تو حسب استطاعت فقط اصلاح کرنا چاہتا ہوں اور مجھے صرف اللہ ہی سے توفیق ملتی ہے، اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں''

اس آیت میں اللہ سے رجوع اور اللہ کے ذکر اور یاد کا فائدہ بیان کیا گیا ہے اور توکل علی اللہ کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾[2]

ترجمہ: ''حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور بھروسا کرنے والوں کو اسی پر بھروسا کرنا چاہیے''

اس آیت میں اللہ کی حکمرانی، اللہ پر توکل اور رجوع الی اللہ کو بیان کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ؐ کا ہدایت نامہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿افزعوا إلى الله في حوائجكم، والجأ واليه في ملماتكم، تضرعوا إليه وادعوه﴾[3]

---

[1]۔سورۃ ہود: ۸۸۔

[2]۔سورۃ یوسف: ۶۷۔

[3]۔عدۃ الداعی: ۳۴؛ بحار الانوار ۹۰: ۳۰۲/ ۳۹۔

ترجمہ: ''اپنی حاجات اور ضروریات کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آؤ سخت مصائب اور شدید مشکلات میں اللہ کی طرف رجوع کرو اور اللہ کے حضور جھکو اور اسی سے مسائل و مشکلات کے حل کے لئے دعاء مانگو، (اسی ذات سے اپنے تمام مسائل کا حل چاہو)''

مہربان باپ کی اپنے بیٹے کیلئے قیمتی راہنمائی

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے بیٹے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے لئے وصیت میں فرمایا:

﴿وألجئ نفسك في أمورك كلها إلى إلهك فإنك تلجئها إلى كهف حريز ومانع عزيز وأخلص في المسألة لربك فإن بيده العطاء والحرمان﴾[1]

ترجمہ: ''اپنے تمام معاملات میں اپنے معبود کی پناہ میں آؤ کیونکہ ایسا کرو گے تو گویا تم ایک محفوظ مضبوط پناہ گاہ کی جانب گئے ہو ایک طاقتور، ناقابل شکست جگہ پر گئے ہو اپنے رب سے مانگنے کے لئے اخلاص سے جاؤ کیونکہ عطاء کرنا اور محروم کرنا تو اسی کے ہاتھ میں ہے ''

جو اللہ کی پناہ لیتا ہے جس کے بارے اسے خوف لاحق ہوتا ہے اور جو کسی چیز سے گھبراتا ہے تو اس کے بارے اللہ پر توکل کرتا ہے اور جو شخص جس حوالے سے محتاج ہوتا ہے تو وہ اس وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

---

[1]۔ نہج البلاغۃ: کتاب ۳۱۔

اللہ کا خوف رکھنا

۲۔ جو اللہ کے خوف کو اپنے لئے شعار بنائے یعنی اس کا ہر آن دھیان دینا تو ایسا عبد اس حالت کو مجسم کرتا ہے اور حقیقت واقعیت کو وجود بخشتا ہے تو اس حالت میں انسان عجز وکمزوری کا احساس کرتا ہے اپنے آپ کو محتاج، فقر، فاقہ کشی، اللہ کا محتاج خود کو اپنی زندگی کے تمام مراحل میں دیکھتا ہے۔انسان ایسی حالت میں یہ تصور نہیں کرتا کہ وہ طاقتور ومضبوط ہے ،کامل ہے،بے نیاز ہے،اسے اپنے خالق۔اپنے رازق اور اپنے مدبر کی ضرورت نہ ہے کیونکہ انسان کی حقیقت یہ ہے کہ سرتاپا احتیاج ہے، فقر محض ہے،وہ بے چارہ ہے۔

کوئی خود کو ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ سے بے نیاز قرار نہیں دے سکتا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس حالت کا احساس کرے اور اسے معلوم ہو کہ وہ کمزور ہے،اللہ سے ہی اس نے سب کچھ لینا ہے۔انسان اپنی بے نیازی میں فقیر ہے پس کس طرح وہ اپنے فقر واحتیاج میں فقیر ومحتاج نہ ہو،طاقت کے ہوتے ہوئے بھی وہ ضعیف وکمزور ہے، پس کس طرح اپنی کمزوری اور ضعف میں کمزور نہ ہو،اسی طرح کا حساب لگاتے جاؤ۔

اس حالت کی اہمیت اس بات میں ہے کہ انسان کے اندر اس طرح کا شعور اور احساس اس عبد کو اس حالت میں بنادیتا ہے کہ ہر آن اللہ سے رابطہ میں رہے،اللہ کا ذکر نہ چھوڑے،اللہ سے مانگتا رہے،اللہ کی پناہ میں رہے،اللہ کے غیر کو چھوڑ کر اللہ سے مدد مانگتا رہے،اللہ سے بے نیازی مانگے،اللہ پر ہی توکل کرے۔اس کا سہارا بس اللہ پر ہو،اللہ کے سواء ہر ایک سے لاتعلق رہے، تعلق فقط اللہ سے ،رجوع اللہ کی طرف،ذکر اللہ کا،دعاء اللہ سے ،توکل اللہ پر۔

بندہ کا کام

۳۔عبداور بندہ پر ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب اپنے تمام حالات وواقعات میں متوجہ رہے۔ایسا نہ ہو کہ کسی ایک مرحلہ میں تواس کی اللہ کی جانب توجہ ہو لیکن ایک دوسرے مرحلہ میں اس کی توجہ اللہ کی جانب نہ ہو ضروری ہے کہ عبد کا رابطہ و تعلق اللہ کے ساتھ اور اللہ کی پناہ میں آنا،اللہ پر توکل کرنا،اللہ کی یاد ہر حال میں ہو،خوشحالی میں،بدحالی میں ،صحت میں،بیماری میں ، آسانیوں میں،مشکلات و مصائب میں، سختی آنے سے پہلے، سختی ٹل جانے کے بعداور سختی کے دوران، بہر حال میں بندہ اللہ سے رابطہ میں ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے حالات اچھے ہوتے ہیں تووہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں،اللہ کے ساتھ لولگائے نظرآتے ہیں جیسے ہی ان کے حالات دگرگوں ہوتے ہیں،پریشانیاں آتی ہیں تووہ اللہ کی یاد بھلادیتے ہیں،اللہ کو چھوڑ کر اپنی مشکلات کے حل کے لئے غیر اللہ کی طرف رجوع کرلیتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھوں میں ہے اوراللہ کی قدرت کے تحت آتا ہے۔ایسا شخص گھاٹے میں ہے۔اس لئے دعاء میں یہ جملے بہت ہی عمدہ ہیں اورایسی حالت کی ترجمانی کررہے ہیں کہ غیر اللہ کے پاس کچھ بھی نہیں۔

﴿ولو دعوت غيره لم يسمع دعائي، ولو رجوت غيره لخيب رجائي، ربنالاتكلنا الى انفسنا طرفة عين ابدا﴾

ترجمہ:''اگر میں اللہ کے سواء کسی کوآواز دوں تووہ میری فریاد کو نہیں سنے گااوراللہ کے سواء کسی اور سے آس لگاؤں تووہ مجھے رسواء کردے گا اور میری

امید پوری نہ ہو گی اے ہمارے رب ہمیں پلک جھپکنے کی مقدار بھی ہمیں اپنے حال پر کبھی بھی حوالے نہ کرنا"

اللہ سے دعاء میں تسلسل

۴۔ اللہ سے دعاء کو مسلسل جاری رکھا جائے، دعاء ذکر الٰہی کی روش بہترین مصادیق سے ہے، دعاء ہی اللہ سے جوڑنے کا ذریعہ ہے، خالق و مخلوق کے درمیان رابطہ و تعلق ہے۔ ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور اللہ سے دعاء مانگی جائے، آسانیاں ہوں، سختیاں ہوں، پریشانیوں اور مصائب کے وقت اللہ کو یاد کرے اور اللہ سے گڑگڑا کر دعاء مانگے۔

لیکن جب حالات اچھے ہو جائیں، مشکلات و مصائب حل ہو جائیں تو اس وقت اللہ کی یاد ہی نہ کرے جیسا کہ قرآن مجید بندے کی اس حالت کو بیان کی گیا ہے کہ جب انسان کی مشکل ٹل جاتی ہے تو وہ اللہ کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے۔ ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ خدا سے بے گانہ ہے دعاء کو بھول جاتا ہے۔ اللہ سے غافل ہو جاتا ہے غیر اللہ سے وابستہ ہو جاتا ہے اور ظاہری اسباب کا سہارا لیتا ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ ظاہری اسباب کی تائید اللہ کے ارادے کے تابع ہے سبب کے اثر کو مؤثر اللہ کی ذات نے بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِہٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡہُ ضُرَّہٗ مَرَّ كَاَنۡ لَّمۡ يَدۡعُنَاۤ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّہٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡمُسۡرِفِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾[1]

[1]۔ سورۃ یونس: ۱۲۔

ترجمہ: ’’اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے، بیٹھے اور کھڑے ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے تکلیف دور کر دیتے ہیں تو ایسا چل دیتا ہے گویا اس نے کسی تکلیف پر جو اسے پہنچی ہمیں پکارا ہی نہیں، حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے ان کے اعمال اسی طرح خوشنما بنا دیے گئے ہیں‘‘

عبد پر ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کو یاد رکھے، آسانی میں، مشکل میں، صحت میں، بیماری میں، وہ ہر طرح کی سختی اور تنگی کے وقت دعاء کرتا ہے اسی طرح خوشحالی اور آسودگی میں بھی اللہ سے دعاء کرتا نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾[1]

ترجمہ: ’’لہٰذا تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا‘‘

ہمیشہ اللہ کو یاد کریں، اللہ ان سے راضی ہے کہ جو اللہ کو یاد رکھتا ہے تو اللہ بھی اس پر اپنا کرم و لطف جاری رکھتا ہے۔ پھر اللہ بھی ایسے بندے کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿احفظ الله يحفظك، واحفظ الله تجده أمامك، تعرف إلى الله عزوجل في الرخاء يعرفك في الشدة﴾[2]

ترجمہ: ’’جب تم اللہ کی جانب دھیان رکھو گے تو اللہ تعالیٰ بھی آپ کی نگہبانی کرے گا، اللہ کی جانب دھیان دو گے تو تم اللہ کو اپنے سامنے موجود پاؤ گے

---

[1]۔ سورۃ البقرۃ: ۱۵۲۔

[2]۔ من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۲۹۴ / ۸۶۶۹؛ وسائل الشیعۃ ۷: ۴۲ / ۹۔

خوشحالی اور آسودگی میں اللہ کی پہچان رکھو تو سختی اور بدحالی میں اللہ آپ کو یاد رکھے گا (اور اس مشکل سے اللہ اپنے بندے کو نکال لے گا)"

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا:

﴿إن أبا جعفر علیه السلام کان یقول: ینبغی للمؤمن أن یکون دعاؤه فی الرخاء نحوا من دعائه فی الشدة، لیس إذا أعطی فتر، فلا تمل الدعاء فإنه من الله عزوجل بمکان﴾[1]

ترجمہ: "مومن پر لازم ہے اس کی خوشحالی اور آسودگی کی حالت میں دعاء اس طرح ہو جس طرح سختی اور بدحالی میں اس کی دعاء ہوتی ہے ایسا نہ ہو کہ جب اسے وہ مل جائے جسے اس نے مانگا تھا تو وہ جب یہ حاصل کرلے تو وہ دعاء مانگنے میں سست پڑ جائے دعاء مانگنے سے نہ اکتائے کیونکہ دعاء کے لئے اللہ کے ہاں بہت اہمیت ہے"

۸۔ مومنین کے ساتھ مہربانی، شفقت اور اچھا برتاؤ کرنا

امام حسین علیہ السلام نے اپنی زندگی کو لوگوں کی ہدایت کے لئے وقف کررکھا تھا اور مومنین کی خدمت کرنا آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ مومنین سے اچھا برتاؤ کرنا، اس کی دلجوئی کرنا، ان پر مہربان ہونا یہ سب کچھ ہمیں آپ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ آپ اپنے اس عظیم خلق پر قائم رہے اور سخت ترین حالات میں بھی آپ نے اپنی اس روش کو ترک نہ کیا۔ اپنے انقلاب اور اصلاحی تحریک کے آغاز سے لیکر اس کے آخری لمحات تک ایک مہربان اور شفیق باپ نظر آتے ہیں۔ آپ اپنے دشمنوں سے بھی

[1]۔ الکافی ۲ :۴۸۸ / ۱۔

اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔آپ کے انقلاب کا ہدف اُمت کی بہتری،فلاح اور اُمت کو ہدایت دینا تھی۔

امام حسینؑ کی آغاز سفر سے آخرت تک روش

جب آپ مدینہ سے نکلنے کا ارادہ کرتے ہیں مکہ پہنچتے ہیں اورجب مکہ سے خروج کا ارادہ کرتے اور کربلاء پہنچتے ہیں آپ نے کسی بھی مرحلہ پر کسی ایک کو بھی مجبور نہیں کیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلے اور جس نے آپ کا ساتھ نہ دیا اس سے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اسی طرح اگر کسی نے اگر کسی نے آپ کے ساتھ گفتگو کے دوران گستاخی کی یا اپنے کلام کے ذریعہ آپ کو اذیت پہنچائی تو آپ نے پھر بھی اس کے ساتھ شفقت و مہربانی کا رویہ اپنایا۔کسی سے بھی بد اخلاقی نہیں۔

جب آپ کو کسی شخص کے متعلق خبر ملی یا آپ کو معلوم ہوا کہ وہ کسی مشکل سے دوچار ہوا ہے تو آپ نے اس پر شفقت فرمائی اور اسے اپنے سے جدا ہونے کی اجازت دے دی کہ وہ اپنی زندگی کو بچائے،آپ نے اس کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اس کی دلجوئی فرمائی۔

حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت پر آپ کا بیان

جیسے جب آپ کو حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کی شہادت کے بارے خبر ملتی ہے تو آپ نے حضرت عقیلؑ کی اولاد سے مخاطب ہوتے ہوئے ان سے فرماتے ہیں۔

﴿یابنی عقیل، حسبکم من القتل بمسلم، اذهبوا قد أذنت لکم، فقالوا فی کلام طویل: لا واللہ، لا نفعل، ولکن تفدیك أنفسنا وأموالنا وأهلونا﴾[1]

ترجمہ: ''اے فرزندان عقیلؑ، اللہ کی راہ میں مسلم کا قتل ہو جانا آپ کے لئے کافی ہے تم سب چلے جاؤ میں نے تمہیں اجازت دے دی ہے توان سب نے ایک لمبی گفتگو کرنے بعد یہ جملہ کہاکہ اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا ہم آپ کو چھوڑ کہیں نہیں جائیں گے ہم اپنی جانیں اپنے اموال اور اپنے اہل وعیال کو آپ پر قربان کریں گے''

اپنے ایک صحابی کے بیٹے کی قید پر آپ کا بیان

بشیر بن عمرو الحضرمی امام حسین علیہ السلام کے اصحاب سے تھے اسے خبر ملی کہ ایک دوسری جگہ اس کے بیٹے کو قیدی بنالیا گیا ہے۔

توآپ نے یہ خبر سن کراس کے لئے یہ جملہ کہا:

﴿رحمك الله، أنت فی حل من بیعتی، فاعمل فی فکاك ابنك، قال: اکلتنی السباع حیاان فارقتك، قال علیه السلام فاعط ابنك هذه الاثواب والبرود یستعین بها فی فداء أخیه، فأعطاه خمسة اثواب قیمتها الف دینار﴾[2]

ترجمہ: ''اللہ آپ پر رحمت کرے، (اللہ کی رحمت آپ کے لئے ہو) آپ میری بیعت کے حوالے سے آزاد ہو، اپنے بیٹے کی رہائی کے لئے اقدام کرو، (یہاں

---

[1] ۔تاریخ الطبری۵ :۴۱۸؛الکامل فی التاریخ۲ :۵۵۹؛البدایة والنهایة ۸ :۱۷۶؛الارشاد۲ :۹۱ ؛مثیرالاحزان: ۵۳۔

[2] ۔تهذیب الکمال۶: ۴۰۷؛الطبقات الکبری۱ :۴۶۸؛تاریخ دمشق ۱۴ :۱۸۲؛الملهوف: ۱۵۳ وغیرها۔

سے چلے جاؤ،آپ کے لئے اجازت ہے)،تواس نے یہ سن کرآپ سے کہا کہ مجھے درندے نے زندہ چیر پھاڑ کھائیں کہ میں کہ میں آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں توامام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ پھراپنے بیٹے کے لئے یہ کپڑے اور چادریں دو کہ وہ جائے اوراپنے بھائی کی آزادی کے لئے یہ کپڑے بطورتاوان دے اور بھائی کو چھڑوائے(اس کا ایک بیٹا لگتا ہے اوراس کے ساتھ کربلاء میں موجود تھا کہ جس کے لئے مولا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے اس بیٹے کو یہ کپڑے اور چادر دو جس کو وہ لے کر جائے اوراپنے بھائی کی رہائی کا انتظام کرے)،آپ نے اسے جو کپڑے دیےان کی قیمت ایک ہزار دینار تھی"۔

امام حسین علیہ السلام کی دوسروں کے لئے دلجوئی کرنا اوران کے ساتھ شفقت ومہربانی سے پیش آنا کسی ایک معین حد یامحدودیت میں نہیں بلکہ یہ دائرہ بہت ہی وسیع ہے۔

غلام جون کا واقعہ

آپ کے پاس آپ کاغلام جون آتا ہے وہ آپ سے جنگ کی اجازت مانگتا ہے،امام حسین علیہ السلام اسے روک دیتے ہیں کہ تم جنگ میں مت جاؤاسے روکتے ہیں کہ وہ اپنےاس خیال کوترک دے لیکن جون کا اصرار رہتا ہے کہ وہ ہر صورت جنگ میں جائے گااور خود کوآپ پرقربان کرے گا۔آخر کاراسے امام حسین علیہ السلام نے اجازت دے دی۔اس نے بڑی جنگ کی اور کربلاء میں درجہ شہادت پر فائز ہوئےامام حسین علیہ السلام جس طرح شہادت سے پہلے جب وہ جنگ میں جانے کے لئے اجازت مانگ رہاتھا تواس کو جنگ میں جانے سے روک رہے تھےاور جب وہ شہید ہو جاتا ہے توآپ اس کی لاش پر پہنچتے ہیں۔

اوراس کے لئے یہ جملے فرماتے ہیں:

﴿اللهم بیض وجهه، وطیب ریحه، واحشره مع الابرار، وعرف بینه وبین محمد وآل محمد علیهم السلام﴾[1]

ترجمہ: "جون نے جنگ کے لئے اجازت نہ ملنے پر کہا تھا کہ میں سیاہ غلام ہوں میرا خون سیاہ ہے، میرا بدن بدبودار ہے، آپ نہیں چاہتے کہ میں آپ کے ساتھ اپنا بدبودار جسم ملاؤں اسی حوالے سے امام حسین علیہ السلام نے اس لاش پر یہ جملے ادا کیے اور اس غلام کو بڑا مقام دیا"

اے اللہ اس کے چہرے کو نورانی کر دے، اس کے جسم کو خوشبودار بنا دے۔اسے ابرار کے ساتھ محشور فرما دے اس کے اور محمد و آل محمد علیہم السلام کے درمیان پہچان کو قرار دے۔

یہ بات بیان ہوئی ہے کہ جب امام علی زین العابدین شہداء کی لاشیں دفن کرنے کے لئے کوفہ سے کربلاء آئے عاشورا کے شہداء میں ایک جون کی لاش تھی جس سے عنبر کی خوشبو مہک رہی تھی یہ اخلاق تھا امام حسین علیہ السلام کاایک غلام کے لئے آپ امن کے ساتھ اس طرح کا رویہ اپناتے ہیں اوراسے بڑا شرف واعزاز دیتے ہیں۔

حضرت قاسمؑ کے ساتھ ہمدردی

امام حسین علیہ السلام کا یہ مہربانی کا رویہ تھا فقط ان اصحاب کے لئے نہیں تھا جو آپ کی حمایت میں جنگ کے لئے آمادہ تھے بلکہ اپنے خاندان اوراپنی اولاد، بھتیجوں، بھانجوں کے لئے بھی تھا اسی وجہ سے آپ نے بعض نوجوانوں کو جنگ

1۔تسلیۃ المجالس ۲ :۲۹۳؛بحار الانوار ۴۵ :۲۳۔

میں جانے سے منع کیا۔ یہ آپ کی ان پر کمال شفقت تھی حضرت قاسم علیہ السلام آپ کے بھائی کی نشانی ہیں (13 سال عمر ہے جیساکہ مشہور ہے)۔

آپ نے جب جنگ پر جانے کے لئے اجازت مانگی توآپ نے انہیں روکا، ان کے بار باراصرار کے بعد اجازت دی لیکن ان کے ساتھ بہت زیادہ پیار کا مظاہرہ کیا روایت کے الفاظ ہیں۔

﴿ثم استأذن الغلام للحرب، فأبى عمه الحسين أن يأذن له﴾[1]

ترجمہ: ''پھر ایک لڑکے نے جنگ کے لئے اجازت طلب کی ان کے چچا حسین علیہ السلام نے انہیں جنگ پر جانے کی اجازت دینے سے انکار کردیا'' یہ ان سے آپ کی شفقت اور مہربانی کی مثال تھی۔

ایک اور نوجوان سے شفقت

ایک اور لڑکا ہے جس کا والد شہید ہوچکا ہے جب یہ ایک لڑکا حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے پاس آتا ہے جس کا والد کچھ دیر پہلے میدانِ جنگ میں مارا گیا تھا وہ آتا ہے اور جنگ میں جانے کی اجازت مانگتا ہے۔

توامام حسین علیہ السلام نے اسے جنگ میں جانے سے روک دیا اور فرمایا:

﴿هذا شاب قتل أبوه، ولعل امه تكره خروجه۔ مراعاة لامه بعد قتل زوجها۔ فقال الشاب: أمي أمرتني يابن رسول الله صلى الله عليه وآله﴾[2]

ترجمہ: ''یہ نوجوان ہے تیرا باپ قتل ہوچکا ہے ہوسکتا ہے تیری ماں اس بات کو ناپسند کرتی ہو اس میں آپ اس لڑکے کی ماں کا خیال رکھتے ہیں کہ اس کا شوہر

---

[1]۔ مقتل الحسین للخوارزمی ۲: ۲۷؛ بحار الانوار ۴۵: ۳۴۔

[2]۔ مقتل الحسین للخوارزمی ۲: ۲۱؛ المناقب لابن شهراشوب ۴: ۱۰۴۔

مر چکا ہے تو اس نوجوان نے جواب میں عرض کیا کہ میری ماں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جنگ کیلئے جاؤں اے فرزند رسول اللہ ﷺ اور آپ پر خود کو قربان کروں۔"

امام حسینؑ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب

ہم کربلاء کے واقعات میں دیکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے خاندان اورآپ کے اصحاب نے امام حسین علیہ السلام سے ایسی اخلاقی تربیت پائی کہ اس مظاہرہ کربلاء میں کیا گیا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سب اپنے امام کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے آمادہ نظرآتے ہیں حتی کہ اپنی جان تک کو قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔سب کی آخری آرزو یہی تھی کہ وہ اپنے امام کے سامنے جنگ کریں اور اپنی جان کی قربانی کر پیش کریں انہوں نے پوری طاقت اور مضبوطی کے ساتھ اپنے امام سے دشمنوں کو دور کیا۔اپنی ہر چیز کو اپنے امام پر قربان کیا وہ اپنا سب کچھ آپ کے دفاع کے لئے پیش کر رہے تھے۔وہ سب آپ سے ہمدردی رکھتے تھے اورانہوں نے آپ کا دفاع اپنا ہدف بنایا۔

حضرت عباسؑ دریائے فرات پر

حضرت عباس نے ایثاراور قربانی کی اعلیٰ مثال پیش کی جب آپ امام حسین علیہ السلام کے پیاسے بچوں کے لئے پانی لینے کے لئے دریائے فرات پر جاتے ہیں اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں پر فرات سے پانی لیا،پیاسے تھے، لیکن پھر پانی کو پھینک دیا اور پانی نہ پیا کیونکہ حسین علیہ السلام پیاسے ہیں ان کے بچے پیاسے ہیں ان کے پاس پانی نہیں حضرت عباس علیہ السلام اپنے آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ تو پانی پی لیں جبکہ ان کے امام اوران کے بچے پیاسے ہوں اس طرح بہت

ساری مثالیں کربلاء میں ملتی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک میں شفقت ، مہربانی، رواداری، ہمدردی جیسی کیفیات میں نمایاں نظر آتے ہیں۔[1]

اس عنوان سے حاصل شدہ دروس

جب ہم ہمدردی ،شفقت، مہربانی، رواداری، ترس، صحت جیسے عنوان کو لیتے ہیں تو اس سے بہت سارے دروس ہمیں ملتے ہیں۔ان میں سے کچھ اس طرح ہیں۔

ا۔اس ضمن میں جو نصوص اور بیانات موجود ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے ان میں غور وتدبر کریں اوران کے جو اثرات انسانی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں ان سے آگہی حاصل کریں۔

عطیہ الہی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ جَعَلۡنَا فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُ رَاۡفَۃً وَّ رَحۡمَۃً ﴾[2]

ترجمہ:"اور جنہوں نے ان کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحم ڈال دیا"

اس آیت میں رحمت، مہربانی اور شفقت کو بطور عطیہ الہی بیان کیا گیا ہے۔

صدر شفقت ورحمت

ایک اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ﴾[1]

1۔ینابیع المودۃ ۳ :٦٧ وغیرھا۔

2۔سورۃ الحدید:٢٧۔

ترجمہ: ''پھر یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہوا جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کرنے کی نصیحت کی اور شفقت کرنے کی تلقین کی''

صبر اور رحمت کو بطور مثال پیش کیا ہے کہ ایمان کے بعد، ایمان والوں کا وصف، صبر اور ایک دوسرے پر مہربانی کی وصیت کو قرار دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی کامیابی کے اہم اسباب سے برقرار دیا گیا ہے کہ آپ سب کے لئے رؤوف تھے، رواداری آپ کی صفت تھی اسی وجہ سے لوگ آپ کے گرد اکٹھے تھے۔

صبر الٰہی اور نرم مزاجی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ [2]

ترجمہ: ''(اے رسول) یہ مہر الٰہی ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس ان سے در گزر کریں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں''

رواداری و نرمی سے پیش آنا

النبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿مداراۃ الناس نصف الایمان، والرفق بهم نصف العیش﴾ [3]

---

[1] ۔سورۃ البلد: ۱۷۔

[2] ۔سورۃ آل عمران: ۱۵۹۔

[3] ۔الکافی ۲: ۹۶ / ۴۔

ترجمہ: ''لوگوں کے ساتھ رواداری آدھا ایمان ہے اور لوگوں سے نرمی سے پیش آنا آدھی زندگی ہے''

گو مصیبت، ایمان، دُنیا وآخرت، مہربانی، شفقت، نرمی اور رواداری میں ہے۔

رواداری اور حکمت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أمرني ربي بمداراة الناس كما أمرني بأداء الفرائض﴾[1]

ترجمہ: ''میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آؤں، جس طرح اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے فرائض کو ادا کروں''

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿رأس الحكمة مداراة الناس﴾[2]

ترجمہ: ''حکمت کا مرکز عوام الناس ہیں''

دوسروں کے ساتھ مہربان ہونا

النبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ما اصطحب اثنان إلا كان أعظمهما أجرا وأحبهما إلى الله عزوجل أرفقهما بصاحبه﴾[3]

---

[1] ۔عیون الحکم والمواعظ: ۲۶۴ / ۴۸۱۵۔

[2] ۔الکافی ۲: ۱۲۰ / ۱۵۔

[3] ۔الکافی ۲: ۹۷ / ۵۔

ترجمہ: ''جب بھی دو شخص اکٹھے چلتے ہیں یا اکٹھے رہتے ہیں تو ان دو میں سے زیادہ عظمت والا اور اجر و ثواب کے لحاظ سے اور اللہ عزوجل کے ہاں زیادہ محبوب وہ ہوگا جو اپنے ساتھی کے ساتھ دوسرے سے زیادہ مہربان ہو''

نرمی برتنے والا

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اللہ عزوجل رفیق یحب الرفق﴾

ترجمہ: ''اللہ رفیق ہے، نرمی برتنے والا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نرمی اور مہربانی کو پسند کرتا ہے''

۲۔الٰہی اوامر کی روشنی میں اہداف ومقاصد: کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں کے ساتھ رواداری سے پیش آنا، ان پر احسان کرنا، ان سے مہربانی سے پیش آنا، اہم ذریعہ ہی نہیں بلکہ کامیابی کی ضمانت اسی میں ہے۔ جو اہداف مد نظر ہوتے ہیں اور ان سے جو نتائج سامنے آتے ہیں بعض دفعہ ان کا تعلق ایک فرد سے ہوتا ہے، بعض دفعہ ان کا تعلق سوسائٹی اور اجتماع سے ہوتا ہے۔

بہر حال جن کا تعلق فرد سے ہے تو اس میں بنیاد اللہ کی اطاعت ہے اگر ایک عبد ایسا کرتا ہے تو وہ اللہ کی نظر میں ہوتا ہے، اللہ ہی اس کی حفاظت کرتا ہے اور اللہ اس کی کامیابی اور کامرانی کے لئے سارے وسائل فراہم کر دیتا ہے جس میں اس کے لئے دُنیا وآخرت کی سعادت ہوتی ہے کیونکہ ہر انسان جو دوسروں کے مسائل حل کرنے پر توجہ دیتا ہے، دوسروں سے محبت سے پیش آتا ہے، ان کے لئے ہمدری رکھتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت ومہربانی کے سایہ میں آتا ہے۔

دوسری طرف سے وہ شخص اپنے اس عمل کی وجہ سے لوگوں میں قابل احترام ہو جاتا ہے دوسرے بھی اسی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں نتیجہ میں اس کے اچھے اخلاق کا سارا فائدہ ان کی ذات کو ملتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر جو اس عمل کا بڑا اجر و ثواب ہے وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی رضا ہے جو کچھ اللہ نے اس عمل کی وجہ سے اسے آخرت میں عطاء کرے گا وہ اس سب سے بڑا اور زیادہ ہے لیکن اس نتیجہ میں جب معاشرہ و سوسائٹی کے سارے افراد ایک دوسرے کے ہمدرد ہوں، ایک دوسرے سے رواداری سے پیش آئیں گے اس اعلیٰ اخلاق سے معاشرہ میں جو پیار و محبت، ہمدردی اور مہربانی کی فضاء وجود میں آئے گی۔ سارے ایک دوسرے سے محبت کریں گے تو ان پر برکات اُتریں گی، ان پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا لیکن اگر اس طرح عمل نہ کیا جائے ہم میں سے ہر ایک دوسرے کے معاملات کو اہمیت نہ دے۔ اپنی ذات میں گم ہو اور ہم ایسے زندگی گزار رہے ہوں جیسے جنگل میں زندگی گزر رہی ہو کہ کسی کو کسی کے بارے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ ہر ایک کو بس اپنی فکر ہوتی ہے اس کے نتیجے میں ہم ایک دوسرے کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں، شر، فساد، فتنہ، دشمنیاں آپس میں پروان چڑھتی ہیں ایک دوسرے کے حقوق غصب کیے جاتے ہیں خونریزی، خود پسندی رواج پا جاتی ہے، نفرتیں عام ہوتی ہیں جب ایسا ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر رحم نہ کرے گا۔

زمین میں رحمت کرو گے تو آخرت میں رحمت پاؤ گے

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

﴿الراحمون یرحمهم الرحمن یوم القیامة، أرحم من فی الأرض یرحمك من فی السماء﴾[1]

ترجمہ: ''جو لوگ رحمت کرنے والے ہوتے ہیں، تو اللہ ان پر قیامت کے دن رحمت کرے گا، جو زمین میں ہے تم ان پر رحم کروگے تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا''

امام حسینؑ کے اخلاق کا فیضان

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے خوشبودار پھول پیارے بیٹے کے اخلاق کا فیضان ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم جب بہت ہی سخت اور مشکل حالات سے دوچار ہوتے ہیں، دشمنان اسلام اہل بیت علیہم السلام کے پیروکاروں پر عرصہ حیات تنگ کرتے ہیں اور تمام ذرائع اور سارے وسائل کو انہیں نابود کرنے کے لئے استعمال میں لاتے ہیں۔ معاشی، اجتماعی، سیاسی اور نفسیاتی وغیرہ تمام حوالوں سے اہل بیت علیہم السلام کے لئے زندگی مشکل بنادیتے ہیں۔

حق کے پیرو اس حالت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں تو ایسے حالات میں اس ہدف کے لئے سب سے پہلے آپس میں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا ہوگا، ایک دوسرے کی مشکلات کو حل کرنا ہوگا، ایک دوسرے کی مشکلات و مصائب کو کم کرنے میں مددگار بننا ہوگا، ایک دوسرے کی ضروریات وحاجات کو پورا کرنا ہوگا، ایک دوسرے کے غموں کو بانٹنا ہوگا، جب ہم ایسا کریں گے تو گویا ہم نے اپنے ہر عمل میں امام حسین علیہ السلام کی پیروی کی ہے۔ ہماری زندگی کے لئے رول ماڈل امام حسین علیہ السلام ہیں وہ ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں۔

[1]۔ بحار الانوار ۷۴ :۱۶۷؛ من لا یحضرہ الفقیہ ۴ :۳۷۹ / ۵۸۰۶۔

یہ وہ سب کچھ ہے جب ہم اپنی عملی زندگی میں امام حسین علیہ السلام کے اخلاق کو اپنائیں گے تو ہمیں دنیا وآخرت کی سعادت ملے گی اور دنیا میں سکون واطمینان نصیب ہوگا اور اللہ کی مدد ونصرت ہمارے لئے حاصل ہوگی یہ وہ دروس ہیں جو ہمیں حسینی رویوں سے ملتے ہیں۔

۹۔ حق سے وابستگی

جناب اُم المؤمنین ام سلمہ علیہا السلام سے مروی ہے:

﴿سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول: يقتل ابني الحسين بارض العراق، وعندي تربة دفعها الي في قارورة﴾

ترجمہ: ''میں نے رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم سے یہ سنا کہ آپ کہہ رہے تھے کہ میرا بیٹا حسین علیہ السلام عراق کی سرزمین پر قتل کیا جائے گا، میرے پاس تربت (خاک کربلاء) ہے جسے آپ نے مجھے ایک بوتل میں دیا''

فقال الحسين عليه السلام: ﴿اني والله مقتول كذلك﴾[1]

ترجمہ: ''توامام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا: بلاشک اللہ کی قسم میں اسی طرح ہی قتل کیا جاؤں گا (یعنی میرا قتل عراق کی سرزمین پر ہوتا حتمی ہے)''

کربلاء میں جنگ سے پہلے اپنے اصحاب سے گفتگو

امام حسین علیہ السلام نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنے اصحاب سے فرمایا:

[1]۔الخرائج والجرائح ۱: ۲۵۳؛ بحارالانوار ۴۵: ۸۹ / ۲۷۔

﴿قوموا فاشربوا من الماء، يكن آخر زادكم، وتوضؤ او اغتسلوا، واغسلوا ثيابكم لتكون اكفانكم، ثم صلى بهم الفجر﴾[1]

ترجمہ: "اُٹھو پانی ہے تو پی لو، کہ دُنیا سے آخرت تمہارے لئے بہتر ہے، وضو کر لو، نہالو، کپڑے صاف کر لو، یہی تمہارے کفن ہوں گے، پھر آپ نے ان کے ہمراہ نماز فجر باجماعت ادا کی"

سید الشہداء امام حسینؑ کو تمام حالات کا علم تھا

یہ آپ نے کہا جبکہ سید الشہداء علیہ السلام کو اس سب کا علم تھا جو کچھ پیش آنے والا ہے، جو کچھ آپ کے ساتھ، آپ کے اہل بیت کے ساتھ، آپ کے اصحاب کے ساتھ جو ہونا ہے اس سے آپ آگاہ تھے کہ انہیں قتل کیا جائے گا۔ان کی لاشوں کو پامال کیا جائے گا، پیاسا مارا جائے گا، سر قلم ہوں گے، چھنیا جھپٹی ہو گی لوٹ مار ہو گی۔

امام علیہ السلام نے حق کو تھام رکھا تھا اور حق پر چلنے کی دعوت دے رہے تھے باطل کو بیان کر دیا، باطل کو چھوڑنے کا کہا ہے حق سے کسی نے آپ کو نہیں موڑا، نہ ہی آپ نے حق کو چھوڑا جو بھی حالات آئیں جو بھی مشکلات ہوں تو حق کو نہ چھوڑیں، حق کو قائم کرنے اور اس کی بالادستی کے لئے آپ کی توجہ رہی اور آپ اللہ کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوئے۔

آپ کے ساتھی

آپ کے ساتھ ہر ایک شخص ایسا ہے کہ جیسے وہ شخص گلاب کے پھولوں سے بھرے باغ میں موجود ہو کہ وہ دل کو لبھانے والی خوشبو سے بہرور ہو وہ الٰہی حکم

[1]۔الامالی:۲۲۱ / ۲۳۹؛ بحار الانوار ۴۴ :۳۱۶۔

پر پوری توجہ دیتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا۔ہم دیکھتے ہیں کہ جس نے امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دیا، جوآپ کے ساتھ چل رہے تھے، جنہوں نے آپ کے مکارم اخلاق کا مظاہرہ دیکھاجس کی نظیر ومثال نہیں ملتی تو یہ طبیعی امر ہے کہ وہ اس عمل سے اثر لے اورآپ کے اخلاق سے آراستہ ہوں۔

لہٰذاجس طرح حق والوں کا حق سے وابستہ ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہوتا کیونکہ حق والے حق کے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔یہی حال امام حسین علیہ السلام کے اہل بیت اورآپ کے اصحاب کا تھا۔ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی امام علیہ السلام نے اپنے اہل بیت اوراپنے اصحاب میں سے کسی ایک سے یہ کہا کہ وہ اسے چھوڑ کر چلا جائے۔اپنی طرف سے ان پر کوئی پابندی نہیں ہے تواس اختیار کو ٹھکرادیتااوریہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہی ہیں اورآپ کو چھوڑ کر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

حضرت عباسؑ کامثالی مؤقف

اس حوالے سے حضرت عباس علیہ السلام کامثالی مؤقف پیش کرتے ہیں ۔جب شمر ملعون آپ کے لئے اورآپ کے بھائیوں کے لئے ابن زیاد ملعون سے امان نامہ لے کرآیا اورایک آوازدے کر کہا کہ ہمارے قبیلہ والوں سے تعلق رکھنے والی ،ہماری بہن کے بیٹوں تمہارے لئے امان ہے توحضرت عباس علیہ السلام نے یہ سنتے ہی فوراًجواب دیا:

﴿لعنك الله ولعن أمانك، أتؤمننا وابن بنت رسول الله لاأمان له﴾[1]

---

[1]۔انساب الاشراف۳: ۳۹۱؛المنتظم ۵: ۳۳۷؛تذکرۃ الخواص:۲۴۹؛تاریخ الطبری۵ :۴۱۵ ؛الکامل فی التاریخ ۲ :۵۵۸۔

ترجمہ: ''اللہ تجھ پر لعنت بھیجے اور تیری امان پر بھی لعنت ہو کیا توں ہمارے لئے امان دینے کا کہہ رہا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کے لئے امان نہیں ہے''

اُم وھب کا کربلاء میں شاندار مؤقف

امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جتنے افراد تھے سب ہی مکارم اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ایک سے ایک بڑھ کر ایثار، رحمت، محبت، شفقت، صبر، استقامت اوروفاء جیسے اعلیٰ صفات کا بے مثال کردار ہے۔اُم وھب جس کا شوہر میدان میں گرا پڑا ہے وہ خیمہ سے چوب (خیمہ کو سہارا دینے والی لکڑی) لیتی ہے اور دشمن پر حملہ کرنے کے لئے میدان کارزار کی طرف دوڑتے ہوئے جارہی ہے تاکہ اپنے شوہر کا انتقام دشمنوں سے لے اور محمد ﷺ کی طیب وطاہر ذریت پر خود کو فدا کرنا چاہتی ہے وہ اپنے شوہر کے لئے کہتے جارہی تھی، میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں ذریت محمد ﷺ کا دفاع کرو،اس کا شوہر اسے پکڑتا ہے اور واپس خیام میں پلٹا دیتا ہے۔وہ اس کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیتی ہے اور کہتی ہے کہ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی مگر یہ کہ میں بھی تمہارے ساتھ مر جاؤں۔

امام حسین علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

﴿جزيتم من أهل بيت خيرا، ارجعي رحمك الله الى النساء فاجلسي معهن، فأنه ليس على النساء قتال﴾[1]

[1]۔الملهوف:۱۶۱؛مثیرالاحزان:۶۲۔

ترجمہ: ''تمہیں اہل بیت کی طرف سے جزاء دی جائے گی، اللہ تم پر رحم کرے، تم خود اس جانب سے واپس چلی جاؤ اور خواتین کے ساتھ بیٹھو کیوں کہ خواتین پر جنگ کرنا نہیں''

جو بھی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہیں وہ حق سے وابستہ ہیں اور اسی پر قائم رہنے پر ان کا اصرار ہے اور انہیں باطل قبول نہیں اور ظالموں کی طرف ان کا بالکل رجحان نہیں بہت ہی روشن اور واضح کردار ہیں ان سب کا احاطہ کرنا آسان نہیں۔

جتنے مواقف اس حوالے سے ملتے ہیں چاہے خود امام حسین علیہ السلام کی ذات کو دیکھیں یا آپ کے اہل بیت علیہم السلام ہوں یا آپ کے اصحاب ہوں، مرد ہوں، یا خواتین ہوں، سب کے سب کردار میں ہمارے لئے دروس ہیں۔ان کرداروں سے جو کچھ نمایاں ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے۔

وحی کی پیروی اور صراط مستقیم پر قائم رہنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾[1]

ترجمہ: ''پس آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے اس سے تمسک کریں، آپ یقینا سیدھے راستے پر ہیں''

اس میں واضح حکم دیا گیا ہے اس سے تمسک کیا جائے جو وحی ہوئی ہے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی تاکید کی گئی، کربلا والے اسی پر قائم تھے۔

[1]۔سورۃ الزخرف: ۴۳۔

اللہ کی مضبوط رسی

﴿وَ مَنۡ یُّسۡلِمۡ وَجۡہَہٗۤ اِلَی اللّٰہِ وَ ہُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ﴾[1]

ترجمہ: ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا اور سب امور کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے''

اللہ کے احکام کے سامنے تسلیم ہونے سے انسان کو مضبوط سہارا ملتا ہے اور اللہ تک جانے کا ذریعہ ہے اس کا عملی مظاہرہ کربلاء میں ہم دیکھتے ہیں۔

حق سے وابستگی کی نشانی اور اس کی کسوٹی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی میں ہے۔ روایات میں اس حقیقت کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

صالحین کے اوصاف

اللہ تعالیٰ نے اس متعلق فرمایا ہے:

﴿یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ﴾[2]

ترجمہ: ''وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے، نیک کاموں کا حکم دیتے، برائیوں سے روکتے اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی صالح لوگوں میں سے ہیں''

---

[1]۔ سورۃ لقمان: ۲۲۔

[2]۔ سورۃ آل عمران: ۱۱۴۔

صالحین کے اوصاف بیان کیے ہیں کہ ایمان باللہ ہے، آخرت پر ایمان ہے،امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی اور خیرات اوراچھائی کی طرف تیزی کی طرف جانے والے،ہم ایسے کرداروں کو کربلاء میں موجود پاتے ہیں۔صالحین کی جماعت ہے جوان صفات کی حامل ہے جواس آیت میں بیان ہوئے ہیں۔

مومنین کی شان

اللہ تعالیٰ کاایک اور جگہ فرمان ہے:

﴿الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[1]

ترجمہ:"(راہ خدامیں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کی دعوت دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے ہیں اور (اے رسول) مومنین کو خوشخبری سنادیجئے"

مومنین جوحق سے وابستہ ہوتے ہیں ان کے بارے بیان ہوا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دیتے ہیں اللہ کی مدد کی نگہبانی کرنے والے ہوتے ہیں یہ اوصاف کربلاء والوں میں بدرجہ اتم موجود پاتے ہیں۔

نجات پانے والی جماعت

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

[1]۔سورۃ التوبۃ: ۱۱۲۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: ''اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں''

اس آیت میں فلاح وکامیاب ہونے والوں کے بارے بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینے والے ہوتے ہیں ہم یہ وصف کربلاء والوں میں موجود پاتے ہیں۔

جوآیات اوپر دی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینے والا ہو یہ عمل اس بات کا ثبوت ہوگا کہ وہ شخص حق سے وابستہ ہے یہ بات ہم کربلاء والوں میں پوری طرح موجود پاتے ہیں۔

حق کو تھامنا

امیر المؤمنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

﴿الزم الحق ينزلك منازل أهل الحق يوم لا يقضى إلا بالحق﴾[2]

ترجمہ: ''حق کو مضبوطی سے تھامے رکھو کہ یہ حالت آپ کو حق والوں کی منازل میں لے جائے گی اس دن حق کے مطابق فیصلہ ہوگا حق پر قائم رہنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ایسا شخص حق والوں کے مقامات میں ہوگا''

مسلمانوں کے اُمور

النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔سورۃ آل عمران: ۱۰۴۔

[2]۔ غرر الحکم: ۲۳۶۰۔

﴿من أصبح لایهتم بأمور المسلمین فلیس بمسلم﴾[1]

ترجمہ: "جو شخص اس حالت میں ہو کہ وہ مسلمانوں کے معاملات کے لئے کسی قسم کا اہتمام نہ کرے (مسلمانوں کے معاملات سے لاتعلق رہے) تو ایسا شخص مسلمان نہیں"

اولیاء کی شان

امام علی بن ابی طالب علیہاالسلام نے فرمایا:

﴿إن الله تعالیٰ ذکرہ لم یرض من أولیائه أن یعصی فی الأرض وهم سکوت مذعنون، لایأمرون بمعروف، ولاینهون عن منکر﴾[2]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے یہ بات پسند نہیں کرتا کہ وہ زمین پر اللہ کی نافرمانی ہوتی دیکھیں اس حال میں وہ خاموشی اختیار کریں اس نافرمانی کے خلاف آواز نہ اُٹھائیں، امر بالعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام نہ دیں"

ان دو احادیث میں وضاحت سے بتا دیا گیا ہے کہ حق پر رہنے والے پر ہے کہ مسلمانوں کے حالات بارے توجہ رکھے برائیوں سے لوگوں کو منع کریں، نیک اعمال کی تلقین کریں، اللہ کی نافرمانی پر خاموشی اختیار نہ کریں، ہم کربلاء والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حالات پر خود کو لاتعلق نہیں بنایا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینے میں ذرابرابر کوتاہی نہیں کی ان امور پر عملی مظاہرہ کی کربلاء والوں نے اعلیٰ مثال پیش کی۔

[1] ۔ الکافی۲: ۱۳۱ / ۱۔

[2] ۔شرح نهج البلاغة لابن ابی الحدید۲: ۲۰۸؛الغدیرا: ۴۷؛بحار الانوار ۳۲ : ۵۲۶۔

حق کی معرفت اور حق پر عمل

۲۔ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے تو حق کی معرفت حاصل کرنے اور پھر حق والوں کو پہچانے، حق کی معرفت کے بغیر حق والوں کی معرفت نہیں ہو سکتی۔اس بارے اسے چوکنا رہنا ہو گا جو بھی حق کا دعوی کرے اس کے پیچھے نہیں چلنا ہوتا، ہو سکتا ہے جو حق کا دعوے دار ہے وہ ظالم وستمگار ہو اور حق کے مخالف چلتا ہو۔

جو شخص حق کو نہیں پہچانتا تو وہ باطل کی جانب چلا جائے گا بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ناسمجھی میں باطل کو اپنالے اور باطل کا دفاع شروع کر دے گا یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ ہی حق ہے اس سبب جو بھی ہو بہر حال یہ بہت ہی خطرناک ہے۔ یہ طبیعی امر ہے اور ایسا ہی عام طور پر ہوتا چلا آرہا ہے کہ باطل پرست، جیسے امام حسین علیہ السلام کے دشمن تھے باطل پر چلنے والوں کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ حقائق کو تبدیل کر کے عام کریں، حق کا لباس پہنا کر باطل کو پیش کریں۔

حق و باطل کو مخلوط کرنا

ایسی حالت کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[1]

ترجمہ:"تم جان بوجھ کر حق کو باطل کے ساتھ کیوں خلط کرتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو؟"

حق کو باطل کے لبادہ میں لے آتے ہیں، حق کو چھپاتے ہیں اور انہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا کر رہے ہیں باطل کو حق کے روپ میں پیش کر رہے ہیں یہ

[1]۔سورۃ آل عمران: ۷۱۔

بہت ہی خطرناک کھیل ہوتا ہے اس طرح وہ لوگ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ہی حق والا بنا کر پیش کرتے ہیں اور حق والوں کو باطل قرار دیتے ہیں اس طرح عوام کو باطل کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہیں اور اسی کیفیت میں حق والوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔

اُولوالامر کا غلط معنی

یہ امر ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح عام لوگوں کو یہ باور کروایا گیا کہ امام حسین علیہ السلام نے حکومت وقت کی مخالفت کر کے بغاوت کی ہے اور قرآن نے کہا ہے کہ اولوالامر کی اطاعت کرو اور اولوالامر یزید ہے، حسین علیہ السلام کو العیاذ باللہ یزید کی اطاعت کرنا چاہیے تھی انہوں نے مخالفت کر کے حق کی مخالفت کی اس طرح ایک واضح باطل کو حق کا لبادہ پہنا کر عام لوگوں کو گمراہ کیا گیا۔

حق کی معرفت حاصل کرنا

لہٰذا ضروری ہے کہ انسان حق کی معرفت حاصل کرے اور پھر بڑی توجہ اور معرفت سے حق والوں کو پہچانے اور پھر حق والوں کا ساتھ دے جو کربلاء میں تھے انہوں نے حق کو پہچانا جو کہ امام حسین علیہ السلام کی ذات تھی اور ان کا ساتھ دیا کہ وہ حق والے ہیں۔

حق سے وابستگی

۳۔ حق اور حق والوں کی معرفت کے بعد ضروری ہے کہ حق سے وابستہ رہا جائے اور حق کا دفاع کیا جائے اور حق کے حصول کے لئے کام کیا جائے اور پھر باطل سے ٹکراؤ کیا جائے۔ حالات جیسے بھی ہوں بلکہ اگر حق کو حاصل کرنے

کے لئے یا حق کے دفاع کی خاطر جانی، مالی نقصان بھی اٹھانا پڑے تو اس کے لئے بھی تیار رہو۔

کربلاء کی مثال سامنے رکھیں!

دوسرے الفاظ میں مثال اپنے سامنے کربلاء کی رکھیں کہ آپ اس طرح حق سے وابستہ ہوں جس طرح امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب حق سے وابستہ تھے ایک لمحہ کے لئے بھی انہوں نے حق کے بارے تردد تک نہیں کیا اور نہ ہی حق کے حصول اور اس کی بالادستی کے لئے کچھ کرنے سے دریغ کیا بلکہ حق کے لئے سب کچھ دینے کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں اگر ہم دوسری حالت کو سامنے رکھیں یہ حق ہے لیکن یہ نہ ہو اور نہ ہی حق پر عمل کیا جارہا ہو تو پھر معاشرہ میں فساد اور قتل عام ہوگا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک کرنے کے منفی اثرات

النبی ﷺ نے حق کو چھوڑنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ترک کے جو منفی اثرات ہیں ان کو بیان فرمایاہے کہ اس صورت میں انسانوں میں جو بے شرم ترین اور بدترین لوگ ہوں گے وہ مسلط ہو جائیں گے ان کے پاس لوگوں کے اُمور آجائیں گے خیر اور بہتری معدوم ہو جائے گی شر وفساد عام ہوگا، کرپشن ہوگی، بلکہ ایسے حالات بن جائیں گے کہ لوگ منکر کو معروف اور معروف کو منکر قرار دیں گے تمام معیارات تبدیل ہو جائیں گے۔

طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اس بات پر کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام آپ کے اہل بیت اور اصحاب کے خلاف جنگ چھیڑی، مقابلے میں آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کی حرام کو حلال قرار

دیا اورحلال کوحرام قرار دیا، منکر اور بد عملی کے خلاف لڑتے انہوں نے اس کے برعکس کیا۔

امام حسینؑ سے جنگ کرنے والوں کا اعتراف

اہل باطل کے خلاف جنگ چھیڑنے کی بجائے انہوں نے اہل حق سے جنگ کی لیکن اگرانسان کارجوع اللہ اوراللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتووہ یہ اچھی طرح جان لے گا کہ حق پورا کا پورا اہل بیت کے ساتھ ہے۔اس بات کا دشمنوں اورامام حسین علیہ السلام کے قاتلوں نے بھی اعتراف کیاہے بہت سارے مواقع پر دشمنوں نے اس بات کااعلان کیاکہ امام حسین علیہ السلام کے بارے وہ جانتے ہیں کہ وہ رسول اللہؐ کی بیٹی کے فرزند ہیں۔،سبط رسول ہیں ،جوانان جنت کے سردار ہیں۔وہ ہی امت کے امام ہیں اوروہ جانتے تھے کہ وہ حسین ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے آئے ہیں،وہ جانتے تھے کہ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہےاور حسین علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں۔اس کی اطاعت ہونی چاہیئے۔

لیکن اعتراف کے باوجود وہ آپ کے قتل کے درپے تھے اورآپ کی مخالفت کرتے ہیں ، باطل کی معرفت رکھتے تھے لیکن باطل کا ساتھ دے رہے تھے اورامام حسین علیہ السلام سے چاہتے تھے کہ وہ باطل حکمران کی اطاعت میں آجائیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جس طرح جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ کی نافرمانی کرتا ہے جو شخص شیطان سے واقف ہے اور جانتا ہے ہے کہ وہ انسان کا دشمن ہے لیکن اس کے باوجود ہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے۔

آج کی اُمت کے حالات

۴۔جب ہم آج کے دور میں اُمت کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں اور جو بربادی اس امت کی ہو چکی ہے اور جو مصائب اس پر آرہے ہیں یہ اُمت جس بدحالی میں ہے پس ماندگی، جہالت، معاشی بدحالی، بدامنی، قتل وقتال، افتراق وانتشار، حقوق کی پالی اور فرائض کی انجام دہی کے کاموں میں کوتاہی ایک لمبی فہرست ہے کہ یہ امت مسلمہ کس طرح حق اور حق والوں سے باغی ہو چکی ہے سب کچھ جاننے کے باوجود باطل اور باطل پرستوں کا ساتھ دیتی ہے جس وجہ سے اس اُمت کو پس ماندگی کا سامنا ہے دوسری اقوام سے پیچھے رہ گئی اور یہ اُمت دوسری بالا دست اقوام کے لئے ایک آسان شکار ہے۔ان کی تجارتی منڈی ہے اوران کے منصوبہ جات کے تحت ہے جبکہ یہی امت تمام اقوام سے بہتر، افضل، ترقی یافتہ تھی، علمی میدانوں میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔اس کا سبب ایک ہے اور وہ حق کو چھوڑنا اور حق پر عمل نہ کرنا ہے اور باطل سے وابستگی ہے اور باطل پر عمل پیرا ہونا ہے۔

اُمت کی عظمت رفتہ کی بحالی کیلئے

اگر امت چاہتی ہے کہ اپنی عظمت رفتہ کو واپس لوٹا آئے اور اس کی گمشدہ شان واپس آجائے اور وہ تمام اقوام میں باوقار قوم بن جائے بلکہ سب پر بالادست ہو توسب سے پہلے اسے حق آشنا ہونا ہوگا اور پھر وہ تمام جن پر عمل کرنا ہوگا اسے معلوم رکھے جسے اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ نے معلوم رکھا ہے الٰہی اوامر کی پابندی کرنا ہوگی اور غیر الٰہی اُمور کو چھورنا ہوگا، شیطان کی پیروی کو چھوڑنا ہوگا، بدکردار افراد کی پیروی سے باہر آنا ہوگا۔

حق سے وابستگی

۵۔اس جگہ اس بات کی طرف اشارہ دینا ضروری ہے کہ حق کے بہت سارے مصادیق ہیں جو کچھ بیان ہو چکا اس کی روشنی میں ہر وہ جو حق ہے اس سے خود کو وابستہ کرنا ہوگا، حق سے تعلق رکھنا ہوگا ایسا نہیں ہے کہ ایک جگہ حق کو لے لیں اور دوسری جگہ حق کو چھوڑ دیں حق وہ ہے جہاں پر حق کا عنوان آجائے تو اسے قبول کرنا ہوگا،اس پر عمل کرنا ہوگا ہمارے اوپر اللہ کا یہ بیان صادق نہ آئے۔

حقیقی کافر

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾[1]

ترجمہ: ”جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور رسولوں کے درمیان تفریق ڈالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے اور وہ اس طرح کفر و ایمان کے درمیان ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں، ایسے لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے“

بعض کا کفر اور بعض کو قبول کرنا، بعض پر ایمان اور بعض کو چھوڑنا اسلام میں جو ٹھیک ہے، وہ یہ ہے کہ انکار تو سب کا انکار، ایمان تو سب پر ایمان۔ حق کا پہلا مصداق دین اسلام ہے، اللہ دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو پسند نہیں کرتا۔

[1]۔سورۃ النساء: ۱۵۰۔۱۵۱۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ﴾[1]

ترجمہ: ''اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔''

ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: ''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواہاں ہو گا وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو گا''

دین فقط اسلام ہے اسلام کے سواء کچھ قبول نہیں، حق کے مصادیق سے جسے تسلیم کرنا ضروری ہے اور جس سے تمسک اور وابستگی واجب ہے وہ اسلام کا دستور ہے جو کہ قرآن کی شکل میں موجود ہے۔

قرآن حق ہے، حق کی جانب سے مخلوق کے لئے آیا ہے، قرآن کو پڑھا جائے اس کی آیات میں تدبر اور غور کیا جائے اور قرآن میں دیئے گئے اوامر پر عمل کیا جائے گا اور اس کی نواہی سے بچا جائے قرآن کے مواعظ سے سبق لیا جائے قرآن میں جو واقعات بیان ہوئے ان سے درس لیا جائے۔

جب سے مسلمان فرقوں اور مذاہب میں بکھر گئے جو کہ اسلام دشمنوں کے منصوبہ سے ہوا اب یہ مسلمان جو دین اسلام کو چاہتا ہے وہ مذہب حق پر آجائے فقہ

1۔ سورۃ آل عمران: ۱۹۔

2۔ سورۃ آل عمران: ۸۵۔

حسینیہ کو اپنائے اور مذہب اہل بیت علیہم السلام قرآنکے بعد اہل بیت علیہم السلام حق ہیں اوران سے وابستگی ضروری ہے قرآن واہل بیت بھی امت مسلمہ کی نجات کا ذریعہ اوران کی وحدت کے ضامن ہیں۔

اہل البیتؑ افتراق وانتشار سے امان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے اہل بیت میری اُمت کو افتراق وانتشار سے بچانے کے لئے امان میں کسی طرح عقائد حقہ کو اپنایا جائے انحرافی نظریات سے بچایا جائے، تحریف شدہ باطل عقائد کو سمجھایا جائے اوران سے دوررہا جائے جوکہ حق کے دشمن نے منصوبہ بندی سے مسلمانوں کوفرقوں تقسیم کرنے کے لئے کیاہے۔

اسی طرح شریعت کے احکام کو جاننے کے بعد ان پر عمل کیا جائے اسلام کے حلال کو حلال اورحرام کو حرام سمجھاجائے خواہشات اورذاتی مفادات کو چھوڑ کروہ کیاجائے جو اسلام چاہتاہے۔

کربلائی تحریک/مرکزی نقطہ

پوری بحث کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ مکارم اخلاق اوراخلاق وفضائل سے خود کووابستہ کریں اورخود کومکارم اخلاق سے آراستہ کریں اورخود کومکارم اخلاق سے آراستہ کریں بداخلاقی اوربرے اخلاقیات سے خود کودور رکھیں۔

آخری بات یہ ہے کہ ضروری ہے کہ حق کے تمام مصادیق سے وابستہ رہیں اوران پر عمل کریں حق کوکسی بھی حال میں نہ چھوڑیں اوراس کے لئے کربلائی تحریک کو اپنے لئے نمونہ قراردیں اورامام حسین علیہ السلام کے انقلاب اورآپ نے اُمت کے لئے جو اصلاحی تحریک قائم کی خود کو اس سے وابستہ کریں

اوراس تحریک میں جو اعلیٰ اخلاق کے نمونے ہیں ان کو اپنی زندگی میں لاگو کیا جائے کربلاء سے وابستگی ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿اِنَّ الْحُسَّیْنَ مِصْبَاحُ الھُدیٰ وَ سَفِیْنَۃُ النَّجَاۃ﴾

ترجمہ: ''حسین ہدایت کے چراغ اور نجات کا راستہ ہیں''

امام حسین علیہ السلام ہی اُمت کی وحدت کا مرکزی نقطہ نظر ہیں۔

۱۰۔ حق کے راستہ میں قربانی اور باطل کے خلاف جنگ

پچھلے عنوان میں ہم نے بیان کیا ہے کہ ایک مسلمان کو حق سے وابستہ رہنا چاہیئے۔اس عنوان میں یہ بیان کرنا ہے کہ حق کو رائج کرنے اوراس کے وجود میں آنے کے لئے قربانی دینا کیونکہ ایسا دیکھنے میں آیا کہ انسان حق کی معرفت رکھتا ہے حق سے وابستہ بھی ہے لیکن جب حق کو رائج کرنے کا وقت آنا اوراس کے لئے جد وجہد وقربانی کی ضرورت ہوتی ہے تواس کے لئے نکلنا ہوتا ہے نہ بعض دفعہ مالی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے بعض دفعہ وقت دیناپڑتا ہے بعض دفعہ عزیز واقارب کی جدائی برداشت کرناپڑے گی۔

بعض دفعہ اس راستہ میں تکالیف اُٹھاناپڑتی ہیں بعض دفعہ جان تک قربان کرنے کی نوبت آجاتی ہے لیکن وہ اس کے لئے تیار رکھنا ہوتا ہے ان دو عنوان کا آپس میں تعلق ہے جس نے ان کو پہچان لیا حق کی اہمیت جان لی اور حق کو اپنا لیا تو ہی اس حق کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے لئے بھی تیار رہنا ہوگا۔

امام حسینؑ اور حق کا دفاع

امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان موجود تھے آپ کا سامنا حر کے لشکر سے ہوا جو آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آتے ہیں آپ نے اس موقع پر اہم خطاب فرمایا۔

اللہ کی حمد و ثناء بجالانے کے بعد آپ نے فرمایا:

﴿أیھاالناس، ان رسول صلى الله عليه وآله قال: من رأی سلطانا جائرا، مستحلا لحرم الله، ناکثالعھدالله، مخالفا لسنة رسول الله، یعمل فی عبادالله بالاثم والعدوان، فلم یغیرعلیه بفعل ولا قول، کان حقا علی الله ان یدخله مدخله۔ ألاوان ھؤلاء قد لزموا طاعة الشیطان، وترکوا طاعة الرحمن، وأظھروا الفساد، وعطلوا الحدود، واستأثروا بالفیء، وأحلوا حرام الله، وحرموا حلاله، أنا أحق من غیر﴾[1]

ترجمہ: ''اے حضرات، بتحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم حکمران کو موجود پائے جو اللہ کے حرام کو حلال قرار دے رہا ہو اور اللہ کے عہد کو توڑ رہا ہو اللہ کے رسولؐ کی سنت کا مخالف ہو، اللہ کے بندگان میں گناہ، زیادتی اور ظلم کو روا رکھتا ہو تو وہ شخص جو ایسے ظالم کے ان کرتوتوں کو دیکھ رہا ہے اس کے بدلنے کے لئے کچھ نہ کرے، نہ زبان سے روکے اور نہ ہی اس کے روکنے کے لئے کوئی عملی اقدام کرتے تو اللہ پر ہے کہ وہ ایسے شخص کو جو ظالم کے ظالمانہ اور شریعت رویہ پر خاموش ہے۔ اللہ کا حق ہے کہ اسے ایسی جگہ روانہ کرے جہاں اس ظالم حکمران نے جانا ہے ''

[1]۔تاریخ الطبری۵ :۴۰۳؛الکامل فی التاریخ۲: ۵۵۲ وغیرھا۔

اس تمہیدی بیان کے بعد امام حسین علیہ السلام نے موجودہ حکمرانوں کے بارے بیان دیا اور آپ نے فیصلہ سنایا۔

ترجمہ: "آگاہ ہو جاؤ کہ یہ حکمران جو اس وقت مسلط ہیں، انہوں نے شیطان کی اطاعت کو اپنایا ہوا ہے اور رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے، فساد کو عام پھیلایا ہے ،حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے، بیت المال (اللہ کے مال) کو اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے، اللہ کے حرام کو حلال اور اللہ کے حلال کو حرام قرار دے رکھا ہے، میں زیادہ حق رکھتا ہوں ان لوگوں سے جنہوں نے شریعت کے احکام میں تبدیلی کی ہے کہ میں ان کے خلاف آواز بلند کروں"

امام حسینؑ کی تحریک

اس بیان میں امام حسین علیہ السلام نے حق کو قائم کرنے اور باطل کے خاتمہ کی بات کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس الٰہی اور ربانی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے میں دوسروں سے زیادہ حق رکھتا ہوں اگرچہ اس راستہ میں کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دینا پڑیں۔

اس بیان میں حق کے لئے قربانی دینے کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اس مہم پر آپ نکلے ہیں وہ اسلامی امت کی مہم ہے حق کو رواج دینے کی تحریک ہے، ظلم و فساد کے خاتمہ کی تحریک ہے، ظالم و جابر حکمران کے سامنے قیام کرنے کی بات ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مصائب برداشت کرنے اور اس راہ میں قربانی تک پیش کرنے کی بات ہے، امام حسین علیہ السلام کا قیام ظلم کے خلاف تھا، فساد کے خاتمہ کے لئے تھا اور ظالم حکمرانوں کے خلاف تھا۔

حضرت علی اکبرؑ کو جنگ کیلئے بھیجنے کے وقت

میدان کارزار میں امام حسین علیہ السلام ایک کے بعد دوسری قربانی دیتے رہے، جب آپ نے اپنے پیارے بیٹے علی اکبر علیہ السلام کو میدان جنگ کے لئے روانہ کیاتوآپ نے اس طرح اظہار فرمایا: اس بیان سے اس شخصیت کی فضیلت کو بیان کیا ہے، جسے میدان کارزار میں بھیجا ہے اوراس قربانی کی اہمیت بتائی ہے۔

﴿اللهم اشهد علی هؤلاء القوم، فقد برز الیهم غلام أشبه الناس خلقا وخُلقا ومنطقا برسولك محمد صلی الله علیه وآله وسلم، کنا اذا اشتقنا الی وجه رسولك نظرنا الی وجهه﴾

ترجمہ: ''اے اللہ اس قوم پر گواہ رہ کہ اس وقت ان کی طرف ایسا جوان میدان میں جارہا ہے جو تمام انسانوں میں تیرے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اخلاق میں، خلقت میں، سیرت میں، کردار میں سب سے زیادہ شباہت رکھتے ہیں، ہمیں جب تیرے رسول کے چہرے کا دیدار کا شوق ہوتا تو ہم اس جوان کے چہرے کا دیدار کر لیتے تھے''

علی اکبر علیہ السلام نے میدان کارزار میں بہادروں جیسی جنگ کی، جب آپ شدید پیاس کی وجہ سے اپنے باپ کی طرف واپس آکر عرض کی کہ بابا جان مجھے پیاس لگی ہے اور لوہے کے بوجھ (زرہ وغیرہ جو پہن رکھی تھی) نے تھکا دیا ہے۔

کیاایک گھونٹ پانی مل سکتا ہے تاکہ اس سے میں نئی طاقت حاصل کروں اور دشمنوں پر پہلے سے سخت وار کرسکوں، جب حضرت علی اکبر علیہ السلام نے یہ بات کہی توآپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا:

﴿یابنی قاتل قلیلا، فماأسرع ماتلقی جدك محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیسقیك بکأسه الاوفی شربة لاتظمأ بعدها﴾[1]

ترجمہ: ”اے پیارے بیٹے تھوڑی دیر اور جنگ کرو بہت جلدی تم اپنے جد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملو گے تو وہ آپ کو چھلکتے ہوئے پانی کے جام سے آپ کو سیراب کریں گے اس کے بعد تم پیاس محسوس نہیں کرو گے“

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے اسلام محمدی کے اصل کی حفاظت، باطل کا صفایا کرنے، حق کو قائم کرنے کے لئے، ظلم وجور کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر چیز کی قربانی دی۔ اپنی اولاد کی، اپنے اصحاب کی، اپنے خاندان کی اور اپنی خواتین کی بے احترامی و اسیری کے لئے اپنی ماں کی تاراجی کی پھر اپنی جان بھی ایسی راہ میں قربان کر دی آپ کی جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان تھی۔

آپؑ نے فرمایا:

حسین منی وأنا من حسین﴾[2]

ترجمہ: ”حسین علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں“

امام حسینؑ کا اعزاز

اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کو سب کچھ دے رکھا تھا آپ نے سب کچھ قربان کر دیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کی ذریت میں امامت کو قرار دیا دیا آپ کی

[1] ۔مقتل الحسین للخوارزمی ۲ :۳۰؛الفتوح ۵ : ۱۱۴ وغیرھا۔

[2] ۔الارشاد ۲: ۱۲۷؛مسند احمد بن حنبل ۴ :۱۷۲؛سنن ابن ماجه ۱ :۵۱ / ۱۴۴؛سنن الترمذی ۵ :۶۵۸ / ۳۷۷۵۔

تربت میں شفاء رکھ دی آپ کے قبہ کے نیچے دعاء کی قبولیت قرار دی،آپ کے زائر کے لئے یہ انعام رکھا کہ اس کا جتنا وقت زیارت کے سفر میں گزرے کا اس کے ان لمحات کو اس کی عمر میں شامل نہ کیا جائے گا اور مہدی علیہ السلام آپ کی اولاد سے ہیں۔

فقط امام حسین علیہ السلام نے ہی قربانی نہیں دی بلکہ آپ کی اولاد،آپ کے اصحاب،آپ کے خاندان بلکہ آپ کی خواتین اور بچوں تک نے اس راستے میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

حضرت عباسؑ کا ایثار

حضرت عباس علیہ السلام اپنے مادری، پدری بھائیوں کو قربانی کے لئے پہلے میدان میں بھیجتے ہیں اور ان کے لئے یہ فرماتے ہیں:

﴿یابنی أمی تقدموا حتی أراکم قد نصحتم لله ولرسوله﴾[1]

ترجمہ:''میری ماں جاؤ آگے بڑھو تاکہ میں یہ دیکھ سکوں کہ آپ نے اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے خالص محبت کا مظاہرہ کیا ہے (اور اس راہ میں قربان ہو گئے)''

اس طرح میں نے بھی حق (جو اس وقت امام حسین علیہ السلام کی صورت میں موجود ہے) کے لئے اپنی جان قربانی پیش کی ہے اس کے بعد خود حضرت عباس علیہ السلام میدان میں اترتے ہیں اور خود کو قربان گاہ میں پیش کر دیتے ہیں۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام حضرت عباس علیہ السلام کی شان بارے فرماتے ہیں:

---

[1] ۔الارشاد۲: ۱۰۹؛مثیرالاحزان:۵۰۔

﴿رحم الله عمی العباس، فلقد اثرو أبلی وفدی أخاه بنفسه حتی قطعت یداه، فأبدله الله عزوجل بهما جناحین یطیربهما مع الملائکة فی الجنة، کما جعل لجعفر بن ابی طالب، وان للعباس عندالله تبارك وتعالیٰ منزلة یغبطه بها جمیع الشهداء یوم القیامة﴾[1]

ترجمہ: "اللہ عباس علیہ السلام پر اپنی رحمت اُتارے، انہوں نے ایثار کیا، بہادری کا مظاہرہ کیا اور اپنی جان کو اپنے امام پر قربان کر دی یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ قلم ہوگئے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کے بدلے میں دو پر دیے ہیں جن کے وسیلہ آپ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے جعفر بن ابی طالب علیہما السلام کے لئے دو پر دیے اور بلاشک اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں آپ کی ایسی منزلت وشان ہے کہ جس مقام کو دیکھ کر سارے شہداء قیامت کے دن رشک کریں گے"

یہ مرتبہ اور شان بغیر وجہ کے نہیں ملی بلکہ اس قربانی کی وجہ سے جو آپ نے حق کو قائم کرنے اور منکر کا انکار کرنے کے پیش کی اور اپنے زمانہ کے امام کی اطاعت میں رہے اور اپنے امام کے راستہ میں خود کو قربان کیا۔

شبِ عاشور کا واقعہ

کربلاء ہے، شبِ عاشور ہو چکی ہے امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب اور اپنے اہل بیت کے لئے اپنے خطاب میں تعریفی جملے کہنے بعد یہ اعلان سب کے لئے کیا: ﴿هذا اللیل قد غشیکم فاتخذوه جملا، ثم لیأخذ کل رجل منکم بید رجل من

[1]۔الامالی للصدوق: ۷ ۵۴ / ۷۳۱؛ الخصال: ۶۸ / ۱۰۱؛ بحار الانوار ۴۴ :۲۹۸ / ۴۔

أهل بيتي، ثم تفرقوا في سوادكم ومدائنكم حتى يفرج الله، فإن القوم إنما يطلبوني ولو قد أصابوني للهوا عن طلب غيري﴾

ترجمہ: "یہ رات آپ پر چھا چکی ہے اس رات کو اپنے لئے سواری قرار دو پھر تم میں سے ہر مرد میرے اہل بیت سے ایک مرد کا ہاتھ پکڑے پھر تم اپنی آبادیوں اور اپنے شہروں میں پھیل جاؤ یہاں تک کہ اللہ حالات ٹھیک کر دے کیونکہ یہ قوم فقط مجھے چاہتی ہے اور میرے درپے ہے اگر وہ مجھے پالیں گے تو پھر میرے علاوہ دوسروں کی طلب سے غافل ہو جائیں گے"

آپ کے اس بیان کے فورا بعد آئے بھائیوں اور بیٹیوں، سب یتیموں اور عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں (بھانجوں) نے بزبان یہ جملہ کہا: ﴿لم نفعل لنبقى بعدك؟﴾ ،ترجمہ: "ہم ایسا نہیں کریں گے کہ ہم آپ کے بعد رہیں گے" ایسا نہیں گے ،اللہ ایسی حالت ہمیں کبھی بھی نہ دیکھائے، عباس بن علی علیہما السلام نے اس طرح کی گفتگو کا آغاز کیا پھر باقی افراد نے اسی طرح کی گفتگو کی۔

امام حسین علیہ السلام، حضرت عقیل علیہ السلام کی اولاد کی جانب رُخ کر کے فرماتے ہیں:

﴿یابني عقیل حسبکم من القتل بمسلم، اذهبوا قد أذنت لکم﴾

ترجمہ: "اے عقیل علیہ السلام کے فرزندو تمہارے لئے مسلم کا قتل (ثواب کے لئے) کافی ہے تم سب چلے جاؤ میں نے تمہارے لئے اس کی اجازت دے دی ہے"۔

یہ سن کر حضرت عقیل علیہ السلام کی اولاد نے جواب دیا:

﴿فما يقول الناس يقولون إناتركنا شيخنا وسيدناونبي عمومتناخيرالأعمام ولم نرم معهم بسهم ولم نطعن معهم برمح ولم نضرب معهم بسيف ولاندرى ماصنعوا، لاوالله لانفعل ولكن تفديك أنفسنا وأموالناوأهلونا، ونقاتل معك حتى نردموردك، فقبح الله العيش بعدك﴾

ترجمہ: ''لوگ ہمارے بارے کیا کہیں گے کہ ہم اپنے بزرگ اور سردار اور اپنے چچا کی اولاد (جو ہمارے بہترین چچا تھے پورے زمانہ سے) چھوڑ دیا۔ ان کے ساتھ مل کر کوئی تیر نہ چلایا اور نہ ہی ان کی ہمراہی میں نیزہ پھینکا اور ان کی مصیبت میں تلوار نہ چلائی اور ہمیں معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا گیا۔ (ان کے حال بارے ہمیں خبر تک نہ ہو) اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا ہم آپ کو چھوڑ کر جائیں گے آپ پر اپنی جانیں، اپنے اموال، اپنے اہل کو قربان کریں گے۔ آپ کی سربراہی میں جنگ کریں گے یہاں تک کہ ہمارا ٹھکانہ وہی نہ ہو جو آپ کا ہے، اللہ اس زندگی کو نہ قرار دے جو آپ کے بعد ہو، یعنی آپ کے بغیر زندگی ہماری زندگی بے آرامی اور بے سکونی کی زندگی ہوگی آرام و سکون نہ ہوگا''

اصحاب کا بیان

آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے تاثرات کے بعد آپ کے اصحاب نے باری باری اظہار کیا۔ سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور یہ کہا کہ

مسلم بن عوسجہ کا بیان

﴿أنحن نخلي عنك ولما نعذر إلى الله في أداء حقك، أما والله حتى أكسر في صدورهم رمحي وأضربهم بسيفي ما ثبت قائمه في يدي، ولا أفارقك، ولو لم يكن معي سلاح أقاتلهم به لقذفتهم بالحجارة دونك حتى أموت معك﴾

ترجمہ: ''کیا ہم آپ سے الگ ہو جائیں، آپ کو چھوڑ دیں، تو پھر ہم تیرے حق کی ادائیگی کے حوالے سے اللہ کے سامنے کیا توجیہ پیش کریں گے۔ اللہ کی قسم! میں ان کے سینوں میں اپنے نیزوں کو توڑوں گا اور جب تک تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں موجود رہے گا تو تلوار سے جنگ کروں گا اور اگر میرے پاس اسلحہ نہ رہا تو بھی ان کے ساتھ جنگ کروں تو میں آپ کے دفاع میں انہیں پتھر ماروں گا یہاں تک کہ میں آپ کے ساتھ مارا جاؤں گا''

سعید بن عبداللہ کا بیان

﴿والله لا نخليك حتى يعلم الله أنا قد حفظنا غيبة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فيك﴾

ترجمہ: ''اللہ کی قسم ہم آپ کو چھوڑ کر نہ جائیں گے یہاں تک کہ اللہ یہ جان لے کہ ہم نے آپ کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں آپ کے حق کا پاس کیا ہے۔''

پھر فرمایا:

﴿واللہ لوعلمت أنی أقتل ثم أحیاثم أحرق حیا، ثم أذریفعل ذلك بی سبعین مرۃ، مافارقتك حتی ألقی حمامی دونك، فکیف لاأفعل ذلك وإنماھی قتلة واحدۃ ثم ھی الکرامة التی لاانقضاء لھاأبدا﴾

ترجمہ: ''اللہ کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ مجھے قتل کیا جائے گا پھر مجھے زندہ کیا جائے گا پھر مجھے زندہ جلادیا جائے پھر میری راکھ کو ہوا میں اُڑادیا جائے گااوراس طرح ستر مرتبہ میرے ساتھ کیاجائے گا تو پھر بھی میں آپ کو چھوڑ کرنہ جاؤں گا۔ یہاں تک کہ آپ کی خاطر میں اپنی موت کو پاؤں جبکہ یہ توایک مرتبہ قتل ہوگااس کے بعد یہ قتل ہمیشہ کے لئے کرامت ہے جسے زوال نہیں''

زھیر بن القین

﴿واللہ لوددت أنی قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی أقتل کذاألف قتلة، وأن اللہ یدفع بذلك القتل عن نفسك وعن أنفس ھؤلاء الفتیة من أھل بیتك﴾

ترجمہ: ''اللہ کی قسم میری چاہت تو یہ ہے کہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں اوراسی طرح میرے ساتھ ایک ہزار مرتبہ کیا جائےاللہ میرے اس قتل کو تیرادفاع قرار دےاوران جوانوں کی قربانی بنادے جو تیرے اہل بیت سے ہیں''

آپ کے اصحاب اس طرح کا بیان دے کراس بات کااظہار کیا کہ ہم آپ کو چھوڑ کرنہیں جائیں گے۔اصحاب میں سے ہر ایک نے اسی طرح کی گفتگو کی،ان کے بیانات ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے تھے،ایک بات سب کہہ رہے تھے۔

﴿والله لانفارقك وكن أنفسنا لك الفداء نقيك بنحورنا وجباهنا وأيدينا، فإذانحن قتلنا كنا وفينا وقضينا ماعلينا﴾[1]

ترجمہ: ''سب یہ کہہ رہے تھے،اللہ کی قسم ہم آپ کو چھوڑ نہ جائیں گے لیکن ہماری جانیں آپ پر قربان ہوجائیں ہم اپنی گردنوں سے،اپنی پیشانیوں سے،اپنے ہاتھوں سے آپ کے لئے ڈھال بنیں گے پھر اگر ہم قتل کردیے گئے تو گویا ہم نے وفاداری کی اور جو ہمارے اوپر حق آپ کے حوالے سے بنتا تھا ہم نے اسے ادا کردیا''۔

میدان میں جانے کی سبقت

ایک اور بیان میں آیا ہے کہ جب آپ کے اصحاب نے دیکھا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ حسین علیہ السلام کو ان سے نہیں بچا سکتے اپنی جانیں قربان کر کے ہی حسین علیہ السلام کا دفاع نہیں ہوسکتا تو وہ آپس میں اس دوڑ میں لگ گئے کہ ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ دوسروں سے پہلے میدان میں جائے اور اپنی جان امام حسین علیہ السلام کی خاطر قربان کردی۔[2]

یہ بیانات اور اسی طرح کے اور بہت سارے بیانات کے مضامین سے جو استفادہ ہوتا ہے اور ہمارے لئے ان میں موجود جو دروس ہیں اور قابل تقلید نمونے وہ کچھ اس طرح ہیں۔

[1]۔تاریخ الطبری۵: ۴۱۸؛الکامل فی التاریخ۴ :۵۵۹؛البدایۃ والنہایۃ۸ :۱۷۶؛الارشاد۲ :۹۱ ؛الملھوف:۱۵۱؛اعلام الوری۱ :۴۵۵؛المنتظم۵:۳۳۷؛المناقب لابن شھراشوب۴ :۹۹؛مثیرالاحزان:۵۳۔

[2]۔تاریخ الطبری۵: ۴۴۲؛انساب الاشراف۳ :۴۰۴؛البدایۃ والنہایۃ ۸ :۱۸۴۔

کربلاء والوں کے بیانات سے سبق آموز باتیں

شریعت میں قرآنی آیات اوراحادیث پرآگہی سے اُمت اسلامیہ کی حیات بارے اس مسئلہ کی اہمیت اجاگرہوتی ہے کہ دین کے لئے قربانی پیش کرنے کی کتنی اہمیت ہے اس کا بہت بڑا شرف واعزاز ہے۔جس کی روشنی میں کربلاء والے عملی مظاہرہ کرتے نظرآتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں قتل ہونا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کافرمان ہے:

﴿وَ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ﴾[1]

ترجمہ:''اور جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے ہیں قطعاًانہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں،اپنے رب کے پاس سے رزق پارہے ہیں''

اس آیت سے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کوزندگی سے تعبیر کیا گیا ہے اوریہی جذبہ کربلاء والوں کے بیانات میں نظرآرہاہے کہ وہ حسین علیہ السلام کے ساتھ مرنے کواپنے لئے حقیقی زندگی سمجھتے تھے۔

جنت میں جانے کیلئے آزمائش

ایک اور مقام پراللہ سبحانہ تعالیٰ کافرمان ہے:

﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ مَسَّتۡہُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ﴾[1]

[1]۔سورۃ آل عمران:۱۶۹۔

ترجمہ: ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تمہیں اس قسم کے حالات پیش نہیں آئے جو تم سے پہلوں کو پیش آئے تھے؟ انہیں سختیاں اور تکالیف پہنچیں''

جنت میں جانے کے لئے آمائش سے گزرنے کی بات ہے۔جنت ایسے ہی نہیں مل جاتی۔یہ بات کربلاء والوں کے اذہان میں پوری طرح موجود ہے لہذا انہوں نے ابدی سعادت کے لئے اس راہ میں ہر تکلیف برداشت کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کا نتیجہ

حدیث نبوی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿لایزال الناس بخیرما أمروا بالمعروف، ونھوا عن المنکر، وتعاونوا علی البر، فإذا لم یفعلوا ذلك نزعت منھم البرکات، وسلط بعضھم علی بعض، ولم یکن لھم ناصر فی الأرض ولا فی السماء﴾[2]

ترجمہ: ''عوام جب تک امر بالمعروف اور نہی المنکر کافریضہ انجام دیتے رہیں گے، نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں گے اور اگروہ ایسا نہ کریں گے تو ان سے برکات کو کھینچ لیا جائے گا اور ان کے بعض دوسرے بعض پر مسلط ہو جائیں گے ان کے لئے نہ تو زمین سے کوئی مدد گار ہوگا اور نہ ہی آسمان سے مدد ملے گی۔''

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1]۔سورۃ البقرۃ: ۲۱۴۔

[2]۔نہج البلاغۃ: ۴۳۔۴۴/ ۱۔

﴿لاتترکوا الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر فیولی علیکم شرارکم ثم تدعون فلا یستجاب لکم﴾[1]

ترجمہ: "امر بالمعروف اور نہی المنکر کے فریضہ کو مت چھوڑو کیونکہ اگر اس فریضہ کو ادا نہ کیا گیا تو تمہارے اُوپر بدترین، شریر ترین افراد حکمران بن جائیں گے پھر تم ان سے چھٹکارے کے لئے دعاء مانگو گے تو تمہاری دعاء کو قبول نہ کیا جائے گا"

کربلا والوں کی معرفت

کربلاء والے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی اہمیت کو جانتے تھے بعض نے تو اس فریضہ کی ادائیگی کی خاطر، انہوں نے آخری حد تک کو عبور کیا اور اس راستہ میں اپنی جانیں تک قربان کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ کربلاء کی تحریک ومصیبت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی بجاآوری اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کی تحریک تھی۔

امام حسین علیہ السلام نے اس تحریک کے آغاز میں اس بات کو واضح الفاظ میں بیان کردیا تھا۔ لہٰذا جو آپ کے ساتھی تھے ان کا اس پر ایمان تھا اور بابصیرت ہو کر وہ آپ کا ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے دے رہے تھے۔

تمام واجبات میں اہم فریضہ

۲۔ حق کو ثابت کرنے اور باطل کے بطلان کو واضح کرنے کا عمل دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ان واجبات سے ہے جن پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، اسی کی ادائیگی سے آدمی صحیح راستہ پر قائم رہتا ہے

---

[1] ۔ نہج البلاغۃ ۷۷؛ مستدرک الوسائل ۱۲: ۱۸۰۔

اور سوسائٹی اور اُمت کی اصلاح اور بہتری اسی میں ہے اور اُمت اپنے اصلی راستہ پر اسی فریضہ کو ادا کرنے سے قائم رہتی ہے۔ اگر اس کو ادا نہ کیا جائے تو اُمت کا راستہ بدامن ہو جاتا ہے اور فساد رواج پا جاتا ہے ہر شئی بگڑ جاتی ہے۔ کربلاء والے حق کو ثابت کرنے اور باطل کو نابود کرنے اور اس کی نفی کے لئے قربانی پیش کر رہے تھے جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے۔

الٰہی مقاصد کا حصول

۳۔ حق کو پھیلانے اور باطل کو واضح و روشن کرنے کی اہمیت بڑی واضح ہے اس کام کی انجام دہی کے لئے اگر قربانیاں دینی پڑیں تو اس سے دریغ نہ کیا جائے بلکہ الہی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی ہر قیمتی شئی کو قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے کوئی بڑا اصلاحی منصوبہ ہو اس کی تکمیل بڑی قربانیوں کو پیش کیے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح اہل بیت علیہم السلام کے پیروکار، مذہب اہل بیت علیہم السلام کی صورت میں حق کو ثابت کرنے کے لئے کس طرح بڑی بڑی قربانیاں دے رہے ہیں۔

حسینی پیروکار کی خصوصیت

یہ امر بہترین ثبوت ہے کہ بڑے الہی مقصد کے لئے قربانیاں دینا پڑتی ہیں جس کا سبب یہ ہے کہ مکتب اہل البیت علیہم السلام کے پیروکار حسینی ہیں۔ حسین علیہ السلام کی اقتداء کرتے ہوئے وہ اعلیٰ مقاصد کی خاطر ہر طرح کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ یہ قربانیوں کا وسیلہ رہتی دنیا تک چلتا رہے گا اور اس کے اثرات و فوائد حاصل ہوتے رہیں گے اور الہی مقاصد اسی سے پورے ہوں گے۔

تاریخ پر طائرانہ نظر

۴۔اگر ہم تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالیں تو ہم یہ بات دیکھ سکتے ہیں کہ حق کو ثابت کرنے اور باطل کی نابودی کے لئے بہت زیادہ اور بڑی بڑی قربانیاں پیش کی گئیں اس سے پہلے الٰہی مقاصد کے حصول کے لئے جنہوں نے قربانیاں پیش کیں اور اس کو حاصل کرنے کے لیے جس کا اللہ نے حکم دیا۔ان میں انبیاء اور ان کے اوصیاء آتے ہیں اور سب سے زیادہ قربانیاں خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے اس راستہ میں پیش کی ہیں۔

قربانیوں کا سلسلہ

آپؐ کا فرمان ہے :

﴿ما أوذی نبی۔ أحد۔ مثل ما أوذیت﴾[1]

ترجمہ: ”کسی نبی کو تبلیغ دین کے سلسلہ میں اس طرح اذیت نہیں پہنچائی گئی جس طرح اس راستہ میں مجھے تکلیف پہنچائی گئی“

ان کے بعد آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی قربانیاں ہیں جو الٰہی مقاصد کے حصول کے لئے دی گئیں۔اس میں قید و بند کی صعوبتیں، نظربندیاں، دربدر ہونا، گھر سے بے گھر ہونا، قتل ہونا، حرمت کی پامالی۔

امیر المؤمنین علیہ السلام سے لے کر یہ سلسلہ تمام آئمہ علیہم السلام تک جاری رہا حتی کہ اس میں امام عصر قائم مہدی علیہ السلام بھی شامل ہیں۔اس میں امام حسین علیہ السلام کی قربانی سب پر نمایاں ہے۔

[1]۔کشف الغمۃ ۳ :۳۴۶؛بحار الانوار ۳۹ :۵٦ / ۱۵۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کے بعد آپ کے پیروکار اورآپ کے راستہ پر چلنے والے علمائے کرام اور مجتہدین عظام ہیں۔انہوں نے حق کی تائید کرنے کے لئے اور باطل کی نابودی کے لئے قربانیاں پیش کیں اوراب تک دے رہے ہیں اور یہ امام حسین علیہ السلام کی اقتداء میں کررہے ہیں۔

ہماری ذمہ داری

ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم النبی ﷺ،آئمہ اہل بیت علیہم السلام اور علماء کرام کی پیروی کریں اعلیٰ اخلاقی رویہ کواپنانے سے ہی اُمت کی عظمت رفتہ بحال ہوسکتی ہے۔اُمت کی رہبری اسی میں ہے کہ اسے یہ بتایا جائے فساداوربدامنی سے کیسے بچایاجاسکتاہے۔

قربانی کی اعلیٰ مثال

۵۔یہ بات واضح ہے کہ قربانی ایک عنوان ہے اس میں بہت ساری شکلیں شامل ہیں،قربانی فقط یہ نہیں کہ میدان جنگ میں آئیں،جنگ کریں،قربانی دیں۔یہ بات درست ہے کہ جان فداء کرنا قربانی پیش کرنے کی اعلیٰ مثال ہے لیکن اس کے علاوہ قربانی پیش کرنے کی مختلف صورتیں ہیں۔

جیسے جیل جانا، ماریں کھانا، دوست و احباب کی جدائی،شہر بدری،نظر بندی،توہین،بے حرمتی،گالم گلوچ،غرض الٰہی مقاصد کے حصول کے لئے اور الٰہی فریضہ کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں جتنی مشکلات آئیں سب کو برداشت کرے اور اس ذمہ داری سے ہاتھ نہ اُٹھائے۔

ہر ذریعہ کا استعمال

اللہ کے راستہ میں حق کو ثابت کرنے اور باطل کو بے نقاب کرنے کے لئے ہر ذریعہ کو استعمال کیا جائے اوراس راستہ کی ہر رکاوٹ کو دور کیا جائے اوراس کے لئے جو بھی اور جس قسم کی بھی قربانیاں دینا پڑیں۔مال کی قربانی، دوست احباب کی جدائی۔رشتہ داروں سے دوری، مقام، منصب سے فراغت، شہر بدری، ہر طرح کی اذیت اس راستہ میں قبول کرے اوراپنے ہدف سے پیچھے نہ ہٹے اگرچہ اس راستہ میں جان تک چلی جائے۔یہ سب کچھ ہمیں کربلاء کی تحریک میں نظر آتا ہے اور کربلاء والوں نے ہمارے لئے عملی نمونے پیش کیے ہیں۔ضروری ہے کہ ہم حسینی تحریک سے سبق لیں ہے اوراسی تحریک کو اپنے لیے رول ماڈل قرار دیں اوراسی تحریک کو ہم نے اپنے لئے ماڈل قرار دینا ہے اورالٰہی اہداف کے حصول کے لئے اس دور میں جو ہماری ذمہ داری بنتی ہے اسے ادا کرنا ہے اوراس فریضہ کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی اور کمزوری نہیں دیکھانی۔

یہ قربانیاں وسیلہ ہیں حسین علیہ السلام کی ذریت سے حضرت امام مہدیؑ علیہ السلام منجی بشریت،بقیۃ اللہ کی رہبریت میں اللہ تعالیٰ کی زمین پر الٰہی حکومت کے قیام کا ذریعہ بنے گی۔کربلاء کی تحریک سے مہدی علیہ السلام کی حکومت کے قیام کی راہیں ہموار ہوتی ہے اورہماری ذذمہ داری ہے کہ ہم اس راہ میں اپنا کردارادا کریں۔

امام حسینؑ کے دشمنوں کا رویہ اوران کی اخلاقی پستی

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اسلامی اخلاق کواپنائے اورایک دوسرے کے ساتھ اخلاقی رویہ اپنائے یہ وہ امر ہے جسے مسلمان پراس کا دین ااورایمان لازمی

قرار دیتا ہے۔جب انسان ایمان گنوا بیٹھتا ہے پھر بھی اس پر ہے کہ انسانیت کا خیال رکھے کیونکہ انسان، انسانیت سے ہی اخلاقی روش اپنائے گا۔جب انسان میں ایمان،انسانیت اور اخلاق نہ رہے تو پھر وہ درندے حیوان کے قریب ہو جاتا ہے،انسان نہیں رہتا بلکہ بعض دفعہ وہ ایسے مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے کہ خود ہی شیطان کی حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے۔

انسان کا شیطان بن جانا

ایسا نہیں کہ شیطان اسے گمراہ کر رہا ہوتا ہے یا اسے برائی پر اکساتا ہے بلکہ وہ خود شیطان بن جاتا ہے۔امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں کی ایسی کیفیت تھی۔ وہ ایمان اور انسانیت سے خالی تھے۔اخلاق نام کی کوئی بات ان میں نہ تھی بلکہ جو عام روایات تھیں، جو قبائلی رسم و رواج تھے یا جو لوگوں میں عام رواج تھا وہ اس سب سے بے گانہ تھے،شیطانی عادات اپنائیں،رذالت، کمینگی،وحشانیہ انداز، گھٹیا پن،انتہاء درجہ کا ڈوپن پر رویہ، شیطانی اوصاف ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

ان کے اذہان انسانیت پر عناد، کینہ، بغض سے بھرے ہوئے تھے۔کائنات میں سب سے افضل، تمام انسانوں میں سب سے زیادہ فضیلت والے اور اللہ تعالیٰ کے سب سے قریب اور رسول اللہؐ کے عزیز امام حسین علیہ السلام کے خلاف ان کے دل کا بغض ونفرت اور کینہ سے بھرے ہوئے تھے وہ شیطان کے بہترین اولیاء ہوگئے انہوں نے اپنے لئے تاریخ میں سیاہ ترین ظلم سے بھرپور، قبیح ترین اعمال کے صفحات اپنے لئے خاص کیے قیامت کے دن ان کے یہ برے اعمال ان کا پیچھا کریں گے۔اللہ کے حضور ان سب کا انہیں جواب دینا ہو گا۔

دین، ایمان، اخلاق اور انسانیت مخالف اعمال

امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں نے جو غیر اخلاقی، ایمان سے عاری، دین مخالف، انسانیت کے لئے ننگ وعار جیسے اعمال انجام دیے۔ان کے نمونے کچھ اس طرح ہیں۔

یزید کا پہلا حکم نامہ

ا۔ان کا برتاؤ بے رحمی، تندروی، ظلم وزیادتی، نفرت، دوسروں کو غلام بنانے پر مبنی تھا۔اس بارےان کے بہت سے بیانات موجود ہیں پہلا دن ہے جب یزید لعنتی کو حکومت سپرد کی گئی،یزید بن معاویہ علیہما اللعن والعذاب نے ولید بن عتبہ ملعون کو خط لکھا جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا اسے لکھا کہ وہ مدینہ کے تمام لوگوں سے بیعت لے، خاص کر حسین بن علی علیہما السلام سے بیعت لے اور اس کے لئے یہ لکھا کہ اگر حسین علیہ السلام بیعت سے انکار کرے تو اس کی گردن کاٹ کر اس کے سر کو میرے پاس بھیج دو۔[1]

عبید اللہ بن زیاد کا کردار

عبید اللہ بن زیاد ملعون،یزید ملعون نے عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ سے کوفہ جانے حکم دیا اور اسے کوفہ کی گورنری دی بصرہ کے ساتھ کوفہ اس کے ماتحت کر دیا گیا۔کوفہ روانہ ہونے سے پہلے اس نے بصرہ والوں سے اس طرح خطاب کیا، لمبی گفتگو کے بعد اس طرح کہا۔خبردار ! کہ تم مخالفت کرو، افواہیں پھیلاؤ یا فتنہ وفساد میں گھسو، قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سواء کوئی معبود نہیں اگر مجھے معلوم ہوا کہ

[1] ۔الملھوف:۹٦؛مثیرالاحزان:۲۳؛بحار الانوار ۴۴ : ۳۲۴۔

تمہارے کسی آدمی نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے تو میں اسے قتل کردوں گا اس کے سربراہ اور سرپرست کو بھی قتل کیا جائے گا قریبی کو دوروالے کی وجہ سے پکڑا جائے گا۔ایسا رویہ رہے کا یہاں تک کہ تم سب میری اطاعت کرو اور تم میں کوئی میرا مخالف نہ رہے اور کوئی دشمنی کرنے والے باقی نہ بچے۔[1]

عبیداللہ کیلئے یزید کا واضح حکم

یزید ملعون نے جو خط عبیداللہ ابن زیاد کو لکھا تھا تو وہ اس میں یہ کہا گیا کہ بدگمانی اور تہمت کی بنیاد پر قتل کرو اور حسین علیہ السلام پر تو کسی بھی قسم کی نرمی مت کرو۔[2]

ھانی بن العروۃ کی گرفتاری کے بعد

جب ھانی بن عروۃ کو گرفتار کرلیا جاتا ہے ابن زیاد ملعون نے اس سے کہا کہ میرے نزدیک ہو جاؤ جب وہ نزدیک ہوا تو اس نے اسے کمان سے مارنا شروع کردیا مسلسل اس کے ناک پر، پیشانی پر اور چہرے پر مارتا رہا اس حد تک مارا کہ ان کی ناک ٹوٹ گئی اور خون ان کے کپڑوں پر بہنے لگا ان کے رخساروں اور پیشانی سے گوشت پھٹ گیا۔پورا چہرہ زخمی ہو گیا اتنا مارا کہ ان کی ناک ٹوٹ گئی۔[3]

[1]۔تاریخ الطبری۵: ۳۵۷؛البدایۃ والنہایۃ۸ :۱۵۷؛الکامل فی التاریخ۲: ۵۳۵؛مقتل الحسین للخوارزمی۱ :۱۹۹۔

[2]۔تاریخ الطبری۵: ۳۸۰؛تاریخ دمشق۱۸ :۳۰۷؛تذکرۃ الخواص:۳۸۸؛انساب الاشراف ۲: ۳۴۲۔

[3]۔تاریخ الطبری۵ :۳۶۴؛الکامل فی التاریخ۲: ۵۳۸؛الارشاد۲: ۴۶۔

کوفہ میں کثیر بن شہاب کاابن زیاد کی طرف سے اعلان میں ایک بیان ہے:

عبیداللہ بن زیاد کاایک کارندہ جس کانام کثیر بن شہاب ہے وہ محل قصرامارت کے اُوپر سے نیچے جھانک کراس طرح اعلان کرتا ہے۔اے مسلم بن عقیل علیہاالسلام کے شیعوا!اے حسین بن علی علیہاالسلام کے شیعوا!اپنی جانوں کے بارے،اپنے خاندان اوراولاد کے بارےاللہ سے ڈرو،شام کی فوج پہنچ گئی ہے۔عبیداللہ بن زیاد ملعون نے اللہ سے یہ پیمان باندھ لیاہے کہ تم جنگ کے لئے تیارنہ ہوئے اورآج جس حال میں ہواسے نہ چھوڑا توتمہیں تمام وظائف سے محروم کردیاجائے گا۔

تمہاراجنگجوؤں کو شام کے جنگی محاذوں پر بھیج دیا جائے گابے گناہ کوگناہ گارکی وجہ سے اور غیر حاضر کوغیر حاضر کی وجہ سے گرفتار کرلیاجائے گاتاکہ تم میں سے کوئی نافرمانی ومخالفت کرنے والاموجودنہ رہے مگر یہ کہ اسے اپنے جرائم کاتاوان بھگتناپڑے گا۔[1]

اس بارے بہت زیادہ بیانات آئے ہیں جو کربلاء کےواقعات میں درج ہیں۔تاریخ کی کتابیں،ان کے بیانات سے بھری پڑی ہیں۔یہ سب جلاد تھے وحشی تھے ان کامشن قتل کرنا تھا،خون بہانا،ان کاکام لوگوں پر ظلم کرنا،ان کے حقوق کو غصب کرناان کانصب العین تھا۔

[1]۔الفتوح۵ :۵۰؛مقتل الحسین للخوارزمی۱: ۲۰۶۔

غیر اخلاقی، غیر اسلامی، غیر انسانی رویے

۲۔ جتنے واقعات ہوئے ان میں انہوں نے غیر اخلاقی اور غیر اسلامی رویے اپنائے ان میں سر فہرست دھوکہ دینا، جس طرح یزید ملعون کے لوگوں میں یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا کہ حسین علیہ السلام العیاذ باللہ خارجی ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کے خلیفہ کے خلاف خروج کیا ہے۔

عبیداللہ کی کوفہ آمد

جس طرح عبیداللہ بن زیاد ملعون جب کوفہ میں داخل ہوتا ہے تو اس نے اپنا لباس حجازی پہنا اور لوگوں میں یہ تاثر ہوا کہ امام حسین علیہ السلام آگئے ہیں کیونکہ وہ امام حسین علیہ السلام کے آنے کا انتظار کر رہے تھے اس طرح اس نے دھوکہ اور فراڈ کر کے خود کو قصر امارہ میں پہنچایا جب وہ کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا، سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ امام حسین علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں۔[1]

جاسوسی کا عمل

ان حرام کاموں سے ایک کام ہے جو ان دشمنوں نے کیا وہ لوگوں کی جاسوسی کرنا تھا۔ وہ شخصیات جن کا تعلق حسینی تحریک سے تھا۔ ان کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے کے لئے باقاعدہ جاسوسوں کا جال بچھا رکھا تھا۔

[1] ۔تاریخ الطبری۵: ۳۴۸ وغیرھا؛تھذیب الکمال۶ :۴۲۳؛تھذیب التھذیب۱ :۵۹۱؛سیراعلام النبلاء۳ :۳۰۶؛الاصابة۲ :۷۰۔

ابن زیاد کے غلام معقل کا کردار

ان جاسوسوں میں ایک ابن زیاد ملعون کا غلام ہے جس کا نام معقل تھا۔ابن زیاد نے معقل کو تین ہزار درہم دیے اور یہ کہا کہ تم کوفہ کے اندر لوگوں میں گھس جاؤ اور معلوم کرو کہ کون ہے جو امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لے رہا ہے اور انہیں یہ بتاؤ کہ تم حمص شام کے رہنے والے ہو اور شام سے آئے ہو اور یہ کہو کہ تم علی علیہ السلام کے شیعوں سے ہو اور بتاؤ کہ میرے پاس کچھ مال ہے جو میں امام حسین علیہ السلام کے نمائندے کو پہچاننا چاہتا ہوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ یہاں پر کوفہ میں آئے ہوئے ہیں۔اس طریقہ سے اس غلام کے ذریعہ حضرت مسلم بن عقیل علیہاالسلام کے ٹھکانہ کو معلوم کیا اور ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے جاسوسی کے ذریعہ کامیابی حاصل کی۔[1]

رشوت کا عمل

ان غیر شرعی اور غیر انسانی اقدامات میں سے ایک تھا کہ بھاری رقوم سے بڑی بڑی شخصیات کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے رشوت کے طور پر مال دیا گیا۔ جسے بعض افراد نے امام حسین علیہ السلام کے لئے اس طرح بیان کیا۔

﴿أما أشراف الناس فقد اعظمت رشوتهم، وملئت غرائرهم، يستمال ودهم، ويستخلص به نصيحتهم﴾[2]

[1]۔تاریخ الطبری۵: ۳۶۲؛الکامل فی التاریخ۲:۷ ۵۳؛مقاتل الطالبین:۱۰۰؛الارشاد۲ :۴۵ ؛اعلام الوری۱: ۴۳۹۔

[2]۔تاریخ الطبری۵ :۴۰۵؛انساب الاشراف۳ :۳۸۲ وغیرها۔

ترجمہ: ''بہرحال جو معززین ہیں اور نامورلوگ ہیں توانہیں رشوت سے اپنے ساتھ ملالیا گیا اوران کی خواہشات کا پیٹ بھر دیا گیا اوراس طرح ان کی آرزوئیں پوری ہوگئیں اور ان کی بھلائی اسی میں پوری ہوگئی یعنی مال ودولت کے لالچ میں انہوں نے اس برے عمل اور غیر الٰہی کام میں ساتھ دینے کا وعدہ کرلیا ہے اور خیر کے راستے کو چھوڑ دیا ہے''

۳۔امام حسینؑ کے دشمنوں کی آگہی و معلومات

جولوگ امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کرنے آئے تھے ان سب کو معلوم تھا کہ امام حسینؑ رسول اللہ ﷺ کے فرزند ہیں اور یہ کہ ان کی ماں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا ہیں ان کے بابا حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں اور وہی امام معصوم اور شرعی طور متفقہ امام ہیں۔

مسلمانوں کی حکمرانی ان کے لئے ہے۔ان کے ساتھ حق ہے اورانہیں یقین تھا کہ حسین علیہ السلام اوران کے ساتھی جنت کی طرف جارہے ہیں اور یہ کہ حسین علیہ السلام کی مخالفت کی وجہ سے ان کا ٹھکانا آتش جہنم ہے۔

ان کے دشمنوں میں سے بہت ساروں نےان باتوں کااظہار کیا۔یہ سب کچھ جاننے کے باوجودانہوں نے امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کی۔حسین علیہ السلام عیال رسول اللہؐ کے عیال ہیں۔یہ لوگ شیطان کے قافلے میں شامل ہوئے۔

امیر المؤمنین امام علیؑ کاعمر بن سعد کے بارے خبر دینا: امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام نے کئی سال پہلے عمر بن سعد کو سنایا تھا کہ جب حق اور باطل کا معرکہ لگے گا تو وہ کہاں ہو گا۔

﴿کیف أنت اذا قمت مقاما تخیرفیه بین الجنة والنار،فتختار النار﴾[1]

ترجمہ: ''تمہاری اس وقت کیاحالت ہو گی جب تم ایسے مقام پر کھڑے ہو گے کہ جنت کا اختیار کروں یا جہنم کا تو تم اس وقت جہنم کا چناؤ کرو گے''

امام حسین علیہ السلام کربلاء میں اپنے دشمنوں سے مخاطب ہوئے: امام حسین علیہ السلام اپنی جگہ سے اُٹھتے ہیں۔اپنی تلوار کو لئے ہوئے اُونچی آواز سے اپنے دشمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان سے سوالات کرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿أنشدکم الله،هل تعرفونی؟﴾

ترجمہ: ''تمہیں اللہ کاواسطہ یہ بتاؤ کہ تم مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں''

دشمنوں نے کہا: ہاں تم رسول اللہؐ کے بیٹے اور نواسے ہو؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿أنشدکم الله،هل تعلمون أن جدی رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟﴾

ترجمہ: ''تمہیں اللہ کا واسطہ یہ بتاؤ کہ تم جانتے ہو کہ میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''

دشمنوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿أنشدکم الله،هل تعلمون أن أمی فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟﴾

---

[1]۔تهذیب الکمال۲۱: ۳۵۹؛الکامل فی التاریخ۲: ۶۸۹؛تاریخ دمشق۴۵ :۴۹؛کنزالعمال ۱۳ :۶۷۴ / ۳۷۷۲۳۔

ترجمہ: ''تمہیں اللہ کا واسطہ یہ بتاؤ کہ تم جانتے ہو کہ میری ماں فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں ''

دشمنوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿أنشدكم الله، هل تعلمون أن أبي علي بن أبي طالب علیہ السلام؟﴾

ترجمہ: ''تمہیں اللہ کا واسطہ یہ بتاؤ کہ تم جانتے ہو کہ میرے باپ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں''

دشمنوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿أنشدكم الله، هل تعلمون أن جدتي خديجة بنت خويلد، أول نساء هذه الأمة إسلاما؟﴾

ترجمہ: ''تمہیں اللہ کا واسطہ یہ بتاؤ کہ تم جانتے ہو کہ میری جدہ خدیجہ بنت خولید علیہا السلام ہیں جو اُمت کی عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں ''

دشمنوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿أنشدكم الله، هل تعلمون أن سيد الشهداء حمزة عم أبي؟﴾

ترجمہ: ''تمہیں اللہ کا واسطہ یہ بتاؤ کہ تم جانتے ہو کہ سید الشداء (حضرت حمزہ میرے باپ کے چچا ہیں)''

دشمنوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿أنشدكم الله، هل تعلمون أن جعفر الطيار في الجنة عمي؟﴾

ترجمہ: "تمہیں اللہ کی قسم کہ تم یہ جانتے ہو کہ میرے چچا جعفر ہیں جو جنت میں پرواز کر رہے ہیں"

دشمنوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿أنشدکم الله، هل تعلمون أن هذا سيف رسول اللهؐ، وأنا متقلده؟﴾

ترجمہ: " تمہیں اللہ کی قسم کہ تم یہ جانتے ہو کہ یہ تلوار جو میں نے اُٹھا رکھی ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ہے"

دشمنوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿أنشدکم الله، هل تعلمون أن هذه عمامة رسول الله ﷺ أنا لابسها؟﴾

ترجمہ: " تمہیں اللہ کی قسم کہ تم یہ جانتے ہو کہ یہ عمامہ رسول اللہ ﷺ کا ہے جو میں نے پہن رکھا ہے "

دشمنوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿أنشدکم الله، هل تعلمون أن عليا کان أولهم إسلاما، وأعلمهم علما، وأعظمهم حلما، وأنه ولي کل مؤمن ومؤمنة؟﴾

ترجمہ: " تمہیں اللہ کی قسم کہ تم یہ جانتے ہو کہ علی علیہ السلام ان سب میں سے پہلے ایمان لانے والے، سب سے زیادہ علم والے، حلم میں سب سے زیادہ اور یہ کہ وہ ہر مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کے ولی و سردار ہیں"

دشمنوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿فبم تستحلون دمی، وأبی الذائد عن الحوض غدا، یذودعنه رجالا کما یذاد البعیر الصادی عن الماء، ولواء الحمد فی یدی جدی یوم القیامة؟﴾

ترجمہ: ”پس تم میرے خون بہانے کو جائز کیوں سمجھتے ہو، میرا باپ کل حوض سے تمہیں ہانکنے والا ہو گا، کچھ مردوں کو وہاں سے دور کرے گا، جس طرح پیاسے اُونٹ کو پانی سے نکالا جاتا ہے اور قیامت کے دن لواء حمد میرے جد کے ہاتھوں میں ہو گا“

دشمنوں نے کہا: ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں لیکن ہم نے آپ کو چھوڑنا نہیں ہے یہاں تک کہ تم موت کا ذائقہ چکھو۔

امام حسین علیہ السلام: امام حسین علیہ السلام نے اپنی داڑھی کو پکڑا ہوا تھا، اس وقت آپ کی عمر 57 سال تھی۔

آپ نے اس حال میں یہ فرمایا:

﴿اشتدغضب الله علی الیهود حین قالوا: عزیز بن الله، واشتدغضب الله علی النصاری حین قالوا: المسیح بن الله، واشتدغضب الله علی المجوس حین عبدوالنار من دون الله، واشتد غضب الله علی قوم قتلوا نبیهم، واشتدغضب الله علی هذه العصابة الذین یریدون قتل ابن نبیهم﴾[1]

ترجمہ: ”اللہ کا غضب سخت ہوا یہود پر جب انہوں نے یہ کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے، پھر ان پر اللہ کا غضب سخت ہوا جب انہوں نے یہ کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور مجوسیوں پر اللہ کا غضب سخت ہوا جب انہوں نے آگ کی پوجا کی۔اللہ

[1]۔الامالی للصدوق: ۲۲۲ / ۲۳۹؛ الملهوف: ۱۴۵؛ روضة الواعظین: ۲۰۵۔

کا غضب اس قوم پر سخت ہوا' جنہوں نے اپنے نبی کو قتل کیا اور اللہ کا غضب اس جماعت پر سخت ہے جو اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اور انہیں مارنا چاہتے ہیں"

شمر کی گستاخی

شمر ملعون کی کمینگی: شمر ملعون غصہ کی حالت میں بڑی گستاخی کرتا ہے، کمینگی کی انتہاء ہے ملعون حسین علیہ السلام کے سینہ پر چڑھ جاتا ہے تو حسین علیہ السلام اس کمینے کو دیکھ کر مسکرا دیے اور اس ملعون سے سوال کیا، کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں کون ہوں؟ تو شمر ملعون نے کہا میں آپ کو پوری طرح جانتا ہوں اور آپ کے بارے آگاہ ہوں کہ تیری ماں فاطمہ الزھرا علیہا السلام ہیں۔ تیرے بابا علی المرتضی علیہ السلام ہیں اور تیرے جد محمد المصطفیٰ ﷺ ہیں اور علی الاعلی (سب سے بلند و برتر ذات) تیرا دشمن ہے۔ میں تجھے قتل کروں گا اور مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میں کسے قتل کر رہا ہوں۔[1]

قاتلوں کا اظہار

امام حسین علیہ السلام کے قاتل جب ابن زیاد لعنتی کے سامنے آتے ہیں یا یزید ملعون سے انعام مانگتے ہیں تو اس طرح کہتے نظر آتے ہیں۔

أوقر رکابي فضّة وذهبا	فقد قتلت السيد المحجّبا
قتلت خير الناس أمّا وأبا	وخيرهم إذ ينسبون نسبا[2]

[1] ۔مقتل الحسین للخوارزمی ۲: ۳۶؛ بحار الانوار ۴۵: ۵۶۔

[2] ۔مروج الذھب ۳: ۷۰؛ الطبقات الکبریٰ ۱: ۴۷۴؛ سیر اعلام النبلاء ۳: ۳۰۹؛ البدایة والنھایة ۸: ۱۹۶۔

ترجمہ: ”میری سواری کو سونے اور چاندی سے لاد دے کیونکہ میں نے آبرومند سردار کو قتل کیا ہے میں نے اسے قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے اعتبار سے تمام انسانوں سے زیادہ فضیلت والے تھے اور سب لوگوں میں بہترین اور بہترین نسب والے تھے جب لوگوں کا نسب سامنے رکھا جائے“۔

یہ سب ملاعین ہیں کہ کل قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ ان کے دشمن ہوں گے جو فیصلہ دینے والا ہوگا وہی اس سارے جرم کا گواہ بھی ہے اور وہ اللہ جل جلالہ کی ذات ہے۔

۴۔ **پانی کی بندش:** ان ملاعنہ (خبیثوں) نے رسول اللہ ﷺ کے اہل وعیال ،آپ کے چھوٹے چھوٹے بچوں اورآپ کے اصحاب پر پانی بند کردیا، شیر خوار بچوں کے لئے پانی بند تھا۔

عبیداللہ بن زیاد ملعون کا عمر بن سعد (لعن) کیلئے حکم نامہ

عبیداللہ ابن زیاد ملعون نے عمر بن سعد ملعون کوایک خط میں یہ حکمنامہ لکھ کر بھیجا۔

﴿فانظراذاوردعليك كتابي فامنعهم من حفرالابار ما استطعت، وضيق عليهم، ولاتدعهم ان يذوقوا من الماء قطرة﴾[1]

ترجمہ: ”توجہ کرو کہ جب تیرے پاس میرا خط پہنچے تو تم انہیں کنویں کھودنے سے منع کرنا جس قدر تم سے ممکن ہوسکے ان پر ساری رائیں بند کردو اور انہیں مت چھوڑو کہ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی چکھ سکیں“

[1]۔ مقتل الحسین للخوارزمی ۱: ۲۴۴؛ الفتوح ۵: ۹۱؛ ونحوہ تاریخ الطبری ۵: ۴۱۲؛ انساب الاشراف ۳: ۳۸۹۔

دریا پر پہرہ

ایک اور بیان میں آیا ہے عمر بن سعد ملعون نے دریا کے گھاٹ پر عمرو بن حجاج کی سر براہی میں پانچ سو گھڑ سواروں کو مقرر کر دیا وہ دریا کے گھاٹ پر اُترے اور حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے لئے پانی کا راستہ روک دیا تا کہ وہ ایک قطرہ بھی پانی حاصل نہ کر سکیں اور یہ کام حسین علیہ السلام کے قتل سے تین دن پہلے انجام دیا گیا۔[1]

پستی، گھٹیا پن اور کمینگی کی انتہاء کر دی گئی۔ بداخلاقی کی تمام حدیں عبور کر دیں۔ خواتین اور شیر خوار بچوں تک کے لئے پانی بند کر دیا گیا۔

۵۔امام حسین علیہ السلام کو زبردستی کربلاء لانا: جوانان جنت کے سردار، امام حسین علیہ السلام اور ان کے کاروان کو زبردستی کربلاء کی جانب دھکیل کر دشمن لے آئے تا کہ آپ کو قتل کریں۔ یہ کام حر کی قیادت میں لشکر نے انجام دیا۔

حر کے پاس عبیداللہ ابن زیاد ملعون کا خط آتا ہے

اس کی سرزنش کرنے کے ساتھ اسے حکم دیا جاتا ہے اور یہ کہ وہ حسین علیہ السلام کا گھیرا تنگ کر دے۔ انہیں آزادانہ طور پر حرکت سے روک دیے۔ چنانچہ حر نے آپ کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ یہ وہ مرحلہ تھا کہ آپ کچھ راستہ چلتے ہیں اور کربلاء کی سرزمین پر اُترتے ہیں۔[2]

---

[1]۔تاریخ الطبری۵ :۴۱۲؛انساب الاشراف۳: ۳۸۹؛الارشاد۲: ۸۶؛روضة الواعظین۱ :۲۰۱ ؛اعلام الوری۱ :۴۵۲۔

[2]۔الملهوف: ۱۳۷۔

کربلاء میں حسین علیہ السلام کا اترنا: ایک اور بیان میں ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد ملعون کو پتہ چلتا ہے کہ حسین علیہ السلام کوفہ کے قریب ہیں۔ تو اس ملعون نے حر کو لکھ کر بھیجا کہ انہیں کوفہ کی جانب آنے سے روکیں۔

پھر عمر بن سعد بن ابی وقاص ملعون کو ایک لشکر کی کمانڈ دے کر روانہ کیا تو اس نے حسین علیہ السلام سے فرات کے کنارے اس سرزمین پر ملاقات کی جسے کربلاء کہا جاتا تھا حسین علیہ السلام کے ساتھ 72 یا 62 افراد تھے جو آپ کے اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب رضوان اللہ علیہم تھے۔ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ بھیجا تھا۔ عمر بن سعد سے کہا کہ تم حسین علیہ السلام اور دریا فرات کے درمیان رکاوٹ کھڑی کرو۔

حسین علیہ السلام نے انہیں اللہ کی قسمیں کھلائیں، انہیں اللہ یاد دلایا کہ وہ آپ کے قتل سے رک جائیں لیکن انہوں نے کسی بھی بات کو ماننے سے انکار کیا اور آپ کو قتل کرنے پر تیار ہوگئے یا پھر یہ چاہا کہ حسین علیہ السلام خود کو ان کے حوالے کر دیں۔[1]

۶۔ جنگ پر اصرار: امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ پر ان کا اصرار تھا اور جنگ کا آغاز آپ کے مخالفین نے کیا۔ امام علی بن الحسین علیہما السلام سے یہ بیان نقل ہوا ہے۔ عبید اللہ بن زیاد ملعون کو یہ اطلاع ملی کہ حسین علیہ السلام کے ساتھ رات کو عمر بن سعد ملعون کی باتیں کرتا ہے اور عمر بن سعد ملعون حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے سے گریز کر رہا ہے تو ابن زیاد ملعون شمر بن ذی الجوشن ملعون کو چار ہزار گھوڑ سوار سپاہی دے کر کربلاء روانہ کیا اور عمر بن سعد ملعون کو لکھا

---

[1]۔ تاریخ الیعقوبی ۲: ۲۴۳۔

جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو تم حسین علیہ السلام کو مہلت مت دو سب راستے ان پر بند کر دو اور پانی اور ان کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دے۔[1]

جنگ کا آغاز

جب شمر بن ذی الجوشن ملعون نے ایک تیر امام حسین علیہ السلام کے خیام کی جانب روانہ کیا تو مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ اسے جواب دیں لیکن امام حسین علیہ السلام نے منع کر دیا اور فرمایا:

﴿لاترمه، فانی أكره أن أبدأهم﴾[2]

اس کو تیر کا جواب مت دو کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ جنگ کی ابتداء کروں۔اس طرح شمر ملعون کے تیر کا جواب دینے سے روک دیا۔

جنگ کا آغاز: روز عاشور عمر بن سعد ملعون نے ایک تیر امام حسین علیہ السلام کے خیام کی جانب پھینکا اور سب سے یہ کہا کہ دیکھو میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے حسین علیہ السلام کی جانب تیر پھینک رہا ہوں تم سب امیر ملعون کے پاس میرے اس عمل کی گواہی دینا۔[3]

---

[1] ۔الملهوف: ۱۲۸؛بحار الانوار ۴۶: ۴۶؛تاریخ الطبری ۵: ۴۴۸؛مثیرالاحزان: ۷؛مقاتل الطالبین: ۹۵۔

[2] ۔تاریخ الطبری ۵: ۴۲۱۔۴۳۲؛انساب الاشراف ۳: ۳۹۳؛البدایة والنهایة ۸: ۱۷۸؛المنتظم ۵: ۳۳۹۔

[3] ۔الملهوف: ۱۵۸؛الفتوح ۵: ۱۰۰؛کشف الغمة ۲: ۲۶۲؛مطالب السؤل؛: ۷۶۔

امام حسینؑ کا جنگ سے گریز کرنا

امام حسین علیہ السلام کی کوشش یہ تھی کہ جنگ نہ ہو لیکن آپ کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں پھر آپ نے چاہا کہ جنگ کا آغاز آپ نہ کریں اور وہ جنگ میں کودنے والے نہ ہوں تاکہ ان پر حجت تمام رہے۔

۷۔ نماز پڑھنے کی اجازت نہ دینا

ان ملاعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کو نماز پڑھنے تک کی اجازت نہ دی جبکہ نماز دین کا ستون ہے اور دین کے ضروری احکام سے ایک ہے۔جب امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی تو ملاعین نے آپ تیروں کی بارش برسادی۔[1]

نماز کیلئے مہلت مانگنا

ایک بیان میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ قتل و قتال بہت زیادہ ہوا ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کے اصحاب زخمی ہوچکے تھے جنگ زوروں پر تھی۔زوال ہوجاتا ہے۔آپ کے ایک صحابی نے عرض کیا کہ مولا نماز کا وقت ہوگیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ نماز باجماعت پڑھوں۔امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ اس قوم سے کہو کہ وہ نماز پڑھنے کے لئے جنگ روک دیں لیکن قوم اشقیاء نے یہ ماننے سے انکار کردیا توآپ کے سامنے سعید بن عبداللہ اور زھیر بن قین ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے اورآپ نے نماز باجماعت ادا کی۔یہ عمل ان کمینگی اور گھٹیا پن کی انتہاء ہے اور یہ وہ لوگ تھے جو انسانیت،اخلاق، قومی رسم ورواج، جنگی

[1]۔الملهوف: ۱۵۶؛ مقتل الحسین للخوازمی ۲: ۱۷۔

آداب، ہر شئی سے واقف تھے اور لیکن پھر بھی وہ کام کیا جس کی پہلے مثال نہیں ملتی۔[1]

۸۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل کرنا

بڑوں کو تو انہوں نے قتل کیا ہی تھا لیکن ان کمینوں اور بہت ہی گھٹیا خصلتوں والوں نے شیر خوار بچوں اور چھوٹے چھوٹے کم عمر کے لڑکوں تک نہ چھوڑا امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر موجود آپ کے شیر خوار کو بھی تیر سے مار ڈالا جب آپ اس کے لئے پانی مانگ رہے تھے۔

عبداللہ الرضیع (شیر خوار) کی شہادت

روایت میں ہے کہ حسین علیہ السلام نے اپنی بہن زینب علیہاالسلام سے فرمایا: مجھے میرا چھوٹا بیٹا پکڑاؤ تاکہ میں اسے الوداع کرلوں توآپ کے پاس آپ کا چھوٹا بیٹا عبداللہ لایا گیا۔ان کی ماں اُم رباب بنت امری القیس تھیں آپ نے اس بچے کو لیا اور اپنی گود میں بٹھایا اور اس کی جانب جھکے اور اس کو چوما لیا اس کا بوسہ لیا تو حرملہ بن کاھل الاسدی ملعون نے اس بچہ کا نشانہ باندھ کر تیر پھینکا جو اس بچے کی گردن میں اس طرح پیوست ہوا کہ اسے ذبح کر دیا گیا تو حسین علیہ السلام نے جناب زینب سلام اللہ علیہا سے کہا کہ اس کو لے لو اس کے خون کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اس خون کو آسمان کی جانب اچھال دیا پھر یہ فرمایا: ﴿هون علی مانزل به انه بعین الله﴾ یہ مصیبت میرے اُوپر آسان ہے کہ یہ اللہ کی نگاہ (اللہ کی آنکھ کے سامنے ہے۔

[1]۔الارشاد۲: ۱۰۵؛اعلام الوری ا: ۴۶۴۔

پیاسے بچے کیلئے پانی طلب کرنا

ایک اور روایت کے مطابق آپ اپنے شیر خوار بچے کو ہاتھوں پر لئے میدان میں آئے اور فوج اشقیاء سے کہا کہ یہ میرا شیر خوار بچہ ہے جو پیاسا ہے اور جو پیاس سے تڑپ رہا ہے اسے پانی دے دو۔ عمر بن سعد ملعون کے حرملہ ملعون سے کہا کہ حسین علیہ السلام کے سوال کا جواب دو تو اس نے تین پھلوں والا تیر بچہ کی گردن کو نشانہ بنا کر پھینکا جس سے آپ کا گلا کٹ گیا۔

روایت میں ہے :﴿فذبحه من الاذن الی الاذن﴾اس تیر سے ایک کان سے دوسرے کان تک آپ کی گردن ذبح ہو گئی اسی شیر خوار کو علی اصغر کہا گیا۔

روایت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اس المناک واقعہ پر یہ جملہ کہا:

﴿اللهم لایکن أهون علیك من فصیل ناقه صالح، قال الباقر علیه السلام: فلم یسقط من ذلك الدم قطرة الی الأرض﴾[1]

ترجمہ: ''اے اللہ اس بچے کا ذبح کیا جانا تیری ناقہ صالح کے بچے کے قتل کرنے کے جرم سے کمتر نہیں۔امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے یہ خون اپنے ہاتھوں میں لے کر آسمان کی طرف اچھال دیا اس کا ایک قطرہ بھی واپس نہ گرا''

[1]۔الملهوف: ۱۶۸؛بحار الانوار ۴۵ :۴۶؛تاریخ الطبری ۵: ۴۴۸؛مثیرالاحزان: ۷؛مقاتل الطالبیین: ۹۵۔

ایک روایت میں ہے کہ حسین علیہ السلام ایک چھوٹے بچے کو لے کر آئے جبکہ وہ بچہ آپ کی گود میں تھا کہ بنی اسد کے ایک آدمی نے بچہ کو تیر کا نشانہ بنایا اس تیر سے بچے کی گردن کٹ گئی حسین علیہ السلام نے اس کے خون کو اپنے ہاتھوں میں اکٹھا کیا جب آپ کے ہاتھ خون سے بھر گیا۔

توآپ نے اس خون کو زمین پر ڈال دیا پھر فرمایا:

﴿رب إن تك حبست عنا النصر من السماء فاجعل ذلك لما هو خير، وانتقم لنا من هؤلاء الظالمين﴾[1]

ترجمہ: ''اے میرے رب اگر تونے آسمان سے ہمارے لئے مدد اُتارنے کو روک رکھا ہے تو اسے ہمارے لئے وہ قرار دے جس میں خیر ہو اور ہماری خاطر ان ظالموں سے انتقام لے''

عبداللہ بن حسن مجتبیٰؑ کی شہادت

بچوں تک کو ان ظالموں نے نہ چھوڑا اس کے لئے یہ واقعہ بھی ہے کہ امام حسن مجتبی علیہ السلام کے ایک بیٹے عبداللہ تھے جو ابھی بالغ نہ ہوئے تھے وہ خواتین سے اپنا دامن چھوڑ واکر حسین علیہ السلام کے پہلو میں جا کھڑے ہوئے۔ جس وقت حسین علیہ السلام اپنی قتل گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

زینب علیہا السلام ان کے پیچھے دوڑیں کہ اسے پکڑ لیں اور آگے نہ جانے دیں لیکن حسین علیہ السلام نے کہا اس کو روک لو لیکن بچے نے پکڑائی نہ دیا اور رکنے اسے انکار کر دیا بہت زیادہ مزاحمت کی اور یہ کہا کہ میں اپنے چچا کو نہیں چھوڑوں گا۔

---

[1] ۔تاریخ الطبری ۵: ۴۴۸؛ مقتل الحسین لابی مخنف: ۱۷۶۔

اسی دوران البحر بن کعب ملعون نے اپنی تلوار سے حسین علیہ السلام کے اوپر وار کرنے کا ارادہ کیا تو اس بچے نے اس سے کہا پھٹکار ہو تم پر اے خبیثہ (کمینہ عورت) کے بیٹے کیا تم میرے چچا کو قتل کرنا چاہتے ہو؟! البحر نے اسے تلوار دے ماری اس نے اپنے ہاتھوں سے تلوار کا وار روکا بچے کا ہاتھ کٹ گیا اور چمڑا سے لٹک گیا بچے نے آواز دی ہائے۔

او میری امی! (یاأمتاه) حسین علیہ السلام نے بچے کو پکڑا اور اپنے سینے سے چپکا لیا اور یہ کہا میرے بھائی کے بیٹے صبر کر واس مصیبت پر جو تم پر اتری ہے اور اسے اپنے لئے خیر قرار دو۔ اللہ آپ کو آپ کے صالحین اباء کے ساتھ ملحق کرے گا۔[1]

۹۔ سروں کا قلم کرنا

جب عبید اللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو قتل کیا تو اس نے ان کے سروں کو کاٹ کر یزید کے پاس بھیج دیا۔[2]

حضرت مسلم بن عقیل وھانی بن عروہ کی شہادت

روایت میں بیان ہوا ہے۔ جب ابن زیاد ملعون کے پاس حضرت مسلم بن عقیل علیہا السلام کو لایا گیا تو اس وقت آپس میں سخت جملوں کا تبادلہ ہوا ابن زیاد ملعون

[1]۔الارشاد۲: ۱۱۰؛اعلام الوری۱ :۴٦۷؛تاریخ الطبری۵ :۴۵۰؛الکمال فی التاریخ۲: ۵۷۱ ؛مقاتل الطالبیین:۱۱٦۔

[2]۔تاریخ الطبری۵: ۳۸۰؛تاریخ دمشق ۱۸ :۳۰٦؛الارشاد۲ :٦۵؛انساب الاشراف۲ : ۳۴۲؛الثقات لابن حبان ۲: ۳۰۹۔

نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ مسلم علیہ السلام کو قصر امارہ کی بلندی پر لے جاؤ اور ان کا سر قلم کر دو، الاحمری جس پر حضرت مسلم نے وار کیا تھا اسے ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ تم جا کر مسلم علیہ السلام کو قتل کرو تا کہ اس طرح تم اس تلوار کے وار کا بدلہ لے لو جو مسلم علیہ السلام نے تمہارے اوپر وار کیا تھا۔ حضرت مسلم کو قصر امارہ کی اوپر والی منزل پر بھیجا گیا۔ الاحمری ملعون نے آپ کی گردن کو قلم کرنے کے بعد آپ کے سر کو زمین پر پھینک دیا اور پھر سر کو زمین پر گرنے کے بعد اس کے پیچھے آپ کے جسد مبارک کو بھی زمین پر پھینک دیا۔ حضرت مسلمؑ کے بعد ھانی بن عروہ کو بازار میں پہنچایا گیا اور بازار میں آپ کی گردن کاٹ دی گئی۔[1]

اسی طرح امام حسین علیہ السلام کے قاصد جو حضرت مسلم علیہ السلام کی جانب آئے تھے ان کو گرفتار کیا گیا عبداللہ بن یقطر کو گرفتار کرنے کے بعد انہیں بھی قصر امارہ کی بلندی پر پہنچایا گیا اور ان کا سر قلم کیا گیا۔

جانب کوفہ سفر کے دوران
امام حسینؑ کیساتھ لوگوں کا شامل ہونا

امام حسین علیہ السلام کا کاررواں کوفہ کی طرف بڑھ رہا ہے آپ جب زبالہ سے روانہ ہوئے تو آپ نے کہا پانی کو اپنی ضرورت سے زیادہ لے لو۔ آپ کا کاررواں جس آبادی سے گزر رہا تھا تو لوگ آپ کے کاررواں میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ اسی دوران آپ نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کو مسلم بن عقیل

[1] ۔مروج الذھب۳: ۶۹؛الارشاد۲: ۶۲؛اعلام الوری۱: ۴۴۴؛تاریخ الطبری۵: ۳۷۸؛الکامل فی التاریخ۲: ۵۴۴۔

علیہاالسلام کی جانب خط دے کر روانہ کیا۔ابھی تک حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت کی خبر نہیں آئی تھی۔

عبداللہ بن یقطر کی گرفتاری

کوفہ پہنچنے سے پہلے حصین بن نمیر ملعون نے عبداللہ بن یقطر علیہ الرحمہ کو گرفتار کر لیااورانہیں قیدی بنا کر ابن زیاد ملعون کے پاس بھیج دیا۔جب عبداللہ بن یقطر علیہ الرحمہ ابن زیاد کے پاس پہنچتے ہیں تواس نے کہااسے قصرامارہ کی بلندی پر لے جاؤ تاکہ وہاں پر کھڑے ہو کر حسین علیہ السلام اوران کے باپ پرالعیاذ باللہ لعنت وسب وشتم کرے۔انہیں برے الفاظ سے پکارے اوران کی طرف جھوٹ کی نسبت دے توجب عبداللہ بن یقطر علیہاالسلام قصرامارہ کی بلند جگہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

نیچے لوگ انہیں دیکھ رہے تھے اورآپ کی آواز سن سکتے تھے توعبداللہ بن یقطر علیہ الرحمہ نے بلند آواز سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے حسین علیہ السلام کا قاصدونمائندہ ہوں تم سب پر ہے کہ ان کی مدد کرو،ان کا ساتھ دو۔ابن مرجانہ کے مقابلہ میں ان کاساتھ دو۔کمینہ کمینی عورت کا بیٹا ہے(حرام زادہ ہے)جوکچھ ابن زیاد ملعون اس سے چاہتا تھا۔اس نے بالکل اس کے اُلٹ کیااور حق کی نمائندگی کا حق ادا کیا اوراس حالت میں لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کا پیغام پہنچادیا۔

اسی بناءپرابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے قصرامارہ کی بلندی سے زندہ زمین پر پھینک دیا جائے جیسے آپ کو بلندی سے نیچے پھینکا گیاآپ کی پسلی کی ہڈیاں ٹوٹ

گئیں آپ کی سانس ابھی باقی تھی کہ ایک ملعون آگے بڑھا اور اس نے آپ کا سر تن سے جدا کیا۔[1]

امام حسینؑ اور آپؑ کے ساتھیوں کے سروں کا قلم کرنا

دسویں محرم جنگ کے اختتام پر یزیدی افواج اللہ کی ان پر لعنت ہو جس نے عمر بن سعد ملعون کے حکم سے ابن زیاد ملعون کے احکام کو عملی جامہ پہنارہا تھا اور یزیدی افواج کی کمانڈ کربلاء میں اس کے پاس تھی۔ اس کے حکم پر امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں کے سروں کو تن سے جدا کیا گیا۔

عمر بن سعد ملعون نے روز عاشور حسین علیہ السلام کا سر خولی بن یزید الاصبحی او رحمید بن مسلم الأزدی کے ہمراہ عبیداللہ بن زیاد ملعون کے پاس بھیج دیا اور سروں کو دھویا گیا اور ان سروں کی تعداد 72 تھی۔ ان سروں کو شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث، عمرو بن حجاج کے حوالے کیا گیا اور وہ ان سروں کو ۱۱ محرم الحرام کو ابن زیاد ملعون کے پاس لے آئے۔[2]

ایک اور بیان میں آیا ہے کہ جب حسین بن علی علیہما السلام شہید کر دیے گئے تو جو افراد حسین علیہ السلام کے ہمراہ قتل ہوئے تھے آپ کے اہل بیت اور اصحاب سے تھے ان سب کے سروں کو کاٹ کر ابن زیاد ملعون کے پاس لایا گیا۔[3]

---

[1]۔ انساب الاشراف ۳ :۳۷۹؛ مقتل الحسین ۲۰۳۱؛ تاریخ الطبری ۵ :۳۹۸۔

[281]۔ الارشاد ۲: ۱۱۳؛ مثیر الاحزان: ۸۴۔

[3]۔ تاریخ الطبری ۵: ۴۶۷۔

شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنا

۱۰۔ شہداء کے مبارک جسموں کو مثلہ (ہاتھ۔کان۔ناک اور جسم کے دیگر اعضاء کو کاٹا گیا) کر کے لاشوں کی بے حرمتی کی گئی اس کی مثال ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ کی انگلی تک کو کاٹا گیا۔[1]

امام حسینؑ کے جسم کی بے حرمتی

۱۱۔امام حسین علیہ السلام کے اسلحہ،آپ کے زیب تن کپڑے،آپ کے جوتے تک کو چھینا گیا۔

امام صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ حسین علیہ السلام جسم پر جو کچھ تھا اسے چھین لیا گیا(ان کے جسم سے اُتار لیا گیا)آپ کی سراویل بحر بن کعب لے گیا قیس بن اشعث نے مخملی چادر اٹھالی آپ کی نعلین بنی اود کا ایک آدمی لے گیا اسے الاسود کہا تجا تھا بنی نہشل بن دارم قبیلہ کا ایک آدمی آپ کی تلوار لے گیا۔[2]

اس طرح آپ کے جسم کی بے حرمتی کی گئی بلکہ آپ کا عمامہ اورآپ کی مخصوص ٹوپی کو بھی لے گئے اس بارے بہت زیادہ بیانات موجود ہیں کہ انسان کس حد تک پستی،کمینگی اور گھٹیا پن میں گرجاتا ہے کہ ان ملاعیین نے کربلاء میں انسانیت سے گری ہوئی تمام حرکات کو انجام دیا کسی بھی کمینگی کو نہ چھوڑا بلکہ ہر گھٹیا حرکت انجام دی گئی۔

---

[1]۔اللھوف: ۷۳؛بحار الانوار ۴۵ :۵۸۔

[2]۔تاریخ الطبری۵ : ۴۵۳؛الکامل فی التاریخ۲: ۵۷۲؛انساب الاشراف۴۰۹: ۳؛الطبقات الکبری ۱ :۴۷۹۔

۱۲۔جرم کی انتہائی بھیانک تصویر

معاملہ کی بدنمائی، سنگدلی کی انتہاء جودرندگی کی وحشیانہ حدود کو عبور کرنا،ہر جرم کاامام حسین علیہ السلام اورآپ کے اہل بیت علیہم السلام اورآپ کے اصحاب کے خلاف ارتکاب کیا گیاجب وہ اس سے عاجز ہوگئے کہ وہ آپ کا سامنے سے مقابلہ کرسکیں اور دلیرانہ انداز کو اپنائیں مگران کمینوں نے انتہائی بزدلی اور گھٹیا پن کا مظاہرہ کرتے ہوئےآپ پر پتھر برسانے شروع کردیےاوردور سے پتھروں کی بارش برسادی کیونکہ جب پیادہ آپ حملہ کرتے توآپ بپھرے ہوئے شیر کی مانند ان پر ٹوٹ پڑتےاوردشمن پیچھے ہٹنے مجبور ہو جاتے۔

آپ تلوار چلائے جارہے تھے دائیں ، بائیں آمنے سامنے،آگے پیچھے جس طرف سے دشمن حملہ آور ہوتا توآپ اپنی تلوار سے اپنا دفاع کرتے اوران پر حملہ کرتے دشمن آپ کے سامنے ایسے بھاگتےجس طرح بکریوں کے ریوڑپر بھیڑیے نے حملہ کردیا ہوتووہ اس سے جان بچا کر بھاگ جاتے تھے۔

جب شمر بن ذی الجوشن ملعون نے اپنے سپاہیوں کی اس بزدلی کا مظاہرہ دیکھا تواس نے حکم دیا کہ گھڑسوار پیادہ کی پشت پر آجائیں اور تیر اندازوں کو حکم دیا گیاکی وہ امام حسین علیہ السلام کانشانہ باندھیں۔

اس قدر تیرآپ پر برسائے گئے کہ آپ کا بدن جاھا کی مانند ہوگیا۔اس کے بعد سب لوگ آپ کے گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔انتہائی پستی، گھٹیا پن، کمینگی کا مظاہرہ کیاگیاجس کے بیان سے انسان کانپ اُٹھتا ہے۔[1]

---

[1]۔الارشاد۲: ۱۱۱؛المناقب لابن شہراشوب۴: ۱۱۱؛الفتوح۵ :۱۱۸؛مثیرالاحزان: ۷۴۔

امام حسینؑ دشمنوں کے حصار میں

اسی دوران ایک تیر پیشانی میں آکر لگتا ہے چاروں طرف سے دشمنوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے کوئی پتھر مارتا ہے تو کوئی نیزہ چبھاتا ہے تو کہیں سے ایک تیر آلگتا ہے آپ سخت پیاسے ہیں۔ پانی طلب کرتے ہیں۔ آپ کو پانی نہیں دیا جاتا اور جتنی دفعہ فرات کے کنارے پانی پینے کے لئے جانے کی کوشش کی تو آپ کے اور دریا کے درمیان حائل ہو جاتے اور آپ کو پانی تک رسائی نہ ملی۔

ابوالجنوب الجعفی ملعون نے ایک تیر سے آپ کی پیشانی کا نشانہ بنایا وہ تیر آپ کی پیشانی میں پیوست ہو گیا حسین علیہ السلام نے اس تیر کو زور سے کھینچا اور اسے نکال کر دور پھینک دیا۔ آپ کی پیشانی سے ایک خون کا فوارہ پھوٹ پڑا اور یہ خون آپ کے چہرے اور ریش مبارک پر پھیل گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے اس حالت میں یہی جملہ فرمایا:

﴿اللهم! إنك ترى ما أنا فيه من عبادك هؤلاء العصاة الطغاة﴾[1]

ترجمہ: ”اے اللہ ! بلاشک تو دیکھ رہا ہے کہ تیرے بندگان میں، اس وقت میں کس حال میں ہوں اور تیرے یہ نافرمان، سرکش، ظالم بندگان کیا کچھ کر رہے ہیں“

ایک تیر آپؑ کے دل پر آلگا

آپ تھوڑی دیر کے لئے رُکے تاکہ کچھ آرام کرلیں کچھ راحت لے سکیں جنگ کی وجہ سے آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ کافی تھک گئے تھے آپ جب آرام کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا جس سے پیشانی سے خون

[1]۔ الفتوح ۵: ۱۱۷؛ تاریخ دمشق ۱۴: ۲۲۳؛ کفایۃ الطالب: ۴۳۱؛ المناقب ۴: ۱۱۱۔

بہتا ہوا آپ کے مبارک چہرہ پر پھیل گیا آپ نے کپڑا لے کر خون کو صاف کرنا چاہا کہ ایک تیز دھار تیر جو کہ زہر آلود تھا اس کی تین شاخیں تھیں آپ کے دل پر آلگا۔

امام حسین علیہ السلام نے اس حال میں فرمایا:

﴿بسم اللہ وباللہ وعلی ملّۃ رسول اللہ﴾

اپنا رُخ آسمان کی جانب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إلهي إنّك تعلم أنّهم يقتلون رجلاً ليس على وجه الأرض ابن نبيّ غيره﴾

ترجمہ: ''اے میرے معبود بلاشک تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسے آدمی کو قتل کر رہے ہیں کہ روئے زمین پر اس کے علاوہ کوئی اور نبی کا بیٹا موجود نہیں ہے''

پھر اس تیر کو اپنی پشت سے پکڑا اور کھینچ کر باہر نکال دیا خون پانی کے پرنالے (میزاب) کی طرح بہنے لگا آپ نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھ دیا جب خون سے چلو بھر گیا تو اس خون کو آسمان کی طرف اُچھال دیا۔[1]

پھر ایک تیر آپ کی گردن میں آکر پیوسط ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے دائیں اور بائیں نظر دوڑائی آپ نے کسی ایک کو اپنے لئے موجود نہ پایا۔

پھر اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا تو آپ نے فرمایا:

﴿اللهم إنك ترى ما يصنع بولد نبيك﴾

ترجمہ: ''اے اللہ بلاشک تو دیکھ رہا ہے کہ تیرے نبی کی اولاد سے کیا سلوک کیا جارہا ہے''

---

[1] ۔مقتل الحسین ۲: ۳۴؛ الملھوف: ۱۷۲؛ مثیر الاحزان: ۷۳؛ المناقب ۴: ۱۱۱۔

بنو کلاب سے تعلق رکھنے والے سپاہی آپ اور دریا فرات کے درمیان حائل ہو گئے اور آپ کو دریا تک نہ جانے دیا ایک تیر آیا جو آپ کی گردن میں لگا۔ اس دوران آپ گھوڑے کی زین سے زمین پر آگرے تیر کو گردن سے کھینچ کر زور سے جھٹکا تو گردن سے دھار ما کر بہنے لگا تو آپ نے خون کو اپنے چلو میں لیا اور یہ کہہ رہے تھے

:﴿ألقى الله عزوجل وأنا مظلوم متلطخ بدمي﴾[1]

ترجمہ: ''میں عزوجل سے اپنے خون سے آلودہ ظلم سے پسا ہوا (مظلوم) ملاقات کروں گا''

امام حسینؑ کے قتل کے بعد

ان ملاعنہ نے حسین علیہ السلام کا سر قلم کرنے کے بعد نبی رحمتﷺ کے بیٹے پر ظلم کی انتہاء کر دی کہ آپ نے حسد اور سینہ مبارک کو گھوڑوں کے ٹاپوں کے نیچے روند ڈالا۔ حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کے بعد عمر بن سعد ملعون نے آواز دی کہ کوئی ہے جو حسین علیہ السلام کی لاش کی جانب جانے کے لئے خود کو سامنے لاتا ہے تا کہ ان کا گھوڑوں کے پاؤں تلے آپ کے بدن کو روند ڈالے۔ اس آواز پر دس گھڑ سوار سامنے آتے ہیں اور خود کو اس کمینگی کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ان ملاعنہ میں اسحاق الحضرمی، الاخنس بن مرثد الحضرمی شامل تھے۔

الاخنس ملعون اس منحوس اور گھٹیا عمل کے بعد فخریہ یہ اشعار کہتا ہے:

نحن رضضنا الظهر بعد الصدر بكل يعبوب شديد الاسر[2]

[1]۔ الامالی للصدوق: ۲۲۶ / ۲۳۹؛ تاریخ الیعقوبی ۲: ۲۴۵؛ الفتوح ۵: ۱۱۸۔

[2]۔ الیعبوب ھو الفرس الطویل السریع۔

حتی عصینا اللہ رب الامر　　　بصنعنا مع الحسین الطهر

فداسوا حسینا بخیولهم　　　حتی رضوا صدره و ظهره[1]

ترجمہ: ''ہم نے لمبے، زرق برق رفتار اور سخت ٹاپوں والے گھوڑوں کے ذریعہ کمر کے بعد سینے کو بھی توڑ ڈالا۔ ہم نے امر و حکم میں رب کی اس عمل سے نافرمانی نہیں کی۔ حسین علیہ السلام پاک وطاہر کے ساتھ یہ سب کچھ کر کے بس انہوں نے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے حسین علیہ السلام کے بدن کو روند ڈالا اس طرح سے آپ کے سینہ اور کمر کو توڑ ڈالا''

یہ بیان اس گروہ، جماعت کی وحشی گری اور کمینگی کو ایک جہت واضح کر رہی ہے تو دوسرا یہ بھی بتا رہی ہے کہ وہ سب جانتے تھے کہ وہ اس جرم کا ارتکاب کر کے اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں اور حسین علیہ السلام طاہر و مطہر کو قتل کرنے میں انہوں نے شیطان کی اطاعت کی۔

۱۳۔ حسینی خیام کی تاراجی

ان کمینوں نے حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کے خیام پر چڑھائی کر دی جو کچھ خیام میں تھا وہ سب لوٹ لیا گیا خاص کر خواتین سے مخصوص اشیاء تک کو بھی چھین لیا بلکہ جو کچھ بھی چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں میں تھا وہ بھی ان سے چھین لیا گیا۔[2]

---

[1]۔ مقتل الحسین للخوارزمی ۲: ۳۸؛ تاریخ الطبری ۵: ۴۵۴؛ الکمال فی التاریخ ۲: ۵۷۳؛ الارشاد ۲: ۱۱۳؛ اسد الغابۃ ۲: ۲۸۔

[2]۔ الملهوف: ۱۸۰؛ الامالی للصدوق: ۲۲۸ / ۱ ۲۴؛ بحار الانوار ۴۵: ۵۸ و ۸۲۔

ایک بیان میں اس طرح بھی آیا ہے کہ آل رسول علیہم السلام کے خیام پر لوٹ مار کے لئے لوٹنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے رہے تھے زہراء بتول علیہاالسلام کی بیٹیوں اور بچوں پر چڑھائی کر دی اس قدر کمینگی کی گئی کہ خواتین کی کمروں پر اُوڑھی ہوئی چادروں تک کو کھینچ لیا گیا۔ ملاعنہ نے زعفران، خوشبو کا سامان، ہتھیار اور خیموں میں سے سب کچھ لوٹنے کے لئے ٹوٹ پڑے اور سب کچھ لوٹ لیا اور حسینی خیام کو تاراج کیا بلکہ کچھ بھی خیام میں نہیں چھوڑا گیا اسی طرح حسین علیہ السلام کی پردہ دار خواتین اور ان کے چھوٹ چھوٹے بچوں تک کو بھی لوٹ لیا ان کے پاس جو کچھ سامان تھا کپڑے تھے، زیور تھے اور خواتین کی چادروں تک کو سروں سے چھین لیا گیا۔[1]

۱۴۔ خیام کو آگ لگانا

جو خیام میں موجود تھے انہیں خوفزدہ کرنے اور ڈرانے کے لئے خیموں کو آگ لگا دیتے ہیں پھر خواتین کو خیام سے باہر نکال دیتے ہیں اور خیموں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ پہلے سامان لوٹتے ہیں پھر آگ لگا دیتے ہیں۔[2]

ایک اور بیان میں آیا ہے کہ سید الانبیاء اور زہراء بتول علیہاالسلام کے آنکھوں کی ٹھنڈک، اپنی بیٹیوں کو خیام سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ان کے خیام سے باہر آنے کیفیت نے بہت ہی دردناک تھی بین کر رہی تھیں سر و صورت پر ماتم کر رہی تھیں بے چادر تھیں، ننگے پاؤں تھیں بغیر سرپوش کے حسرت و یاس کی

[1]۔ تاریخ الطبری ۵ : ۴۵۳؛ الکامل فی التاریخ ۲ : ۵۷۳؛ أنساب الاشراف ۳ : ۴۰۹؛ البدایة والنهایة ۸ : ۱۸۸۔

[2]۔ الملهوف: ۱۸۰؛ الفتوح ۵ : ۱۲۰؛ بحار الانوار ۴۵ : ۵۸۔

تصویر لئے اپنے جوانوں اور بزرگوں کی موت پر گریہ کناں، خیام میں آگ بھڑک رہی تھی۔ سب ان خیام سے جان بچاتے ہوئے، بھاگتے ہوئے نکل رہی تھیں۔ ایسی حالت میں تھیں کہ ان حالت کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ دشمنوں نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ خوشیاں منا رہی تھے۔

آل رسولؐ کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کر رہے تھے کمینگی کی انتہاء یہ تھی کہ خواتین اور بچوں کے خیمے جلانے پر وہ خوش ہو رہے تھے اللہ کی لعنت ہے ان ظالموں پر اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔[1]

۱۵۔ رسولؐ کے خوشبودار پھول سبط حسین مظلومؑ کے چہرہ پر چھڑی مارنے کی جسارت

جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک کوفہ میں ابن زیاد ملعون کے دربار میں لایا گیا اور ابن زیاد ملعون کے سامنے اس سر مبارک کو رکھا گیا تو ابن زیاد ملعون سر مبارک کو دیکھ کر مسکراتا ہے۔ اس ملعون کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی وہ اس چھڑی کی نوک سے آپ کے مبارک دانتوں پر چھڑی مار رہا تھا اس کے پہلو میں زید بن ارقم صحابی رسول رسول ﷺ بیٹھا ہوا تھا وہ ایک بوڑھا شخص تھا جب اس نے دیکھا کہ اس چھڑی کو حسین علیہ السلام کے دانتوں پر مار رہا ہے تو اس نے ابن زیاد ملعون سے کہا کہ ان ہنوٹوں سے اپنی چھڑی کو ہٹالو میں نے رسول اللہ ﷺ

[1]۔ مثیر الاحزان: ۷۷۔

کو خود دیکھا ہے کہ وہ ان ہونٹوں کو چومتے ہوئے تھکتے نہ تھے قسم ہے اس اللہ کی کہ جس کے سواء کوئی اور الہٰ نہیں ہے۔ پھر دھاڑیں مار کر رونے لگا۔[1]

انس بن مالک کی حدیث میں آیا ہے :

میں نے عبیداللہ بن زیاد کو دیکھا کہ حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو آپ کے پاس لایا گیا تو وہ اپنی چھڑی کی نوک سے آپ کے مبارک دانتوں پر مار رہا تھا اور یہ کہتے جارہا تھا کہ اس کے اگلے دانت بہت ہی خوبصورت ہیں تو انس بن مالک جو صحابی رسول ﷺ ہے وہ کہتا ہے میں نے ابن زیاد ملعون سے کہا: اے ابن زیاد ملعون آگاہ رہو کہ میں نے خود دیکھا کہ جس جگہ تو چھڑی کی نوک مار رہا ہے اسے رسول اللہ ﷺ چومتے تھے۔[2]

۱۶۔یزید ملعون اوراس کے حواریوں کی خوشحالی

جھوٹی، بناوٹی اور غیر حقیقی (کھوٹی) فتح پر یزید ملعون اوراس کے حواری خوشحال تھے یزید ملعون نے عبیداللہ بن زیاد ملعون کو اپنے پاس بلوایا۔

اوراسے اس جرم پر جو اس نے خاندان رسول ﷺ کے خلاف ارتکاب کیا تھا اس پر اسے بہت زیادہ انعامات اور بھاری بھرکم اموال سے اسے نوازااوراپنی نشست کے قریب اسے جگہ دی۔

---

[1] ۔الارشاد۲: ۱۱۴؛اعلام الوری۱: ۴۷۱؛کشف الغمة۲ :۲۷۵؛بحار الانوار۴۵ ؛۱۱۶؛جواھرالمطالب۲ :۲۹۱۔

[2] ۔الطبقات الکبری۱: ۴۸۲ / ۴۴۴؛المعجم الکبیر۳ :۱۲۵ / ۲۸۷۸؛مسندأبی یعلی۴: ۱۸۰ / ۳۹۶۸ وغیرھا۔

اس کے مقام کو بہت زیادہ بڑھادیااپنی خواتین میں بھی اسے لے گیااوراپنی شراب کی محفل کا اسے ساتھی بنایاایک رات نشہ میں دھت تھا،گانے والے سے گانا گانے کی فرمائش کی شباب وکباب کی محفل تھی اس حالت میں یزید ملعون بغیر غور وفکر کے یہ **اشعار کہے:**

اسقنی شربۃ تروی فؤادی ثم مل فاسق مثلها ابن زیاد

صاحب السر والامانۃ عندی ولتسدید مغنمی وجهادی

ترجمہ: مجھے ایک جام شراب کا پلادوکہ اس سے میرے دل ودماغ کو سیراب کردوپھراسی طرح کا جام بھرکرفاسق (گناہگار)ابن زیاد کو بھی دے دو جوکہ میرارازداراور میرا بھروسہ ہے۔وہ میری ضرورت پوری کرنے والااور بغیر محنت ومشقت کے میرامال اکٹھا کرنے والاہے۔

اس کے بعد ملعون نے یہ شعر کہا جس میں امام حسین علیہ السلام کی شان میں سخت گستاخانہ کلمات بولے:

قاتل الخارجی أعنی حسینا ومبید الأعداء والحساد[1]

ترجمہ: ''یہ (ابن زیاد) وہ ہے جس نے خارجی کو قتل کیا ہے خارجی سے میری مراد حسین علیہ السلام (والصلوۃ واللعنۃ علی یزید وابن زیاد واعوانهما) ہے وہ (ابن زیاد ملعون) دشمنوں کااور حاسدوں کا قلع قمع کرنے والا اورانہیں ختم کرنے والاہے''

یہ وہ ہیں جوخود کو مسلمان کہتے ہیں اوراسلام کے عنوان سے حکومت لے رکھی ہے اور خود کواولوالامر کادرجہ دیتے ہیں۔یزید اورابن زیاد دونوں یقیناً کافر تھے

[1]۔تذکرۃ الخواص: ۲۹۰؛مروج الذهب ۳: ۷۷۔

اسلام سے ان کا تعلق نہ تھا لیکن اسلام ظاہر کرتے تھے نماز جمعہ پڑھاتے تھے لوگوں کو تاثر دیتے تھے کہ وہی مسلمانوں کے تمام امور کے ذمہ دار ہیں۔ان کے پاس حکومت ہے اوران کے خلاف امام حسین علیہ السلام نے قیام کیا ہے ان کا قیام ایک آئینی اور اسلامی حکومت کے خلاف تھا اس لئے وہ خارجی ہوئے اور انہیں قتل کیا گیا۔ لیکن اس جگہ یزید ملعون اور ابن زیاد ملعون اوران کے اعوان وانصار کا دفاع کرنے والوں سے سوال ہے اور یہ سوال خود ان ملاعنہ سے بھی ہے کہ جو الفاظ یزید ملعون امام حسین علیہ السلام کے بارے ادا کر رہا ہے۔

کیا انہوں نے نبی اکرم ﷺ جس کا وہ کلمہ زبان پر جاری کر کے مسلمان خود کہلاتے ہیں انہوں نے نبی ﷺ کا یہ جملہ نہیں سنا تھا جو انہوں نے اپنے اہل بیت علیہم السلام کے متعلق کہا۔

اہل بیت علیہم السلام اور اپنی آل کو مخاطب کر کے آپؐ نے یہ بات کہی:

﴿أنا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم﴾[1]

ترجمہ: ”میں اس کے لئے جنگ ہوں جو آپ سے جنگ کرے گا اور اس کے لئے میں صلح وسلامتی ہوں جو آپ سے صلح رکھے گا“

۱۷۔خاندان رسالت مآب کو قیدی بنا کر شہر بہ شہر پھرانا

کربلاء میں رسول اللہ ﷺ کے سبط،فرزند وجوانان جنت کے سردار امام حسین علیہ السلام۔ان کی آل واولاد،بچوں اور اصحاب کو بے دردی سے قتل کرنے

[1]۔الامالی للصدوق ۵۷۴ / ۷۸۷؛المعجم الاوسط ۳: ۱۷۹ / ۲۸۵۴؛مسند احمد بن حنبل ۳: ۴۰ / ۲۶۲۱؛تاریخ بغداد ۷: ۱۳۷؛تاریخ دمشق ۱۳: ۲۱۸ / ۳۲۱۸؛من لایحضرہ الفیقہ ۴: ۱۷۹۔

،ان کے سر قلم کرنے اوران کے جسموں کی پامالی کے بعد خیام حسینی کو تاراج کیا پہلے آل رسول علیہم السلام کو ذلت ورسوائی کے ساتھ کربلاء سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک قیدی بناکر لے چلے پھر شام سے مدینہ یہ کارروان واپس پہنچتا ہے۔

کربلاء میں بے گوروکفن لاشے اور خاندان عصمت کی اسیری

یہ بیان ہوا ہے کہ عمر بن سعد امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد دو دن کربلاء میں موجود رہا اپنے نجس بندوں کو دفن کیا اور امام حسین علیہ السلام اوران کے اصحاب کے لاشے بے گوروبے کفن چھوڑدیے گئےاوراس پر بڑا ظلم یہ کیاکہ کربلاء سے حسین علیہ السلام کی مخدرات،ان کی بہنوں،بیٹیوں اور بچوں کی قیدی بنا کر کوفہ لے گیا ان اسیروں میں امام حسین علیہ السلام کے جانشین حضرت علی بن زین العابدین علیہ السلام بھی تھے جواس وقت مریض تھے۔[1]

ایک اور بیان میں آیا ہے وہ حسین علیہ السلام کے اہل وعیال اورآپ کی خواتین اور بچوں کو قیدی بناکر لے گیااورامام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو نیزہ کی نوک پر چڑھایا۔[2]اس سے مراد ہے کہ پہلے کوفہ اور پھر کوفہ سے شام اسیروں کو پہنچایا گیا۔

۱۸۔ نیزوں پر سروں کوچڑھایا

ان ملاعنہ نے کربلاء کے شہداء کے سروں کوبدنوں سے جدا کیا اس میں امام حسین علیہ السلام کاسر مبارک بھی تھا۔پھرانہیں نیزوں پر چڑھایا اوران سروں

---

[1]۔الکامل فی التاریخ۲: ۵۷۴؛الارشاد۲: ۱۱۴؛اعلام الوری۱: ۴۷۰؛تاریخ الطبری۵: ۴۵۵ وغیرھا۔

[2]۔تاریخ الیعقوبی۲: ۲۴۵؛ومصادر اخری بنصوص مختلفة۔

کو نیزوں پر چڑھائے کربلاء سے کوفہ لے گئے اور کوفہ سے شام لے گئے یہ بیان کتابوں میں موجود ہے کہ سروں کو نیزوں پر چڑھا کر اٹھایا گیا اور انہیں شہر بہ شہر لایا گیا۔[1]

کوفہ کی گلیوں میں سروں کا گھمایا جانا

یہ بیان کتابوں میں موجود ہے کہ ابن زیاد ملعون کے حکم سے امام حسین علیہ السلام کے سر کے ساتھ تمام شہداء کے سروں کو کوفہ کی گلیوں میں گھمایا گیا۔[2]

ایک اور بیان میں ہے کہ نیزوں پر بلند کیے گئے سروں میں سے پہلا سر امام حسین علیہ السلام کا تھا۔[3]

۱۹۔ شراب خوروں کی محفل

یزید ملعون اور ان کے حواریوں نے دستر خوان بچھایا جس پر امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو رکھا گیا۔ ان ملاعنہ نے اس پر بیٹھ کر شراب نوشی کی۔

بیان ہوا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے مبارک سر کو یزید ملعون کے پاس لایا گیا تو وہ شراب کی محفل سجاتا تھا اور اس محفل میں امام حسین علیہ السلام کے سر کو لایا جاتا اور اس جگہ سر کو سامنے رکھا جاتا اور شراب نوشی کی جاتی۔[4]

---

[1] ۔الاخبار الطوال: ۲۵۹۔

[2] ۔الملھوف: ۲۰۳؛ تاریخ الطبری۵: ۴۵۹؛ انساب الاشراف ۳: ۴۱۵؛ تاریخ دمشق۱۸: ۴۴۴؛ الطبقات الکبری۱: ۵۷۶۔

[3] ۔تاریخ الطبری۵: ۳۹۴؛ ترجمۃ الامام الحسین من طبقات ابن سعد: ۸۰۔

[4] ۔الملھوف: ۲۲۰؛ مقتل الحسین للخوارزمی۲: ۷۲؛ مثیر الاحزان: ۱۰۳۔

۲۰ ۔ حسینؑ کے مبارک دانتوں پر چھڑی مارنا

جب یزید بن معاویہ لعنۃ اللہ علیہما والعذاب کے پاس جب امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک سر کولایا گیا توملعون اپنی چھڑی سے سر مبارک کوہلاتا تھا اس لکڑی پر لوہے کا پھل لگا ہوا تھاوہ آپ کے دانتوں پر مارتا تھا۔[1]

ایک اور بیان میں آیا ہے کہ یزید نے خیزران کی چھڑی کو منگوایااس چھڑی سے امام حسین علیہ السلام کے اگلے دانتوں کوہلاتا تھااور یہ کہتا تھاکہ ابو عبداللہ علیہ السلام اچھی گفتگو کرتے تھے اس حالت کو دیکھ کرابوبرزہ الاسلمی اوردوسرے افراد نےیزید کی جانب رخ کیااس سے کہااے یزیدوائے ہوتم پر کیاتم حسین علیہ السلام کے دانتوں کو اپنی چھڑی سے ہلارہے ہومیں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خود دیکھاکہ رسول اللہ ﷺ حسین علیہ السلام اورآپ کے بھائی کے دانتوں کا بوسہ لیتے اوران لبوں کو چومتے تھےاور یہ فرماتے تھے۔

﴿أنتما سيّدا! شباب أهل الجنّة ،فقتل الله قاتلكما ولعنه وأعدّ له نارجهنّم وساءت مصيراً﴾

ترجمہ :"تم دونوں جوانان جنت کے سردارہواورجو تمہیں قتل کرے (مارڈالے) ان پراللہ کاعذاب اور لعنت ہے اوران کا ٹھکانا ہمیشہ جہنم کی آگ ہے "[2]

[1] ۔الطبقات الکبری۱: ۴۸۸؛سیرأعلام النبلاء۳: ۳۲۰؛تاریخ الطبری۲: ۲۴۵۔

[2] ۔الفتوح۵: ۱۲۹؛مقتل الحسین۲: ۵۷؛الملھوف: ۲۱۴؛مثیرالاخزان: ۱۰۰؛بحارالانوار۴۵: ۱۳۲۔

۲۱۔امام حسینؑ کے سر مبارک کو بلندی پر آویزاں کرنا

شام میں امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو بعینہ اس جگہ لٹکایا گیا جس جگہ پر نبی یحی بن زکریا علیہما السلام کا سر لٹکایا گیا تھا۔[1]

یہی وجہ تھی کہ امام حسین علیہ السلام اپنے سفر کے دوران یحی بن زکریا علیہما السلام کی شہادت کا بہت زیادہ تذکرہ کرتے تھے۔

امام علی زین العابدین علیہ السلام کا بیان ہے:

﴿خرجنا مع الحسین علیه السلام فما نزل منزلا ولاارتحل منه، الا ذکر یحی بن زکریا علیه السلام وقتله﴾

ترجمہ: ''ہم حسین علیہ السلام کے ہمراہ سفر کے لئے نکلے حسین علیہ السلام کسی بھی منزل میں نہ اُترے اور نہ ہی اس منزل سے روانہ ہوئے مگر یہ کہ آپ حضرت یحی بن زکریا علیہما السلام کی شہادت اور ان کے بہیمانہ قتل کا ذکر فرماتے تھے''

ایک دن آپ نے یہ جملہ فرمایا:

﴿ومن هوان الدنیا علی الله، أن رأس یحی بن زکریا علیه السلام اهدی الی بغی من بغایا بنی اسرائیل﴾[2]

---

[1]۔صبح الاعشی۴: ۹۷؛سیرأعلام النبلاء۳: ۳۱۹؛تاریخ دمشق۶۹: ۱۶۰؛مقتل الحسین ۲: ۵۹۔

[2]۔الارشاد۲: ۱۳۲؛مجمع البیان۶: ۷۷۹؛کشف الغمة۲: ۲۲۱؛اعلام الوری۱: ۴۲۹؛عوالی اللالی۴: ۸۱ / ۸۳۔

ترجمہ: ”یہ دنیا کی بے وقعتی ہے کہ اللہ کے نبی یحی بن زکریا علیہما السلام کے سر مبارک کو بنی اسرائیل کی بدکار وزناکار عورت کو صدقہ کے طور پر دیا جاتا ہے“

امام باقر علیہ السلام کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ان فی النار لمنزلة لم یکن یستحقها أحد من الناس الا قاتل الحسین بن علی ویحی بن زکریا علیهم السلام﴾[1]

ترجمہ: ”جہنم کے درجوں میں ایک درجہ ہے وہ ہے کہ جس میں حسین بن علی اور یحیٰ بن زکریا علیہ السلام کے قاتل کے علاوہ کوئی بھی اس میں نہیں ہوگا“

۲۲۔ویران جگہ پر آل رسولؑ کو قید میں رکھنا

آل رسول ﷺ کی خواتین، ان کے بچے اور امام علی زین العابدین کو ویرانے میں قید رکھا گیا۔ ایسی بر باد جگہ تھی کہ جہاں پر سردی اور گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ انہیں کوفہ سے شام پہنچانے سے پہلے عبیداللہ بن زیاد ملعون نے حضرت علی زین العابدین کے بارے حکم دیا کہ علی زین العابدین کے ہاتھ میں ہتکڑیاں اور گلے میں لوہے کا طوق ڈال دیا جائے۔ انہیں اسی حالت میں کوفہ سے شام روانہ کیا گیا۔[2]

ایک اور بیان میں ہے جب یہ کارروان شام یزید ملعون کے پاس پہنچا تو یزید ملعون نے حکم دیا کہ علی زین العابدین علیہ السلام اور ان کے ساتھ خواتین

---

[1]۔کامل الزیارات: ۱۳۵ / ۳۔

[2]۔الامالی ۲۲۹ / ۲۴۲؛ روضہ الواظین: ۲۱۰؛ الکامل فی التاریخ ۲: ۵۷۶؛ الطبقات الکبری ۱: ۴۸۴۔

اور بچوں کو ایسے قید خانے میں ڈال دیا جائے جس میں گرمی اور سردی سے بچنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ سخت سردی کی وجہ سے خواتین اور بچوں کے چہرے زخمی ہو گئے۔ [1]

۲۳۔آل رسولؐ کے قتل سے غصہ ٹھنڈا کرنا

یزید ملعون نے آل رسولؐ علیہم السلام کے قتل سے اپنا غصہ ٹھنڈا کیا اور اپنے بڑے کافروں کا انتقام لیکر خوش ہوا۔ اولاد رسولؐ کو قیدی بنانے پر خوشی کا اظہار کیا جب جب کربلاء کے اسیر یزید ملعون کے سامنے لائے گئے تو خوشی سے پھولے نہ سماتا تھا اسی خوشی کے اظہار میں اس نے کفریہ اشعار کہے:

لما بدت تلك الحمول وأشرقت	تلك الرؤوس على ربى جيرون
نعب الغراب فقلت قل أو لا تقل	فقد اقتضيت من الرسول ديوني [2]

ترجمہ: ”جب اونٹوں کے وزنی پلان ظاہر ہوئے اور وہ جیرون کی بلندیوں سے اترتے ہوئے چمکے (نظر آئے) تو کوؤں نے کائیں کائیں کرنا شروع کیا تو میں نے اس سے یہ کہا کہ تم کہو نہ کہو جان لو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے قرضوں کو چکا دیا ہے“

یہ اشعار اس ملعون کی جو رسول اللہ ﷺ سے دشمنی وعداوت کا اظہار تھا۔ اس نے آل رسولؐ کو قتل کر کے اس سے اپنے باطنی بغض وکینہ وغیض وغضب کو ٹھنڈا کیا۔

---

[1]۔ الامالی للصدوق:۲۳۱ / ۲۴۳؛ الملهوف:۲۱۹؛ شرح الاخبار الطوال ۳ :۲۶۹ / ۱۱۷۲۔

[2]۔ جواهر المطالب ۲: ۳۰۰؛ بحار الانوار ۴۵: ۱۹۹؛ تذکرة الخواص:۲۶۱۔

جب اس ملعون کے سامنے امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک لایا گیا تو اس ملعون نے یہ کفریہ اشعار کہے:

لعبت هاشم بالملك فلا	خبر جاء ولا وحی نزل
ليت أشياخی ببدر شهدوا	جزع الخزرج من وقع الاسل
لأهلوا واستهلوا فرحا	ولقالوا يا يزيد لا تشل
فجزيناهم ببدر مثلا	وأقمنا مثل بدر فاعتدل
لست من خندف ان لم أنتقم	من نبی أحمد ما كان فعل[1]

ترجمہ: ''ہاشم نے اقتدار کے لئے کھلواڑ کیا نہ تو کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی کوئی وحی اتری، کاش بدر والے میرے بڑے دیکھتے کہ خزرج کا واویلا، تلوار اور نیزے کی کاٹ کے نتیجہ میں، تو وہ خوش ہوتے اور اس بڑی خوشی میں جھوم جاتے، بدر کا بدلہ ہم نے ان سے لے چکے ہیں ہم نے بدر جیسا ہی کیا اس طرح کام برابر ہو گیا۔ میں خندف کی اولاد سے نہ ہوتا اگر میں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے انتقام نہ لیتا، جو انہوں نے کیا تھا ہم نے اس کا پورا بدلہ چکا دیا۔''

یہ بیان واضح کفر ہے اللہ کا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار ہے۔ یہ کھلا کفر ہے۔

---

[1]۔ الاحتجاج ۲: ۱۲۲ / ۱۷۳؛ الملهوف: ۲۱۴؛ المناقب لابن شهراشوب ۴: ۱۱۴؛ المسترشد: ۵۱۰؛ الخرائج والجرائح ۲: ۵۸۰؛ روضة الواعظين: ۲۱۱؛ مثير الاحزان: ۱۰۱۔

امام حسینؑ کے دشمنوں کی بداخلاقی کے موارد سے حاصل شدہ دروس و فوائد

کافروں و قاتلوں کا انجام

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ﴾[1]

ترجمہ: ''کہہ دیجئے: زمین میں چل پھر کر دیکھ لو گزرے ہوئے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟''

یہ آیت اور اسی مضمون کی اور قرآنی آیات انسان کو اس بات کی راہنمائی دے رہی ہیں کہ انسان اس امت اور سابقہ امتوں اور اقوام کے حالات و واقعات میں غور و فکر کرے ان کی اچھائیوں اور برائیوں، کامیابیوں اور ناکامیوں کا جائزہ لے اور اس کے اسباب جانے اور ان کے واقعات وحالات سے عبرت اور دروس واسباق اپنے لئے حاصل کرے۔ان کی کامیابیوں اور مومنوں کی ترقی کے اسباب کو جانے کہ کس طرح انہوں نے دنیا اور آخرت کی خیر کو پالیا اور اللہ کے ہاں اور اللہ کے رسولؐ کے ہاں بڑا مقام اور بلند مرتبہ پایا ایسے اسباب اپنے لئے آمادہ کرے اور عمل کرے ان کی طرح کامیابی اور کامرانی حاصل کرسکو اور جو ناکام ہوئے۔ان کی ناکامی کی وجوہات کو بھی دیکھیں جس وجہ سے انہوں نے دنیا اور آخرت کی ہلاکت اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ناراضگی کو حاصل کیا یہ اس وجہ سے ہوا کہ شیطان کی اطاعت میں چلے گئے رحمان کی اطاعت کو چھوڑ دیا، شیطانی خواہشات کے

---

[1]۔ سورۃ الروم: ۴۲۔

سروکار بن گئے جس وجہ سے وہ اس بڑی ہلاکت اور بڑے نقصان کو پہنچ گئے اس کے اسباب اوران سب کی وجوہات پر بھی توجہ دواور پھر خود کوایسے اسباب سے دوررکھو تاکہ ان سے چھٹکارا پاؤ۔ہم جس طرح اعلیٰ نمونے، بہترین اقدار، مکارم اخلاق اوراخلاقی فضائل کوامام حسین علیہ السلام اورآپ کے ساتھیوں میں پایا جاتا ہے وہ ہمارے لئے قابل تقلید نمونے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ توہمارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ باطل افواج،یزیدی کارندوں اور شیطانی پیروکاروں کے جوروپے تھے ان میں جو پستی، گھٹیا پن۔

کمینگی،انسانیت سے گری ہوئی حرکات بداخلاقی کے مظاہرے اورجب ان کے بدعملی کے نمونے تھےاس پر بھی غورکریں ان ملاعنہ کی موت اوران کے کردار سے آگاہ ہوں اوران سے بھی عبرت حاصل کریں اورخود کوایسے حالات میں نہ گرنے دیں اور جن اُمور میں اصلاح کی ضرورت ہے اس کی اصلاح کریں اور جن امور کی تلافی ہوسکتی ہے تواس کی تلافی کریں۔

ان ملاعنہ کے اعمال اور بداخلاقی کے نمونوں کا جائزہ لینا چاہیئے تووہ اس طرح جیتے ہیں وہ کیا خیانتیں ہیں جس کا انہوں نے ارتکاب کیا اور باطل پر ہوتے ہوئے ظاہری کامیابیاں حاصل کیں تاکہ ان کا توڑ کیا جائے۔

ا۔ جھوٹ اور حقائق کوتوڑ مروڑ کر پیش کرنا

اس میں شک نہیں کہ جھوٹ بولنا، جھوٹ بیان کر کے اسے لوگوں میں پھیلانا اور حقائق کوتروڑ مروڑ کر پیش کرنا برے اخلاق سے ہےاس سے شریعت مقدس نے سختی سے روکا۔

حدیثی مضامین سے واضح ہے کہ ایسی بری صفات سے خود کو دور رکھا جائے ایسے عمل کے بہت ہی برے نتائج ہیں جن کا نقصان الگ فرد کو بھی ہوتا ہے اور سوسائٹی اور معاشرہ بھی اس سے متاثر ہوتا ہے۔

جھوٹ بولنے کی سزا اور نقصانات

اسی کے ساتھ ایسے بیانات جو جھوٹ پر مبنی ہوں اور حقائق کے خلاف ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی مخالفت ہے اور جو کچھ قرآن نے کہا اس کے مدمقابل خود کو قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾[1]

ترجمہ: ''اس دن جھوٹ بولنے اور پھیلانے والوں کے لیے تباہی و بربادی ہے''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مایزال العبد یصدق حتی یکتبه الله صدیقا و مایزال العبد یکذب حتی یکتبه الله کذابا﴾[2]

ترجمہ: ''جب ایک بندہ (آدمی) مسلسل سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس وجہ سے اللہ اسے صدیق لکھ دیتا ہے (اسی طرح ہے جیسے) ایک بندہ مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے کذاب لکھ دیتا ہے''

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1]۔ سورۃ المرسلات: ۱۵۔

[2]۔ الکافی ۲: ۲۵۴ / ۲۔

﴿لایجد عبد طعم الایمان حتی یترک الکذب هزله وجده﴾[1]

ترجمہ: "بندہ ایمان کاذائقہ نہ چکھے گا مگر یہ کہ جھوٹ کو سنجیدہ حالت اور مذاق میں بھی چھوڑ دے"

امام ابو جعفر علیہ السلام کا بیان ہے:

﴿إن الکذب هو خراب الایمان﴾[2]

ترجمہ: "بتحقیق جھوٹ ایمان کی خرابی و برائی ہے"

جھوٹ پر مبنی بیانات بہت سارے لوگوں کو منحرف اور گمرہ کرنے کا سبب بنتے ہیں۔لوگوں کو حق سے دور کیا جاتا ہے اور صحیح دین پر چلنے والے کو باغی بنایا جاتا ہے۔اس طرح جتنے بھی گمراہ ہوں اور جو دین چھوڑ جائیں گے ان سب کا گناہ ان پر ہی ہوگا۔ جنہوں نے ایسے جھوٹے بیانات سے لوگوں کو بھٹکایا۔ قیامت کے دن ان کا بڑی دقت سے احتساب کیا جائے گا۔

اس کا حتمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا جھوٹا بیان اور حقائق کے خلاف اقدامات کی بے وقعتی واضح ہو جاتی ہے اور حق واضح ہو جاتا ہے۔یہ سچ ہے کہ ایسے افراد دنیا اور آخرت میں رسوا ہوتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے زیادہ دیر معاشرہ میں اپنی حیثیت کو باقی نہیں رکھ سکتے۔

معاشرہ میں ذمہ دار شخص بارے

اس جگہ ایک بہت بڑا درس ہے کہ ہر وہ شخص جو معاشرہ میں کسی بڑی ذمہ داری کو سنبھالتا ہے یا چند افراد کی اس کے پاس سر براہی جاتی ہے یا ایک فرد پر خود اپنی

[1]۔الکافی ۲: ۲۵۵ / ۱۱۔

[2]۔الکافی ۲: ۲۵۴ / ۴۔

نجی زندگی کے حوالے سے کچھ ذمہ داریاں اس پر ہوتی ہیں۔اپنے گھرانہ کی ذمہ داری اس کے پاس ہوتی ہے تواس پرلازم ہے کہ وہ اس طرح کارویہ نہ اپنائے ان کے ساتھ سچائی کے ساتھ معاملہ کرے کیونکہ اللہ اسے دیکھ رہاہے۔انسان پرلازم ہے کہ وہ اپنے اعمال میں اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں، اپنی گفتگو میں، اپنے کردار میں سچا ہو، ہر معاملہ میں وہ واضح ہواور حقائق کوسامنے رکھ کراقدام کرے اپنے ہر موقف میں سچاہو حالات جو بھی ہوں وہ سچ کوہاتھ سے نہ چھوٹنے دے حق وحقیقت کا سامناکرے وہ جو کرے تو وہ حق پر مبنی ہو وہ جو کہے تو وہ سچ ہو۔

اُمت کی پسماندگی کے اسباب

اُمت اسلامیہ کے ساتھ آج تک جو کچھ ہوااوراس وقت اُمت مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے۔اُمت کی پس ماندگی اور دوسری اقوام کے مقابلہ میں کمزوری کا سبب ان لوگوں کا سچائی سے دور ہونا ہے جن کے پاس اُمت کی قیادت ہے وہ ہی اخلاقی پستی اور گروات کا سبب ہیں یہ انداز کسی بھی حوالے سے صحیح نہیں ۔ماضی میں اُمت کے سربراہوں نے جو غلطیاں کیں اور جس طرح اُمت کودھوکہ دیا آج جن کے پاس اُمت کی باگ ڈورہے وہ اسے نہ اپنائیں اخلاقی فضائل سے خود آراستہ کریں۔سچ، سچائی، یقین کی منزل پر خود بھی قائم رکھیں اوراُمت کو بھی اس راہ پرلے کر چلیں۔

۲۔دھوکہ،فریب،چالاکی ودغابازی

یہ بھی برے اخلاق میں آتاہے کہ انسان دوسرے کودھوکہ دے۔اس کے ساتھ چالاکی کرے یااس کامہربان بن کر اسے نقصان پہنچائے۔اس طرح معاشرہ کی تباہی کے اسباب مہیا کرے خیراوراصلاح اور بہتری کے سامنے رکاوٹ کھڑی

کردے۔ایسا رویہ فساد اور شر کو عام کرنے اور پھیلانے کا سبب ہے۔ یہ عمل ایک چیز کو اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھتا ہے۔اس طرح فاسقوں، منحرفوں و دھوکہ دینے والوں کا اکٹھا ہونا۔اس بارے بہت زیادہ روایات موجود ہیں۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿سَيُصِيبُ الَّذِينَ اَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللهِ وَ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾[1]

ترجمہ: ”جن لوگوں نے جرم کا ارتکاب کیا انہیں ان کی مکاریوں کی پاداش میں اللہ کے ہاں عنقریب ذلت اور شدید عذاب کا سامنا کرنا ہوگا “

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ الَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ط وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُورُ﴾[2]

ترجمہ: ”اور جو لوگ بری مکاریاں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ایسے لوگوں کا مکر نا، نابود ہو جائے گا “

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿یجئی کل غادر یوم القیامۃ بإمام مائل شدقه حتی یدخل النار﴾[3]

ترجمہ: ”قیامت کے دن ہر دھوکہ دینے والے اور دغاباز کو اس کے امام کے ساتھ لایا جائے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا“

اللہ کا فرمان ہے:

---

[1]۔سورۃ الانعام: ۱۲۴۔

[2]۔سورۃ فاطر: ۱۰۔

[3]۔الکافی ۲: ۲۵۲ / ۲۔

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: "وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، جبکہ (حقیقت میں) وہ صرف اپنی ذات کو ہی دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں لیکن وہ اس بات کا شعور نہیں رکھتے"

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا بیان ہے:

﴿لولا أن المكر والخديعة في النار لكنت أمكر الناس﴾[2]

ترجمہ: "اگر دھوکہ دہی کا نتیجہ آگ نہ ہوتا تو میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دھوکہ دینے والا شخص ہوتا"

دھوکہ دہی اور بری خواہشات کے اثرات

دھوکہ دہی برے اخلاق سے ہے۔انسان کو اس سے دور رہنا چاہیئے اور بہت زیادہ متوجہ رہے کہ وہ کسی کو دھوکہ نہ دے اور کسی سے دغا نہ کرے۔ایسا کرنے سے اس بری صفت کے جو منفی اثرات ہیں اس سے انسان خود بھی بچ جائے گا اور معاشرہ بھی اس کے نقصانات سے محفوظ رہے گا۔

امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں کی ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ وہ دھوکہ باز اور دغا باز تھے اور ان ہی بری صفات کے نتیجہ میں انہوں نے تاریخ کے سب سے بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

1۔سورۃ البقرۃ:۹۔

2۔الکافی ۲: ۲۵۲ / ۱۔

خواہشات اور نفسانی چاہتوں کی پیروی: انسان کے انحراف اور ہلاکت میں جانے کے اسباب میں ایک بڑا سبب دنیاوی چاہت اور نفسانی خواہش تھی۔ خواہش انسان کو تباہی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ جس طرح ایک سواری جس پر انسان سوار ہو اور اس کی باگ ، لگام سوار کے پاس نہ ہو تو وہ سواری جہاں چاہے اس سوار کو لے جائے گی اور کہیں گڑھے میں پھینکے گی دنیاوی خواہشات اور دلی چاہتوں کا دائرہ وسیع ہے۔ اس کی کوئی حدود نہیں اقتدار کی خواہش، مالدار ہونے کی خواہش، عورتوں سے لطف اندوز ہونے کی خواہش۔ نام و نمود کی خواہش، بڑا بننے کی خواہش، دنیاوی مفادات حاصل کرنے کی خواہش، کھیل تماشا کی خواہش، دوسروں پر چڑھائی کی خواہش، کسی ایک جگہ انسان رکتا نہیں، خواہشات کا سمندر ہے انسان ایک کے بعد دوسری خواہش کا راستہ اپناتا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ایک کے بعد دوسری خواہش کے پورا ہونے کی اُمید میں ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ سبحانہ کی ولایت سے نکل جاتا ہے اور شیطان کی ولایت میں چلا جاتا ہے۔ قرآن نے تو انسان کو واضح بتایا کہ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے لیکن وہ شیطان کو اپنا دشمن بنانے کی بجائے اس کی اطاعت میں چلا جاتا ہے خواہشات اور دلی چاہتوں کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے بارے متوجہ کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے:

﴿اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ﴾[1]

ترجمہ: ”مجھے بتاؤ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟“

---

[1]۔ سورۃ الفرقان: ۴۳۔

انسان کی ذمہ داری

انسان پر لازم ہے کہ وہ اس طرف متوجہ رہے اوراپنی خواہشات کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں رکھے اوراپنے نفس پر خود قابض رہے۔اسے آزادانہ،نہ چھوڑے اپنی خواہشات کی چھانٹی کرے اپنے مزاج اور چاہت کو اچھی طرح دیکھے کون سی چیز اسے اللہ کی نافرمانی کی طرف لے جاتی ہے اور کونسی چیز اللہ کی اطاعت میں رہتے ہوئے وہ حاصل کر سکتا ہے۔

اس میں بڑا درس ہے کہ انسان اپنے عقل کواستعمال میں لائے اور شریعت کے قوانین کا خود کو تابع بنائے۔اللہ کی اطاعت میں رہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السّلام کے بیانات کی روشنی میں ہدایت پائے۔ایسا نہ کرے جو اسے ہلاکت و نقصان اور تباہی میں لے جائے۔خود کو شیطان کے شکنجوں اوراس کے پھینکے ہوئے جالوں سے بچائے۔

اپنی خواہش کواللہ کی رضایت پر مقدم کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿يقول الله عزوجل:وعزتي وجلالي وعظمتي وكبريائي ونوري وعلوي وارتفاع مكاني،لايؤثر عبدهواه على هواي إلا شتت عليه أمره،وليست عليه دنياه، وشغلت قلبه بها ولم أؤته منها الا ماقدرت له، وعزتي وجلالي وعظمتي ونوري وعلوي وارتفاع مكاني،لايؤثرعبدهواي على هواه إلا استحفظته

ملائکتی،وکفلت السماوات والأرضین رزقه، وکنت له من وراءتجارة کل تاجر،وأتته الدنیا وهی راغمة﴾[1]

ترجمہ:''اللہ عزوجل فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت،اپنے جلال،اپنی عظمت،اپنی کبریائی،اپنے نور،اپنی بلندی اوراپنے مکان کی رفعت کی قسم ہے کہ کوئی بھی بندہ جواپنی چاہت اور خواہش کو میری خواہش اور میری مرضی پر مقدم کرے گا مگر یہ کہ میں اس کے معاملے کو اس پر بکھیر دوں گااوراس کی دنیا کواس پر مشتبہ کردوں گا اوراس کے دل کو اس میں مشغول کر دُوں گا اوراس سے اپنانے نہ دوں گا مگر یہ کہ جس کی میں نے اسے طاقت دے رکھی ہے اور مجھے میری بلند شان کی، میرے مکان کی بلندی کی کوئی بھی بندہ، میری چاہت کواپنی چاہت پر مقدم کرے گا تو میرے فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔آسمانوں اورزمین اس کے رزق کے ضامن ہوں گے اور میں ہر تاجر کی تجارت کے پیچھے موجود ہوں اوراس کے پاس دنیاآجائے گی جبکہ دنیااسے ناپسند ہی کیوں نہ ہو''

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿إنما أخاف علیکم اثنتین،اتباع الهوی وطول الامل،أما اتباع الهوی فإنه یصدعن الحق،وأما طول الامل فینسی الآخرة﴾[2]

ترجمہ:''میں تمہارے بارے دو چیزوں کے متعلق ڈرتا ہوں(کہ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہیں)''

[1] ۔الکافی ۲: ۳۳۵ / ۲۔

[2] ۔الکافی ۲: ۳۳۵ / ۳۔

ا۔خواہشات کی پیروی کرنا۔۲۔لمبی اُمیدیں رکھنا۔بہر حال خواہشات کی پیروی حق سے روک ریتی ہے اور لمبی اُمید آخرت کو بھلادیتی ہے۔

امام الصادق علیہ السلام کافرمان ہے:

﴿احذروا أهواءكم كما تحذرون أعداءكم،فليس شئ أعدى للرجال من اتباع أهوائهم وحصائد ألسنتهم﴾[1]

ترجمہ:''اپنی نفسانی خواہشات اور چاہتوں سے چوکنے رہو جس طرح تم اپنے دشمنوں سے چوکنے رہتے ہو کیونکہ انسان کے لئے سب سے زیادہ دشمنی اس کی اپنی خواہشات وچاہتوں کی پیروی سے ملتی ہے اوران کی زبانوں کے بیانات سے''

امام حسینؑ کے قاتل

جب ہم کربلاء میں امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں کی اخلاقی وقعت اور حیثیت کو غور سے دیکھتے ہیں تو وہ سب اپنی خواہشات کے پوجاری تھے اور دنیاوی لذتوں کے حصول کے لئے یہ جرم کا ارتکاب کرنے پرآمادہ تھےاپنی دنیا کے لئے انہوں نے فرزندرسولﷺ،سبط جوانان جنت کے سردارامام حسین علیہ اوران کے اہل وعیال اوراصحاب کے قتل کابھیانک جرم کے لئے ان کے اہل وعیال کو قیدی بنایاان کے مال ومتاع کولوٹ لیا۔

یہ سب کچھ اپنی ناپاک آرزوں کوحاصل کرنے،اپنی دلی خواہشات کوپورا کرنے اوراپنی دنیا سنوارنے کے لئے کیالیکن ان کے لئے نہ دنیااورآخرت کاخسارہ ملا۔لہٰذااس سبق لیاجائے اورخواہشات کی پیروی سے بچاجائے۔

---

[1]۔الکافی۲: ۳۳۵ / ا۔

۴۔بندگان پر ظلم اور شہروں،آبادیوں میں فساد بپا کرنا

یزید ملعون اوراس کے حواریوں،ملاعنہ ناجائز اور غیر شرعی طریقہ سے حکومت پر قابض ہوئے۔انہوں نے مسلمانوں کے اموال،مؤمنوں کی جانوں اور اُمت اسلامیہ کے مفادات کو اپنے اختیار میں لے لیا اور جیسے چاہا تصرف کیا۔زمین میں انہوں نے فساد بپا کیا۔معشیت کو تباہ کیا۔کھیت وکھلیان کو ویران کیا،نسل کشی عام کی،ظلم،قتل،لوٹ ماران کی خصوصیات میں تھا۔برے اخلاق ان کی نشانی تھی اس گروہ نے کسی بھی جرم کاارتکاب کرنے میں دریغ نہ کیا۔مظالم کی تمام اشکال ان کے بداعمالیوں میں دیکھیں گےجرائم کے لئے ہر ذریعہ استعمال کیا۔دھونس دھاندلی،دھوکہ دہی،جھوٹ،رشوت،لالچ،غرض ہر وسیلہ پر استعمال ان کے کے لئے جائز تھا،شریعت کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔لوگوں کے اموال غضب کرنا۔ان کی جانوں کواپنے مفادات کی بھینٹ چڑھانا۔

کربلاء میں اسلامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی

حقوق کی پامالی کھلے عام کی گئی قوانین اسلام کوبگاڑا۔سزاوجزاء کے قانون کو معطل کردیا۔حدود وشرعیہ کا خاتمہ کیا۔اپنی مرضی کے قوانین بنائے اورانہیں نافذ کیا گیا۔مظالم کی ہر شکل ونوعیت وکیفیت کواپنے مذموم مقصد کے لئے بجالائے۔اسلام اور مسلمانوں کے مسائل ان کے لئے کچھ اہمیت نہ رکھتے تھے۔ان کا منصوبہ ہی تھا کہ دین اسلامی کا بالکل خاتمہ کردیا جائے کیونکہ وہ باطل اسلام پر ایمان نہ لائے تھے دھوکہ دہی سے اسلام کے تمام امور پر قابض ہوگئے تھے۔انہوں نے لوٹ یا اندھی عصبیت کورواج دیا۔اپنے مشرکین وآباؤاجداد کے شرک وکفر کے قوانین اپنالئے۔اسلامی شہروں میں فتنہ و فساد کورواج دیا گیا۔کھلے عام اللہ کے

قوانین کی خلاف ورزی کرنے اورگناہوں کا ارتکاب کرنے سے کوئی ان کوروکنے والا تھااور نہ ہی اللہ کا خوف رہا تھا۔ جس کی بناء پر وہ جرائم کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ گھبرائے۔ یہ حیاء تھانہ شرم،امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کافریضہ پامال ہوچکا تھا۔

ان کے حالات کا جائزہ لینے میں تمہارے لئے درس ہے، عبرت ہے ان کی سیرت دیکھیں اوران کا انجام دیکھیں۔ دنیا میں ان کا وسیلہ کہاں پہنچاوہ کیا تھااور وہ کیا چاہتے تھے اور کیا کرسکتے جوچاہتے تھے وہ پاسکے۔یہ معلوم رہے کہ ظلم، فساد، فتنہ، بے راہ روی بہت بڑی آفت ہے۔ان اعمال کا ارتکاب بہت بڑاالمیہ ہے.بڑاجرم ہے اللہ کی نافرمانی ہے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ایسے افراد کے لئے عذاب الیم تیارکررکھا ہے لوگوں پر ظلم کرنا،شہروں میں فساد کھیلنا،سوسائٹی کو حق کے راستے سے منحرف کرنا۔ایسے اقدامات میں جس کی بہت ہی برے اور غلط اثرات ہیں۔دین پرلوگوں پر امنیت کے حوالے سے ،اخلاق کے حوالے سے بہت ہی برے اثرات مرتب ہوئے۔

ظلم کرنے والوں کے بارے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾[1]

ترجمہ:"اور جب تم ظلم کر چکے تو آج (ندامت) تمہیں فائدہ نہیں دے گی، عذاب میں یقیناتم سب شریک ہو"

اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

﴿وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾[1]

[1]۔ سورۃالزخرف: ۳۹۔

ترجمہ: ’’ تو ہم نے برائی سے روکنے والوں کو نجات دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے برے عذاب میں مبتلا کر دیا‘‘

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾[2]

ترجمہ: ’’خبر دار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے‘‘

النبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اتقوا الظلم فإنه ظلمات يوم القيامة﴾[3]

ترجمہ: ’’ظلم سے بچو کیونکہ اس نتیجہ میں تاریکیاں ہوں گی‘‘

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿من خاف القصاص كف عن ظلم الناس﴾[4]

ترجمہ: ’’جب شخص پر قصاص (بدلہ دینے کا) کاڈر ہوگا تو وہ لوگوں پر ظلم وزیادتی نہیں کرے گا‘‘

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ما من أحد يظلم بمظلمة إلا أخذه الله بها في نفسه وماله﴾[5]

ترجمہ: ’’جو شخص کسی بھی قسم کی زیادتی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں اس کی جان اور اس کے مال کے حوالے سے اس کی گرفت کرے گا‘‘

1۔ سورۃ الاعراف: ۱۶۵۔

2۔ سورۃ ہود: ۱۸۔

3۔ الکافی ۲: ۳۳۱ / ۱۰۔

4۔ الکافی ۲: ۳۳۱ / ۶۔

5۔ الکافی ۲: ۳۳۲ / ۱۲۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

﴿العامل بالظلم والمعین له والراضی به شرکاء ثلاثتهم﴾[1]

ترجمہ: ”ظلم کا ارتکاب کرنے والا، ظلم کے لئے مدد دینے والا اور ظلم پر راضی ہونے والا تینوں اس ظلم کے جرم میں شریک ہوں گے“

ظلم سے دُور رہنے کا حکم

جو کچھ بیان ہو چکا اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ظلم سے ہر صورت دوری اختیار کی جائے۔ لوگوں کی ہدایت، انہیں صحیح راہنمائی کرنے کے لئے کام کیا جائے۔ ہدایت کی جو بھی شکل و صورت ہے اسے اپنایا جائے۔ انسان کو اس سے چوکنا رہنا چاہیئے کہ انسان دوسروں کو فتنہ وفساد میں دھکیلنے کا سبب بنے۔ فساد کی جو بھی شکل ہو اس سے بچا جائے۔

۵۔ محترم ہستیوں کی توہین کرنا

میرے سامنے کوئی ایسا عام عنوان موجود نہیں جس کے تحت اس نابکار قوم نے جو جرائم کئے، جوزیاتیاں، بداخلاقی، ہتک عزت، آبروریزی کو انجام دیا، بددیانتی وغیرہ کربلاء کے سانحہ میں کونسا جرم ہے جو انہوں نے انجام نہیں دیا۔ کربلاء سے پہلے، کربلاء کے واقعہ کے دوران اور کربلاء کے سانحہ کے بعد جو حالات وواقعات پیش آئے۔ سب کے لئے یہی عنوان مجھے مناسب لگا کہ تمام محترمات اور قابل عزت اوراحترام کی پامالی۔ تمام حدود کو عبور کرنا ایسا عنوان ہے جس کے تحت ان تمام جرائم کو لیا جا سکتا ہے۔ جن کا ارتکاب کربلاء کے سانحہ میں کیا گیا۔

[1]۔ الکافی ۲: ۳۳۳ / ۱۶۔

پہلی حرمت جو پامال ہوئی وہ شارع مقدس، شریعت اور دین کی حرمت کو پامال کیا گیا۔ شریعت کے اہم اور بڑے احکام کی خلاف ورزی کی گئی۔ جو بہت زیادہ ہیں اس کا انجام عذاب، خواری، گناہ کا ارتکاب، فسق وفجور سے ہوا پھر خلافت پر غاصبانہ قبضہ، مسلمانوں کے اموال پر غاصبانہ قبضہ، مسلمانوں کے تمام حقوق کی پامالی کا سلسلہ یہیں نہیں رُکتا بلکہ اس سے آگے ظلم بڑھتا ہے جو قتل، لوٹ مار، آبروریزی ہوتی ہے بیان سے باہر ہے۔ بہت زیادہ جرائم کیے کہ جن کو شمار کرنا مشکل ہے کسی ایک حرمت کا بھی پاس نہیں رکھا گیا۔

''جبار السموات والارض'' انہوں نے رب تعالیٰ پر جرأت کی۔ اللہ تعالیٰ کی ہر لحاظ سے نافرمانی کی۔ ایسے کبائر اور بڑے بڑے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا گیا۔ جس سے عرش کانپ جاتا ہے۔ کسی ایک کے ارتکاب سے عرش رحمان کانپتا ہے تو پھر کیا ہوگا اگر اتنے سارے سنگین جرائم ایک جگہ اکٹھے موجود ہوں۔

- بیت الحرام اس کی حرمت واحترام، مقدسات کے حوالے سے کچھ لحاظ نہ رکھا گیا۔ یزید ملعون نے حکم دیا کہ کعبۃ اللہ پر آگ کے گولے برسائے جائیں اور اس طرح کعبہ کو جلایا گیا۔
- حبیب رب العالمین خاتم وسیدالانبیاء والمرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کی حرمت کو پامال کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا اس بارے فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔[1]

---

[1]۔ سورۃ الاحزاب: ۵۷۔

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے''

اللہ تعالیٰ کا اس بارے فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ[1]

ترجمہ: '' اور جو لوگ اللہ کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کا پاس بھی نہ کیا بلکہ آپ سنت کی کھلی مخالفت کی۔آپ کی خلافت پر قبضہ کرنے کی کھلی جارحیت کا ارتکاب کیا۔آپ کی وصیت پر عمل نہ کیا گیا آپ کے حرم مدینہ منورہ کی حرمت کو پامال کیا جس طرح حرم اللہ الکعبۃ الرشریفہ کی حرمت کو پامال کیا، رسول اللہؐ کے حرم مدینہ پر چڑھائی کی،یزید ملعون نے مدینہ شہر کو اپنے فوجیوں کے لئے مباح قرار دیا۔انہوں نے مدینہ منورہ میں فساد کی انتہاء کردی ، قتل گری،بدکاری،آبروریزی ،شراب پینا،زنا،لوٹ مار ، ہر جرم کا ارتکاب کیا،مسجد النبوی میں نجاست تک کی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ والوں کیلئے فرمایا:

﴿من أخاف أهل المدينة أخافه الله، وعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين﴾[2]

[1]۔سورۃ التوبۃ:۶۱۔

[2]۔مسند أحمد ۴: ۵۵؛مجمع الزوائد ۳: ۳۰۶؛فتح الباری ۴: ۸۱؛المصنف ۷ :۵۵۱ وغيرها۔

ترجمہ: ''جس کسی نے مدینہ والوں کو ڈرایا تو اللہ اسے ڈرائے گا اللہ اسے خوف میں مبتلاء کرے گا ان پر اللہ کی لعنت ہے، سارے فرشتوں اور تمام انسانوں کی اس پر لعنت و پھٹکار ہے''

جو کچھ کربلاء میں ہوا، تو اس میں تمام حرمتوں کو پامال کیا گیا۔ ہم اس جگہ دو حرمتوں کی پامالی کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلی حرمت: رسول اللہؐ کی حرمت ہے

انہوں نے انسانی تاریخ کی بدترین شکل اور بداخلاقی کی انتہائی صورت کا انہوں نے ارتکاب کیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون بہایا جو امام حسین علیہ السلام کی صورت میں موجود تھا۔

اس لحاظ سے نہیں کہ وہ حسین علیہ السلام ہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمائندگی کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ حسین علیہ السلام نے ان کے غاصبانہ اقتدار کو چیلنج کیا تھا لیکن انہوں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی پر بغض و نفرت کی بناء پر قتل کیا۔ اس لئے وہ امیرالمؤمنین علیہ السلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اور ولی الامر تھے۔

اس جرم سے انہوں نے کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کو دکھ پہنچایا، اذیت پہنچائی، اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ان ظالموں نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت غم و رنج دیا۔ ان کی اولاد کو قتل کر کے آپ کی بہو، بیٹیوں کو قیدی بنا کر آپ کے اہل بیت ظلم و زیادتی کی۔ ان پر اللہ کی تمام فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے۔ جس طرح وہ ان جرائم کی وجہ سے آتش جہنم میں ہمیشہ عذاب میں ہوں گے۔ جیسا کہ اوپر آیات میں بیان ہوا ہے۔

دوسری حرمت: اہل بیت رسولؑ کی حرمت کو پامال کرنا

رسول اللہ ﷺ نے مسلسل اپنی امت کو بیان کیا کہ میری اہل بیت کا احترام کرنا۔ان سے صلح رکھنا،ان سے جنگ مجھ سے جنگ ہے مجھ سے جنگ اللہ سے جنگ ہے ان کو ناراض نہ کرنا۔ان سے ہدایت لینا۔

حدیث ثقلین:

﴿فانظروا کیف تخلفونی فیهما﴾

ترجمہ: ”تو دیکھو تم مجھے ان میں کیسے پیچھے چھوڑتے ہو“

حدیث ثقلین میں انہیں قران کے ہم پلہ قرار دیا اور یہی بتایا کہ قیامت کے دن ان کے بارے سوال ہوگا۔ان کا خیال کرنا،ان دونوں کی حرمت پاس رکھنا لیکن اس قوم نابکار نے کس طرح انہیں پامال کیا۔رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو دیوار پر مارا۔اللہ کے دشمنوں اور رسول اللہ ﷺ کے مخالفین نے ایسا برا اور سنگین جرم کا ارتکاب اہل بیت علیہم السلام کے حق میں کیا کہ تاریخ کی ایسی مثال نہیں ملتی۔انسانیت نے اس قبیح عمل سے نفرت کا اظہار کیا۔یہ بدبخت بجائے اس کے کہ اہل بیت سے موالات رکھتے انہوں نے انہیں قتل کیا کسی کو شہر بدر کیا کسی کو نظر بند کیا کونسا ظلم ہے جو انہوں نے اہل البیت علیہم السلام پر نہیں ڈھایا۔

اس عنوان سے حاصل شدہ دروس

انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اعمال پر نظر رکھے۔شیطان کے پھندے میں نہ آئے اور نفس کی چاہت کا قیدی نہ رہے اپنی خواہشات کی پوجا کرنے سے خود کو بچائیں کیونکہ اس طرح کرنے سے شارع مقدس کی بے احترامی ہوگی۔

ان کے اوامر ونواہی کی مخالفت کرنے سے شارع مقدس کی حرمت پامالی ہوگی۔اللہ کے حدود سے باہر نکلنا ہوگا جو کہ ظلم ہے اس میں ہلاکت وتباہی اور بڑا خسارہ و نقصان ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾[1]

ترجمہ:"اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو اس نے اپنے ہی نفس پر ظلم کیا"

بلکہ صحیح عقیدہ مومن وہ ہے جو ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ وہ شرعی احکام کی پابندی کرے،اپنے نفس کا تزکیہ کرے،تزکیہ نفس کے لئے جد وجہد کرتا رہے۔گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔اگر کسی وجہ سے کوئی غلطیاں یا بھول چوک ہو جائے تو فوراً توبہ کرے دوبارہ گناہ نہ کرے یہ تو ایک پہلو ہے۔

رسول اللہؐ اور انکے احکام کی پیروی واطاعت

دوسرا حوالہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾[2]

ترجمہ:"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کا حکم سننے کے بعد تم اس سے روگردانی نہ کرو"

﴿وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾[1]

[1]۔سورۃ الطلاق:۱۔

[2]۔سورہ الانفال:۲۰۔

ترجمہ: ”اور رسول جو تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ اور اللہ کا خوف کرو، اللہ یقیناً شدید عذاب دینے والا ہے“

اس لحاظ سے النبی ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حکم کی بجاآوری ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کریں۔ آپ کے بیان، آپ کے اعمال اور آپ کی تائیدات کی روشنی میں ہر کام کو انجام دیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حرمت کا پاس کریں اور جن کی حرمتوں کا انہوں نے حکم دیا ہے تو اس کا لحاظ رکھنا تھا۔ اہم نقطہ یہ ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے وصیتیں کی ہیں ان پر عمل کیا جائے، خاص کر آپ نے اپنی عزت اور اپنے اہل بیت علیہ السلام کے متعلق جو ہدایات دیں اور جتنی ان کے حق میں وصیتیں فرمائیں ان پر توجہ دیں اور ان کے مطابق عمل کریں ان کی اطاعت کریں ان سے وابستہ رہیں۔ ان سے قرآن کی تشریح لیں ان سے ہدایت لیں ان کی مخالفت نہ کریں۔

اُمت کیلئے ہدایت نامہ

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

﴿لایؤمن عبد حتی أکون أحب إلیه من نفسه، وأهلی أحب إلیه من أهله، وعترتی أحب إلیه من عترته﴾[2]

ترجمہ: ”کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا مگر یہ کہ میں اس کے نزدیک اس کی ذات سے، میرے اہل اس کے اہل سے، میری عترت اس کی عترت سے، اس کے نزدیک زیادہ محبوب ہوں“

---

[1] ۔سورۃ الحشر: ۷۔

[2] ۔الامالی: ۲۰۱؛ کنزالعمال ۱: ۱؛ مجمع الزوائد ۱: ۸۸؛ المعجم الاوسط ۶: ۵۹۔

غیبت امامؑ کا زمانہ

ہم غیبت کے دور سے گزر رہے ہیں ہمارے زمانہ کے امام ولی العصر ،صاحب الزمان،الامام الحجة المنتظرہیں۔ہمارے اوپر ہے کہ ہم سب ان کی امامت کا عقیدہ رکھیں۔ان کی اطاعت میں رہیں ان کے نمائندگان مراجع تقلید،(عمومی نائبین) کی اطاعت کریں آپ کے مبارک ظہور کے لئے خود کوآمادہ کریں اس طرح بھی وہ صحیح انتظار کا تحقق ہوگا۔جیسے اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے جواللہ کے رسول ﷺ کی مرضی ہے اور جو کچھ آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا ہم سے تقاضا ہے کہ ہم شریعت اسلامیہ جو برحق ہے اس کی پابندی کریں،اہل البیت علیہم السلام کے اخلاقیات سے خود کوآراستہ کریں اوران کے دشمنوں کے برے اخلاق اور غیر شرعی عادات سے خود کو بچائیں۔

امام حجت علیہ السلام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہمارے اعمال کو قبول کریں اور ہمارا عمل اپنے امام کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ہو۔ایک بات جس کی بہت زیادہ اہمیت ہے جس پر اعمال کی صحت اور عدم صحت،قبولیت وعدم قبولیت کا دارومدار ہے یہ ضروری ہے کہ ہم پوری دقت سے یہ دیکھیں کہ جو شخصیت غیبت کے زمانہ میں امام زمانہ کی نمائندگی کررہے ہیں ان کے بیان کردہ احکام کے مطابق عمل کیا جارہاہو۔

جو بھی مرجع تقلید(مجتہداعظم) ہے جس سے شریعت کے احکام لئے جاتے ہیں۔مرجع تقلید کی مخالفت امام زمانہ عج کی مخالفت ہے وہ ہی اعمال صحیح ہوں گے جو مرجع تقلید کے بتائے ہوئے شرعی احکام کے مطابق انجام دیے جائیں گے کیونکہ امام زمانہ عج ہمارے لیے یہ فرمان جاری کرگئے ہیں کہ میری غیبت کے

زمانہ میں ہمارے فقہاء جو تمہیں بتائیں گے اسی کے مطابق تم نے عمل کرنا ہے اور ہر سوال کا جواب بھی ان سے لینا ہے وہ تمہارے اوپر حجت ہیں اور میں ان پر حجت ہوں۔

اخلاقی اصلاحی انقلاب

اس میں تو شک نہیں کہ حسینی انقلاب اصلاحی انقلاب تھا اور یہ انقلاب زندگی کے تمام میدانوں میں تھا اس وقت جو بات کرنی ہے وہ یہ ہے کہ حسینی انقلاب ایک اخلاقی اصلاحی انقلاب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اور خلافت کا آئینی اور شرعی خلفاء کے پاس نہ آنا اور خلافت کے منصب پر فاسقوں وفاجروں کا قبضہ، ظلم وجور کا رواج ہو جانا۔ اس سب نے اسلام کو اس کے اصلی راستہ سے ہٹا دیا تھا وہ راستہ جو اللہ کی مرضی کا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے جو روڈ میپ اسلام کا دیا تھا لوگ اس ایمان کی حقیقت سے دور ہو گئے۔ اسلام سے پہلے کے دور جاہلیت اور قبائلی رسم ورواج کی طرف لوگ پلٹ گئے تھے، اخلاق کا زوال ہو گیا۔ مکارم الاخلاق سے کچھ مکرمہ باقی نہ بچا۔ شرافت کا جنازہ نکل گیا۔ اخلاقی فضائل سے کوئی فضیلت ہی نہ باقی بچی۔ اخلاق رذیلہ اور بری عادات ورسومات دونوں نے جگہ بنا لی۔ تمام بداخلاقی کی بیماریاں عام ہو گئیں۔ اخلاقی پستی کا ہر طرف رواج تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾[1]

ترجمہ: ''اور محمد ﷺ تو بس رسول ہی ہیں، ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، بھلا اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔''

اخلاقیات کی اصلاح کیلئے انقلاب

ان حالات میں ضرورت تھی کہ ایک ایسا انقلاب برپا کیا جائے جو اخلاق کی اصلاح کرے اور ایسی شخصیت اس کام کو انجام دے جو سیرت و کردار میں تمام انسانوں سے افضل ہو اخلاق میں سب انسانوں سے کامل ترین ہو۔

اخلاقیات کے بارے تمام انسانوں میں سے سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور سب سے زیادہ اس کو اپنے اصلی راستہ پر لانے پر قدرت رکھنے والا ہو اور اس پر عمل کرنے والا ہو۔اس طرح امام حسین علیہ السلام کا انقلاب وجود میں آیا جس نے اسلام کو اس کے اصلی راستہ پر پلٹایا اور اُمت اسلامیہ کو غفلت سے جگایا اور لوگوں کو اخلاق حسنہ کی طرف واپس پلٹایا ایک جانب سے تو اس انقلاب نے اخلاق، اخلاقی فضیلتوں، اس کے فضائل و شرافتوں پر مبنی رویوں کو بیان کیا جس کا عملی نمونہ انقلاب لانے والی شخصیت تھی آپ خود اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام آپ کے اصحاب

---

[1]۔سورۃ آل عمران: ۱۴۴۔

مکارم اخلاق سے آراستہ تھے اور تمام شرافتوں کا پیکر تھے تمام اخلاق وفضائل کے اعلیٰ نمونے تھے۔

دوسرے حوالے سے حکمرانی کے کھوٹے پن،اس کے مظالم،دھوکہ دہی،آئینی وشرعی خلافت پر غاصبانہ قبضہ کو درست کیا اور بداخلاقی کے مظاہر جو یزید ملعون اوراس کے حواریوں میں نمایاں تھے۔اس طرح اس انقلاب نے اس طرح واضح وروشن کر دیا جس طرح سورج دن کے وقت واضح وروشن نظر آتا ہے۔

ا۔اللہ کا راستہ وہ ہے جو مکارم اخلاق اوراخلاق وشرافت پر مبنی رویوں پر قائم ہو۔

۲۔دوسرا راستہ شیطان ابلیس کا راستہ ہے جو اخلاق رذیلہ اور برے اخلاق کا راستہ ہے۔ جس سے انسانی مخلوق کے لئے رسوائی کا سامان ہے۔انسان کے پاس اختیار ہے کہ وہ کسی ایک راستہ کا انتخاب کرے۔

وہ چاہے تو سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام کے راستہ کا انتخاب کرے تو اس میں اس کے لئے دنیاوآخرت دونوں میں کامیابی ہے اور جو یہ چاہتا ہے کہ وہ یزید اوراس کے حواریوں کا راستہ اختیار کرے تو اس میں اس کے لئے دنیاوآخرت دونوں کے لئے خسارہ ونقصان وبربادی ہے۔

جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں ہر وہ شخص جس کا کسی بھی حوالے سے امام حسین علیہ السلام سے تعلق ہے چاہے وہ موالی زائر ، کارروان کا سربراہ،خطیب،ذاکر،عالم سب کے سب جو بھی حسین علیہ السلام کے پیرو ہیں وہ خود کو حسینی اخلاقیات سے آراستہ کریں، حسینی کارروان میں جو تھے ان کی اخلاقیات اور مکارم اخلاق، فضائل اخلاق کو اپنائے اسی میں کامیابی ہے۔

اختتامیہ از مترجم

حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے اپنی معرفت مجھے دی اور مجھے عقل کا اندھا نہیں بنایا۔

حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے مجھے اپنے حبیب مصطفیٰ محمد ﷺ کی اُمت سے قرار دیا۔

حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے مجھے اپنے حبیب مصطفیٰ محمد ﷺ کے اہل بیت علیہم السلام کی ولایت و محبت کا نور عطاء کیا اور مجھے ان کی وابستگی کی سعادت عطاء کی۔

حمد ہے اللہ کی جس نے مجھے امام حسین علیہ السلام کے اصلاحی انقلاب کا شعور دیا اور مجھے امام حسین علیہ السلام کے کیمپ میں بیٹھنے کا شعور دیا۔

اللہ کی حمد ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی کہ سب حسینی انقلاب سے حاصل شدہ اخلاقی دروس کے بارے میں السید محمد تقی السید یوسف الحکیم کی کتاب (اخلاقیات الثورة الحسینیة) کا ترجمہ اُردو زبان میں کروں اور اس طرح حسینی عزاداروں کے لئے ایسی دستاویز مہیا کر دوں جس سے استفادہ کر کے حسینی انقلاب سے حاصل شدہ اخلاقی رویوں کو اپنا کر اپنا نام حسینی کارروان میں شامل افراد کے ساتھ لکھوالیں۔

ماہ ستمبر 2022 اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔اسی سفر میں نجف اشرف میں ہمارے عزیز و مہربان جناب سجاد خان کی وساطت سے صاحب کتاب سے ایک تفصیلی ملاقات ہوئی۔ میری اس ملاقات میں قرآن اور عرفان ابوطالب کے مصنف جناب ڈاکٹر صداقت فریدی صاحب اور فخر سادات مفتی عاشق حسین بخاری صاحب بھی موجود تھے۔اس دوران صاحب کتاب نے یہ کتاب مجھے دی اوراس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس کا ترجمہ اُردو زبان میں کروں۔اس سفر میں مجھے توفیق ملی اور شام شریکۃ الحسین سیدہ زینب سلام اللہ علیہا السلام کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا اور بیروت میں اپنا میڈیکل چیک اپ کروایا جس میں مستشفیٰ الرسول الاعظم کے ماہر قلب ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر نے تجویز کیا کہ مجھے ہسپتال میں داخل ہو جانا چاہیے اور دل کا بڑا آپریشن جو اسلام آباد میں ۲۰۲۰ میں ہوا تھا اوراس میں سینہ کی پسلیوں کے ٹانکے ٹوٹ گئے ہیں اور سینہ کی پسلیاں آپس میں جدا تھیں اور دارالشفاء انٹر نیشنل کے سرجن کا خیال تھا کہ دوبارہ سینہ کی پسلیوں کو کھول کر جوڑنا ایک مشکل کام ہے اور اس سے دل بھی متاثر ہو سکتا ہے۔

لہٰذاانہوں نے تجویز دی کہ اسے تقدیر الٰہی سمجھ کر اسی طرح ہی رہنے دیں لیکن بیروت کے ڈاکٹروں نے اس بات کورد کیا اوراس پر آپریشن کرنے کی تجویز دی۔ چنانچہ حزب اللہ کے مہربانوں اور مجاہد اعظم سید حسن نصراللہ حفظہ اللہ کی تائید اور تاکید کی بناء پر ہسپتال میں داخل ہو گیا۔اہل البیت علیہم السلام بالخصوص بی بی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا توسل کام آیا کہ جب سینہ کھولا گیا تو دل کی ایک رگ زخمی ہو چکی تھی اوراس سے خون رس رہا تھا جس پر دل کے ماہر سرجن نے دائیں ٹانگ کی پنڈلی سے ایک رگ نکالی اور دل کی جو رگ زخمی تھی اس کی جگہ ایک نئی رگ

لگادی پھر پسلیوں کو جوڑ دیا۔ ستمبر کے آخر میں بیروت سے واپس گیا اور ۹ نومبر ۲۰۲۳ کو واپس اسلام آباد آیا۔ اس سفر میں میرا بیٹا علی عمار اور میری اہلیہ بھی موجود تھے جو میرے آپریشن کی وجہ سے خصوصی طور پر بیروت آئے تھے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بیروت کا قیام میری صحت یابی کے لئے بہت زیادہ مفید رہا۔ سینہ کا مسئلہ حل ہو چکا البتہ مؤمنین کی دعائیں اور اہل البیت علیہم السلام سے توسل ہی میری صحت کا راز ہے۔

اللہ سے دعاء ہے کہ وہ میری اس سعی و کوشش کو بتصدق محمد وآل محمد علیہم السلام قبول فرمائے اور اس سے حسینیوں کو بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور میری اس سعی کو میری کوتاہیوں کی بخشش اور میرے والدین مرحومین اور تمام مومنین جن کا میرے اوپر کسی بھی حوالے سے حق ہے ان سب کو اس کا اجر وثواب ملے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم وفضل سے ایسا وقت جلد لے آئے کہ اللہ کا اپنا وعدہ پورا ہو اور محروموں کی حکمرانی اللہ کی زمین پر قائم ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے ولی صاحب العصر بقیۃ اللہ امام الحجۃ مہدی منجی بشریت خاتم الخلفاء ابن الحسن العسکری کی آمد کے اسباب کو جلد مکمل کردے تاکہ اللہ کی زمین سے ظلم وفساد کا خاتمہ ہو۔ عدل الٰہی کا قیام ہو قرآن کی حکومت قائم ہو خوشحالی کا دور آجائے۔

امن قائم ہو اللہ مجھے اور میرے تمام متعلقین اور مجھ سے جو محبت کرنے والے ہیں ان سب کو اپنے زمانہ کے امام سے وابستہ رہنے کی توفیق دے اور ان کے انصار سے بنائے اور ہمیں امام زمانہ کی عالمی اسلامی حسینی اخلاقیات پر مبنی حکومت کے

لئے حالات بنانے والوں سے قرار دے۔امین ثم آمین بحق محمد وآل محمد علیہم السلام وعجل فرجھم۔

۸ جون ۲۰۲۳ ، بمطابق ۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۴۰ ہجری،
بروز جمعرات ، بوقت پانچ بجکر سینتیس منٹ
دفتر منتھائے نور مرکز تحقیقات، اسلام آباد
آخری خواندگی ودرستگی مکمل ہوئی ۱۹ دسمبر ۲۰۲۴۔
جامعہ السیدہ خدیجۃ الکبری، پکی شاہ مردان، میانوالی،
۱۶ جمادی الثانیہ ۱۴۴۶ھ۔